اس ماہ بطورِ خاص.....

مستقل عنوانات

مستقل عنوانات

انسانوں میں مرد وزن کے جوڑوں کے تعلق کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ دنیا کا نظام خوش اسلوبی کے ساتھ چلتا رہے۔ میاں بیوی کے رشتہ کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ دونوں میں سے کسی ایک فریق کو آقا اور دوسرے کو غلام بنادیا جائے۔ ہر ایک کی اپنی انفرادیت ہے۔

ترجمہ: "وہ تمہارے لیے لباس ہیں اور تم ان کے لیے لباس ہو"..... [سورۂ بقرہ (2): 187]

مرد اور عورت کو ایک دوسرے کے حقوق کا پورا پورا احترام کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ترجمہ: "اور عورتوں کو حق (مردوں پر) ویسا ہی ہے جیسے دستور کے مطابق (مردوں کا حق) عورتوں پر، البتہ مردوں کو عورتوں پر فضلیت ہے" [سورۂ بقرہ (2): 228]

ترجمہ: "انکے ساتھ اچھے طریقے سے بود وباش رکھو، چاہے تم انہیں ناپسند کرتے ہو۔ عین ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو بُرا جانو اور اللہ تعالیٰ اس میں بہت بھلائی کردے"۔ [سورۂ نساء (4): 19]

اسلام کی تعلیمات یہ ہیں کہ میاں بیوی ایک دوسرے سے محبت اور حسنِ سلوک سے پیش آئیں، ان کی عزت و تعظیم کریں، ایک دوسرے کو کم تر خیال نہ کیا جائے، دوسروں کے سامنے اُن کی حوصلہ افزائی کی جائے۔

حضور نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے ہر شخص ذمے دار ہے اور تم سب سے اسکی اپنی رعیت کے متعلق پوچھا جائے گا۔ اور عورت اپنے خاوند کے گھر اور اسکی اولاد کی ذمہ دار ہے اور اس سے اسکی رعیت سے متعلق پوچھا جائے گا۔ [بخاری، مسلم]

ایک مقام پر فرمایا: "تم میں سب سے بہتر شخص وہ ہے جو اپنی بیویوں کے لیے بہتر ہو۔" [ترمذی]

حضور پاک ﷺ فرماتے ہیں "صالح بیوی وہ ہے کہ جب تم اسے دیکھو تو تمہیں خوشی محسوس ہو، اسے کوئی حکم دو تو وہ مان لے اور جب گھر سے دور ہو تو وہ تمہارے گھر بار اور ناموس کی حفاظت کرے"۔ [سنن ابن ماجہ]

حضور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے "مومن کے لئے تقویٰ کے بعد کوئی نعمت، نیک سیرت بیوی سے بڑھ کر نہیں".... [سنن ابن ماجہ] عورت اپنے شوہر کے گھر اور بچے کی راعی و نگراں اور حفاظت کرنے والی ہے۔ [بخاری]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مرد کو خوامخواہ عورت کی عیب جوئی اور ناپسندیدگی کا اظہار نہیں کرنا چاہیے، اگر اس کی کوئی عادت بری ہے جو اسے ناپسند ہے تو دوسری عادت اور خصلت اچھی بھی ہوگی جو اسے خوش کردے گی۔" [صحیح مسلم]

اللہ تعالیٰ نے کائناتی نظام قائم کرنے کے لیے لاکھوں دنیاؤں کو دو یونٹ پر تخلیق کیا، جب تک یہ ظاہر اور باطن یونٹ پرت در پرت وجود میں نہ آئیں تو ایک یونٹ نہیں بنتا، تخلیق کا یہ قانون نباتات، جمادات، حیوانات میں اور انسانوں میں ایک تسلسل کے ساتھ جاری وساری ہے۔

انسان کی تخلیق میں بھی دو یونٹوں کا عمل دخل ہے۔ جو آدم وحوا کے نام سے پہچانا جاتا ہے، آدم و حوا پر مشتمل اس یونٹ کے ذریعہ ہی ساری نوعِ انسانی وجود میں آئی۔

کوئی نظام اسی وقت نظام کا درجہ پاتا ہے جب اس کی بنیادیں مستحکم ہوں اور اس نظام کو چلانے والے اس کی حفاظت میں کمربستہ رہیں۔

زمین پر آدم وحوا کے وجود کے ابتدائی مرحلہ سے لاکھوں سال بعد تک معاشرتی نظام قائم ہے۔ جیسے جیسے شعوری ارتقاء ہوتا رہا معاشرے کی بنیادیں تو وہی رہیں لیکن ضروریات کے مطابق اصلاح و تجدید ہوتی رہی۔

جب ہم فطرت الٰہیہ پر غور کرتے ہیں تو اس بات کا مشاہدہ ہوتا ہے کہ تمام مخلوق کے خالق و مالک اللہ نے تمام انسانوں کو مساوی حیثیت عطا کی ہے اور نوع انسانی کو مرد و عورت دو یونٹوں سے منسوب کیا ہے

نبی اکرم حضرت محمد ﷺ کا ارشاد ہے:

"ہم سب آدم وحوا کی اولاد ہیں اور آدم وحوا مٹی سے بنائے گئے تھے، کسی کو فضیلت ہے تو وہ تقویٰ کی وجہ سے ہے۔"

اس کا مطلب یہ ہے کہ عورت و مرد دونوں میں مساوات ہے۔ قرآن کے مطابق اللہ نے ہر چیز کو دو

یونٹ سے بنایا ہے اور ہر یونٹ دوہرا ہے۔

اس سائنسی ترقی یافتہ دور میں ایک فرد بھی اس بات سے انکار نہیں کر سکتا کہ مرد و عورت کے مادی جسم میں ایک روح کام کر رہی ہے اور اسی روح کی وجہ سے تمام صلاحیتیں متحرک ہیں، روح کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ روح ضعیف اور کمزور ہے۔

اللہ تعالیٰ عورتوں اور مردوں کی صفات بیان کرتے ہوئے سورہ احزاب میں فرماتے ہیں:

"تحقیق مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور ایمان لانے والے مرد اور ایمان لانے والی عورتیں، اور قرآن پڑھنے والے مرد اور قرآن پڑھنے والیاں، اور سچ بولنے والے مرد اور سچ بولنے والیاں اور عاجزی کرنے والے اور عاجزی کرنے والیاں اور خیرات کرنے والے اور خیرات کرنے والیاں، اور روزہ رکھنے والے اور روزہ رکھنے والیاں، اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والیاں اور یاد کرنے والے اللہ کو بہت اور یاد کرنے والیاں اللہ ان کو بخش دے گا اور بڑا اجر دے گا۔"

عورت اور مرد معاشرے کے دو اہم رکن ہیں جس طرح مرد کے بغیر کوئی معاشرہ قائم نہیں ہو سکتا اسی طرح معاشرے کے اہم ترین رخ عورت کو اگر الگ کر دیا جائے تو سارا کائناتی نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ خالق کائنات تخلیق کرنے والوں میں بہترین خالق ہے۔ کائناتی معاشرے کو دو رخوں پر بنایا ہے۔

عورت اور مرد دو رخوں کی تخلیق ہے عورت اور مرد دونوں کے اپنے اپنے فرائض ہیں جب بھی ان میں سے کسی کے فرائض کو کم وقعت سمجھا جائے گا، معاشرہ میں ٹوٹ پھوٹ کا عمل شروع ہو جائے گا۔

معاشرے کی تعمیر میں مرد اور عورت دونوں کا بھرپور کردار ہے۔ شوہر کے لیے عورت کے حقوق ادا کرنا، اسے خوش رکھنا اور اس پر خرچ کرنا لازمی ہے۔ عورت کے اوپر بھی مرد کے حقوق ہیں۔ عورت کو معاشرے کی تعمیر میں ایک اہم کردار ادا کرنے یعنی اولاد کو جنم دینے اور نسل انسانی کی صحیح تربیت اور تعلیم کی ذمہ داری سونپی گئی ہے۔

عورت کے اوپر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اللہ کے دیے ہوئے حقوق کی حفاظت کرے، اپنی انا کو ٹٹولے اور دیکھے کہ اس کے کاندھوں کو قدرت نے کتنا طاقتور اور مضبوط بنایا ہے۔ عورت پر لازم ہے کہ وہ اپنی نسل اور اولاد بیٹے اور بیٹیوں کو بتائے کہ مادی اقتدار عارضی ہے۔ مادی زندگی فریب کے لباس میں قید ہے۔ محض مادی اقتدار قوموں کے زوال کی علامت ہے۔ مادی اقتدار کے پجاری اخلاقی قدروں کو پامال کر دیتے ہیں اور زمین آگ کا دریا بن جاتی ہے۔ اگر ایسا ہو جائے تو اس آگ میں مرد اور عورت دونوں جل کر بھسم ہو جاتے ہیں۔

سورہ فاتحہ قران کی پہلی سورۃ ہے۔ اسے فاتحۃ الکتاب یاد یباچہ قرآن بھی کہا جاتا ہے۔ سورہ فاتحہ دعا بھی ہے۔ معلم اعظم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے پانچ وقت کی صلوٰۃ اور نوافل میں سورہ فاتحہ کی تلاوت کی تاکید فرمائی ہے۔

اللہ کا کلام قرآن، معانی اور تفاسیر کا وسیع و عریض سمندر اور اسرار و معارف کا کبھی ختم نہ ہونے والا خزانہ ہے۔ اس حقیقت کا ادراک قرآن پاک کی پہلی سورۃ یعنی سورہ فاتحہ کی تلاوت سے ہی ہونے لگتا ہے۔ قرآن میں کسی مقام پر کسی لفظ کے استعمال میں علیم و خبیر اللہ کی کیا حکمتیں پنہاں ہیں، یہ نکتہ واضح ہو تو علم و آگہی کے نئے نئے در کھلنے لگتے ہیں۔

آیئے....! ہم سب مل کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں کہ ہمیں قرآن کی تلاوت کی، قرآن کے معانی میں غور و فکر کی توفیق اور شرح صدر عطا ہو۔ آمین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ O

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ O الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ O مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ O

سورہ فاتحہ کی پہلی آیت کا اردو ترجمہ عام طور پر ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔

سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو عالمین کا رب ہے۔

اس آیت میں اللہ کی حمد، خالق کائنات کی صفتِ ربوبیت کے ذکر کے ساتھ کی گئی ہے۔

صفتِ ربوبیت کے حوالہ کی وجہ سے یہ آیت حمد بھی ہے اور انسانوں کے لیے دعوت فکر بھی.... اس دعوت فکر پر عمل کرتے ہوئے جستجو، تلاش اور تحقیق کی جائے تو آخر کار ہر سلیم الفطرت انسان خود یہ اعتراف کرلے گا کہ واقعی کوئی سب سے طاقت ور، سب سے زیادہ قدرت رکھنے والی، منظم و سرپرست ہستی ہے جو اس کائنات کو چلا رہی ہے اور اس کائنات کے ایک ایک رکن کو پال رہی ہے۔

رب العالمین کی ربوبیت کی وسعت اور جامعیت پر تھوڑا سا بھی غور کیا جائے تو پہاڑ جیسی حیرتوں کا سامنا ہوتا ہے....

آج ہماری اس زمین پر صرف انسانوں کی آبادی سات ارب سے زاید ہے۔

اقوام متحدہ کے ماحولیاتی ادارہ (U.N.E.P) کی کئی سالوں کی تحقیق کے مطابق اس زمین پر معلوم انواع (Species) کی تعداد تقریباً اٹھارہ لاکھ ہے۔ ہر نوع کے ارکان (نر و مادہ) کی تعداد کو شمار کیا جائے تو اُن سب کی تعداد تو کھربوں سنکھوں میں ہوگی۔

یہ اس زمین پر آباد مخلوقات کی انواع اور ان کے ارکان کی اب تک معلوم تعداد کے کچھ اندازے ہیں۔

ایک تازہ دریافت کے مطابق اس کہکشانی نظام میں ہماری زمین سے مشابہ سیاروں کی تعداد 8.8 ارب سے زاید ہے۔ اب آپ ذرا اندازہ تو لگایئے کہ آج اس دنیا میں جتنے انسان بستے ہیں، کہکشانی نظام میں صرف زمین (Earth) سے مشابہ سیاروں کی تعداد ہی نوع انسانی کی موجودہ تعداد سے زیادہ ہے۔

ہمارا نظام شمسی جس کہکشانی نظام کا حصہ ہے، اس کہکشاں میں ستاروں کی (صرف ستاروں کی) تعداد 200 ارب سے زیادہ بتائی جاتی ہے۔ اپنے نظام شمسی کی وسعت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اگر کسی جیٹ طیارے میں 500 کلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے مسلسل سفر کیا جائے تو نظام شمسی کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچنے کے لیے ساڑھے تین ہزار سال سے زیادہ وقت لگے گا۔

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ۔ عالمین کے انتہائی اختصار کے ساتھ اس ذکر کے بعد دیکھنا یہ کہ یہاں حمد کا مطلب درحقیقت کیا ہے....

ہم حسین قدرتی مناظر دیکھتے ہیں۔ پہاڑ، دریا، صحرا، سرسبز میدان، جھیلیں، آبشار دیگر حسین مناظر دیکھ کر دل و زبان سے بے اختیار خالق کی تعریف بیان ہوتی ہے۔

انسانوں کی بنائی ہوئی چیزوں کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہے۔ ہم کوئی بہت اچھی عمارت دیکھیں، فن مصوری کا کوئی شاہکار دیکھیں، کوئی ادبی شہ پارہ پڑھیں تو بے اختیار اس کی تعریف کرتے ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ جس چیز کی آپ تعریف کررہے ہوں اس کا کوئی فائدہ بھی آپ کو مل رہا ہو۔ آپ نے ایک بہت اچھی تخلیق دیکھی، آپ نے کہا سبحان اللہ.... ماشاء اللہ

ایک صاحب بہت خوش اخلاق مشہور ہیں لیکن آپ کا ان سے کبھی کوئی واسطہ نہیں پڑا۔ آپ تک ان کی اچھی شہرت پہنچی تو آپ نے بھی ان کی تعریف کی۔ کسی ضرورت کے تحت ان صاحب سے واسطہ پڑا تو وہ آپ کے کام آئے، اب آپ ان کی تعریف کرنے کے ساتھ ساتھ ان کا شکریہ بھی ادا کریں گے۔

یہاں اس نکتے کو ذہن میں رکھیں کہ کسی کی اچھی صفات کو، اعلیٰ اوصاف کو بیان کرنا اس کی تعریف کہلاتا ہے۔

کسی سے فیض پایا جائے تو پھر اس کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔

ان نکات کو ذہن میں رکھتے ہوئے یہ دیکھیں کہ جب ہم الحمدللہ کہیں گے تو اس کے کیا معنی ہوں گے....؟ اس کا ایک معنی یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے اتنی شاندار کائنات بنائی.... سبحان اللہ۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ہی قدرت ہے۔ اللہ ساری کائنات کا خالق ہے اور مالک ہے۔

جب ہم اللہ کی تعریف اُس کی کسی صفت کے ساتھ کرتے ہیں مثلاً الحمد اللہ ربِ العالمین کہتے ہیں تو دراصل اللہ کے نظام سے اپنے استفادے کا اقرار بھی کررہے ہوتے ہیں۔ رب کا مطلب ہے پالنے والا تو الحمد اللہ ربِ العالمین کہتے ہوئے دراصل میں اپنے پالنہار، زندگی گزارنے کے تمام وسائل عطا کرنے والے کی حمد بیان کرتا ہوں۔

اس نکتے کو سامنے رکھتے ہوئے الحمد اللہ ربِ العالمین کے معانی پر غور کریں تو یہ کچھ اس طرح سامنے آتے ہیں۔

اللہ کے لیے حمد اور شکر جو سب عالمین کا رب ہے۔

کسی کی عطا پر شکر گزار ہونا محض لفظی شکریہ ادا کرنا نہیں ہوتا بلکہ شکر گزاری میں احسان مندی بھی پنہاں ہوتی ہے۔

اللہ نے ہمیں یہ زندگی عطا کی ہے۔ زندگی کو اچھی طرح بسر کرنے کے لیے زمین پر بے انتہا وسائل عطا کئے ہیں۔ ان وسائل کو اچھی طرح برتنے کے لیے عقل و سمجھ عطا فرمائی ہے۔ زندگی کا سفر صحیح راہوں پر گزرے اس کے لیے اللہ نے انبیاء علیہم السلام کے ذریعے اور انبیاء پر نازل ہونے والی کتابوں کے ذریعے رہنمائی عطا فرمائی ہے۔ زندگی کے معاملات، رشتے ناطے، معیشت و معاشرت انسانوں کے لیے آسودگی، خوشی اور سکون کا ذریعہ ہوں اس کے لیے اللہ نے اپنی رحمتیں نازل فرمائی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے احساس واعتراف کے ساتھ اللہ کی تعریف بیان کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ایسابندہ دل کی گہرائیوں سے اللہ تعالیٰ کا شکر گزار اور احسان مند ہے۔

اب ذرا سوچیے کہ شکر گزاری اور احسان مندی کے جذبات کے ساتھ کی جانے والی عبادت کن کیفیات کی حامل ہوگی....؟

یہ ہماری زندگی کا عام مشاہدہ ہے کہ جو شخص کسی کا احسان مند اور شکر گزار ہوتا ہے وہ اس سے بہت نیاز مندی اور احترام کے ساتھ ملتا ہے۔ جو بندہ اپنے دل سے اللہ کا شکر گزار ہو وہ کتنے ادب سے، کس قدر احترام سے اور قلب کی کس حاضری کے ساتھ اللہ کی عبادت کرے گا۔ ایسے بندے کے قیام، رکوع، سجود اور دیگر عبادتوں میں عاجزی اور نیاز مندی کس درجہ بڑھی ہوئی ہوگی؟....

اس انتہائی مختصر بیان سے الحمد للہ رب العالمین.... کا مفہوم یہ سامنے آیا کہ

تعریفیں اور شکر اللہ کے لیے جو اس کائنات کے سارے عالمین کا رب ہے۔

اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے

الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ ۝

رب العالمین کی تعریف اور شکر کے ساتھ اس مقام پر اللہ تعالیٰ کی صفت رحمت کا بصورت الرحمٰن الرحیم ذکر بھی قرآن کے قاری کے لیے ایک بڑی دعوتِ فکر ہے۔

رب العالمین کے ساتھ یہاں صفتِ ربوبیت سے ہم آہنگ کسی دوسری صفت کا ذکر نہیں ہوا۔ یہاں صفتِ رحمت کا ذکر ایک اہم تکوینی رمز کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے۔ اس مقام پر الرحمٰن الرحیم کے ذکر سے یہ امر واضح ہو رہا ہے کہ اللہ کی صفتِ ربوبیت کے اظہار میں رحمت کا غلبہ ہے۔ یہ عظیم، بابرکت، مقدس سورۃ ہمیں یہ آگہی عطا فرما رہی ہے کہ کائنات کی تخلیق، اس کی تنظیم اور تدبیر میں از ابتداء تا انتہا اللہ کی رحمتیں غالب ہیں۔ اس کائنات کی ہر تخلیق میں اللہ کی صفتِ رحمت ساتھ ساتھ کام کر رہی ہے۔

اس کے بعد ذکر ہوتا ہے:

مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ ۝

پیغمبرِ آخر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے قلبِ اطہر پر نازل ہونے والے کلام کے ذریعے ساری نوع انسانی کو بتایا جا رہا ہے کہ اللہ مالک یوم الدین ہے۔

دین کا لفظ قران پاک میں 101 مرتبہ استعمال ہوا ہے۔ یوم کا لفظ قران پاک میں 475 مرتبہ نازل ہوا ہے۔ یوم آخرت کا ذکر قرآن سے پہلے نازل ہونے والی اللہ کی کتب میں بھی ہے۔ یہاں مالک یوم الدین کا مطلب ہے قیامت کے دن کا مالک.... وہ دن جب حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اس دنیا میں زندگی بسر کر کے موت کا ذائقہ چکھنے والے آخری انسان تک، سب کو اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہونا ہے اور اپنے اپنے کاموں کا جواب دینا ہے۔ یہ جو حتمی فیصلوں کا دن ہے اس کا مالک کوئی اور نہیں صرف اور صرف اللہ ہے۔

فیصلے کے اس دن....

يَوْمَئِذٍ يَصْدُرُ النَّاسُ أَشْتَاتًا لِّيُرَوْا أَعْمَالَهُمْ ۝ فَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ۝
وَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ۝ (سورہ الزلزال (99): آیات: 8-7-6)

ترجمہ: اس دن لوگ گروہ در گروہ ہو کر آئیں گے تا کہ ان کو ان کے اعمال دکھائے جائیں۔ تو جس نے ذرہ برابر بھی نیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا۔ اور جس نے ذرہ برابر بھی برائی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا۔

قدرت کا وضع کردہ جواب دہی کا نظام اس دنیا میں بھی وقتاً فوقتاً اپنی موجودگی کا احساس دلاتا رہتا ہے۔ مکافاتِ عمل کی صورت میں ہم اس دنیا میں اپنے کئی اعمال کا نتیجہ دیکھ لیتے ہیں تاہم مکافات عمل کے نتیجے میں اپنے کسی برے عمل کا نتیجہ اس دنیا میں ہی دیکھ لینے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اب وہ شخص آخرت میں جوابدہی سے بری الذمہ ہو گیا۔ اگر کوئی انسان اپنی خطاؤں پر ندامت کی وجہ سے سچے دل سے توبہ کر لے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں معافی اور درگزر کی درخواست پیش کرے تو وہ ایک علیحدہ بات ہے۔ (اور یہ موضوع علیحدہ سے تفصیلی فہم کا متقاضی ہے)

آخرت ہمارے ایمان کا حصہ ہے۔ "یوم الدین" عدل کا اور انصاف کا دن ہو گا۔

عدل اور انصاف کے لیے طاقت کا ہونا ضروری ہے۔ یہ ایک عام مشاہدہ ہے کہ جو حکومتیں یا ادارے عدل کے ذمہ دار ہوتے ہیں ان میں اتنی طاقت ہونی چاہیے کہ وہ اپنے فیصلے نافذ کروا سکیں۔ اگر کوئی عدالت اور اس کے پیچھے موجود ریاست اپنے فیصلے نافذ نہیں کروا سکتی تو ایسی عدالت غیر موثر سمجھی جاتی ہے اور ایسے معاشرے تنظیم کے بجائے انتشار میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اگر عدلیہ کے پیچھے موجود حکومت طاقتور ہو اور آئین و قانون کی پابند ہو تو بڑی عدالت تو ایک طرف چھوٹی عدالتوں کے فیصلوں پر عمل کے لیے بھی ساری ریاست کمربستہ ہو جاتی ہے۔

مالک یوم الدین سے پہلے، اللہ کی رحمت کا ذکر ہو رہا ہے، اس سے پہلے اللہ کی ربوبیت کا ذکر ہوا۔ ہم سب جانتے ہیں کہ پالنے کے لیے شفقت کی ضرورت ہوتی ہے۔ مخلوقات کو پالنے کے حوالے سے تو الرحمٰن الرحیم کا ذکر برمحل معلوم ہوتا ہے۔ اس کے بعد ذکر ہو رہا ہے مالک یوم الدین یعنی فیصلے اور عدل کے دن کا مالک۔ عدل کے لیے تو طاقت اور جبر درکار ہے۔

اپنے اثرات اور نتائج کے اعتبار سے عدل در حقیقت کیا ہے؟۔ یہ سمجھنے کے لیے ہم اپنے ملک اور بعض دوسرے ممالک سے چند مثالیں لیتے ہیں۔

پاکستان میں سڑکوں پر ہر روز بے ہنگم اور غیر منظم ٹریفک کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ سرخ اشارے پر نہ رکنا ہمارے ہاں عام ہے۔ ٹریفک قوانین کی کھلم کھلا خلاف ورزی کے نتیجے میں ہر سال بڑی تعداد میں لوگوں کا جاں بحق یا زخمی ہو جانا، دوسرے نقصان اُٹھانا۔ یہ تکالیف ہمارے ہاں اب عام سی باتیں تصور کی جاتی ہیں۔ آپ کراچی، لاہور، اسلام آباد، پشاور، کوئٹہ، فیصل آباد، ملتان وغیرہ سے ڈیڑھ دو گھنٹے کی فلائٹ کے ذریعے متحدہ عرب امارات چلے جائیں تو وہاں کوئی ڈرائیور آپ کو سرخ اشارے کی خلاف ورزی کرتا نظر نہیں آئے گا۔ وہاں رات کو تین چار بجے، سنسان راستوں پر بھی کوئی ڈرائیور سرخ اشارے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔ یہ مشاہدات سعودی عرب، یورپ، امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا، جاپان اور قانون کی پابندی کروانے والے دوسرے کئی ممالک میں بھی عام ہیں۔

ٹریفک کی تو محض ایک مثال ہے ہم اپنے ملک کے کئی معاملات میں قوانین کی کھلم کھلا خلاف ورزی دیکھتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ پاکستان میں ایسا کیوں ہے....؟

دوسرا سوال یہ ہے کہ جن ممالک میں قوانین کی پابندی کی جاتی ہے وہ کیوں کر ہوتی ہے....؟

جواباً عرض ہے کہ پاکستان میں قانون کے نفاذ کا معاملہ بہت کمزور ہے۔ اس کمزوری کی ایک بہت بڑی وجہ حکومتی نظام کی کمزوری اور نفاذِ قانون کے نظام میں کر دیئے جانے والے نقائص ہیں۔ اس طرز عمل کے اسباب میں رشوت، اقربا پروری

اور دیگر برائیاں بھی شامل ہیں۔

دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ جن ممالک میں قانون کی پابندی ہے وہاں نفاذِ قانون کا نظام اپنی پوری طاقت اور جبر کے ساتھ کام کررہاہے۔ قانون کے پابند ممالک میں سڑکوں پر ٹریفک کے معاملات ہوں یا زندگی کے دیگر معاملات، ہر شخص پر واضح ہے کہ اگر قانون کی خلاف ورزی کی گئی تو اس کی سزا جرمانے، قید، کاروبار کی بندش، ملازمت سے تنزلی، برخواستی، اس ملک سے رخصتی وغیرہ کی صوت میں بھگتنا ہوگی۔

قوانین کا احترام نہ کرنے اور اپنی من مانی کے پاکستان میں ہونے والے اثرات کو ذہن میں رکھیں دوسری طرف قوانین کی پابندی والے ممالک میں عوام کے عمومی حالات کو سامنے رکھیں۔ اب اس سوال کا جواب تلاش کریں کہ قانون کی سختی سے پابندی کروانے والے ممالک میں لوگوں کو تحفظ کا احساس ہورہاہے یا نہیں....؟

اس کا جواب یقیناً ہاں میں ہی ہوگا۔ اس سے منسلک سوال یہ ہے کہ قوانین کی پابندی کروانا، لوگوں کی غالب اکثریت کے لیے رحمت ہے یا مصیبت....؟

جن ممالک میں جواب دہی کا نظام سخت ہے وہاں امن وامان کی صورت حال ان ممالک سے کئی گنا بہتر ہے جہاں حکومتوں کی کمزوری کی وجہ سے مجرم دندناتے پھرتے ہیں۔

نظامِ عدل کے موثر ہونے کے نتیجہ میں امن وامان کی صورت حال اچھی ہونا رحمت ہے یا مصیبت....؟

عوام کو تحفظ فراہم کرنے کے لیے حکومتوں کو چوکس رہنا ہوتا ہے۔ کسی شخص یا گروہ کی طرف سے امن وامان میں خلل ڈالنے کی کوشش لوگوں کو مصیبت میں مبتلا کردینے والا عمل ہے۔ ملک میں بسنے والوں کو تحفظ فراہم کرنے کے لیے حکومت میں نفاذِ قانون کی موثر صلاحیت دراصل عوام کے لیے رحمت ہے۔

یوم آخرت میں اللہ کے قانون کی پابندی کرنے والے انسانوں کو نوازنا اور انسانوں میں سے سرکش ونافرمان لوگوں کو سزا دینا دراصل اللہ تعالیٰ کی رحمت ہی کا اظہار ہے۔

سورہ فاتحہ کی ابتدائی آیات کی ترتیب میں غور کرنے سے واضح ہوا کہ اللہ کا نظامِ عدل اللہ کی رحمت کا ہی ایک حصہ ہے۔ چشم تصور سے دیکھیں ایک طرف تخلیق اور پیدائش سے لے کر اس دنیا میں زندگی گزارنے کے تمام معاملات کو اللہ ربّ العالمین سنبھالے ہوئے ہے۔ دوسری طرف یوم آخرت میں اللہ کے سامنے حاضری ہے۔ ان دو حقائق کے درمیان یعنی الحمد للہ ربِ العالمین اور مالک یوم الدین کے درمیان اللہ کے اسمائے رحمت الرحمٰن الرحیم کا ذکر ہے۔

زندگی کا آغاز اور زندگی کے مختلف مراحل ہوں یا یوم آخرت کے مراحل سورۂ فاتحہ کے ذریعے بتایا جارہاہے کہ تخلیق کے پہلے مرحلے سے لے کر ابد الآباد تک اللہ کی رحمت تمام مخلوقات پر سایہ فگن ہے۔

سورہ فاتحہ کی ابتدائی تین آیات میں نو الفاظ کے ذریعے انسانوں کو اتنی بڑی حقیقت سے آگاہ کردینا فصاحت و بلاغت کا کتنا بڑا شاہکار ہے۔ یہ معجزاتی بیان، تعلیم کا یہ انداز صرف اللہ کے کلام قرآن کا ہی ہوسکتا ہے۔

رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ

ڈاکٹر وقار یوسف عظیمی

آپ کے تاثرات

اپنے تاثرات روحانی ڈائجسٹ کے فیس بک پیج اور ویب سائٹ پر بھی میسج یا پوسٹ کرسکتے ہیں۔
ای میل: roohanidigest@yahoo.com
فیس بک: facebook.com/roohanidigest
ویب سائٹ: www.roohanidigest.net
بذریعہ ڈاک: 1-D, 1/7، ناظم آباد کراچی 74600۔

ابھی عشق نمبر کی انتہائی موثر اور دلنشین تحریروں پر ذہن وجد کے عالم میں تھا کہ روحانی ڈائجسٹ کا دعا نمبر منظر عام پر آیا۔ اس شمارے کے مضامین کہ دعا کے موضوع پر مضامین کا ایک سن کلر سز کہنا چاہیے، مغرب میں تیزی سے مقبول ہوتی رہی ہیں، کیا سائنس دان دعا کرتے ہیں۔ دعا کی سائنس، دعائیں قبول کیوں نہیں ہوتیں، مسائل ومشکلات سے نجات کے لیے دعائیں نہایت موثر تحریریں ہیں۔

(رفعت شاہ۔ لاہور)

روحانی ڈائجسٹ کی ایک انفرادیت یہ بھی ہے کہ صوفیانہ موضوعات پر اس کی تحریریں کمپیوٹر ایج کے جدید ذہنوں کو اپیل کرتی ہیں۔ میرے تین بچے میڈیکل اور انجینئرنگ یونیورسٹی میں پڑھتے ہیں۔ ہم میاں بیوی تو روحانی ڈائجسٹ شوق سے پڑھتے ہی ہیں ہمارے تینوں بچے بھی روحانی ڈائجسٹ کے مستقل قاری ہیں۔ میرے شوہر اس کا کریڈیٹ روحانی ڈائجسٹ کے جدید اسلوب میں لکھے گئے مضامین کو دیتے ہیں۔

(شازیہ فرحت۔ کراچی)

دعا نمبر شائع کرنے پر مبارکباد قبول کیجئے۔ اس شمارے میں دعا اور سائنس کے موضوع پر مضامین، مسائل اور مشکلات میں دعاؤں کے ساتھ ساتھ شمشاد اختر اور، نوشاد کاظمی کی تحریریں نے بھی خوب رنگ جمایا۔

دعا نمبر میں حق الیقین کے ذریعے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی تشریح پڑھتے ہوئے ہمیں نئے زاویوں سے آگہی ملی۔

(ڈاکٹر محمد اختر۔ راچی)

روحانی ڈائجسٹ کے مستقل سلسلوں میں لعل شہباز قلندر میرا پسندیدہ ترین سلسلہ ہے۔ اس کے ذریعے ہمیں وادی مہران کے عظیم بزرگ سخی شہباز قلندر کے حالات زندگی سے بہت اچھی طرح آگاہی ہورہی ہے۔

(نصیر جونیجو۔ حیدرآباد)

میری تجویز ہے کہ کیفیات مراقبہ کے علاوہ اس موضوع پر دیگر سائنسی اور معلوماتی تحریریں بھی روحانی ڈائجسٹ میں شائع ہوتی رہنی چاہئیں۔ امریکہ میں مراقبہ پر بہت کام ہورہاہے۔ یہ ریسرچ روحانی ڈائجسٹ کے قارئین تک بھی باقاعدگی سے پہنچانے کا اہتمام کرلیا جائے تو بہت اچھا ہوگا۔

(ساجدہ صدیقی۔ لاہور)

جنوں اور انسانوں کے تعلقات اور باہمی کشمکش پر مبنی

سلسلہ وار کہانی اگیا بیتال ماہ بہ ماہ زیادہ دلچسپ اور حیرت انگیز ہوتی جارہی ہے۔ اس کہانی نے نوجوان قارئین کو تو جیسے اپنے حصار میں لے لیا ہے۔ نہ صرف ہمارے گھر میں بلکہ ہمارے محلے کے کئی گھروں میں نوجوان لڑکے لڑکیاں اگیا بیتال بہت دلچسپی اور باقاعدگی سے پڑھ رہے ہیں۔

☆ اگیا بیتال ایک سنسنی خیز اور نہایت دلچسپ سلسلہ ہے۔

☆ اگیا بیتال کے ذریعے کئی باتوں کا انکشاف ہوا ہے۔

(نگہت سیما۔ حیدرآباد۔ میمونہ حنیف۔ کراچی۔ صوفیہ طاہر۔ لاہور۔ صنوبر۔ اسلام آباد۔ رانا سہیل۔ فیصل آباد۔)

روحانی ڈائجسٹ ایک مکمل فیملی میگزین ہے۔ اس رسالے میں گھر کے سب افراد کی دلچسپی اور ذوق کا خوب خیال رکھا گیا ہے۔

اکتوبر کے حقیق الیقین میں ڈاکٹر وقار یوسف عظیمی کی مدینہ منورہ میں حاضری کے دوران بعض کیفیات پڑھتے ہوئے دل کی عجب حالت ہوئی۔ کیا خوب لکھا ہے کہ "جس دل میں اللہ کی اور اللہ کے رسول کی محبت ہو جائے اللہ اس وجود کو مقناطیس کی طرح پرکشش بنا دیتا ہے۔" آگے کتنا بڑا راز نہایت آسان لفظوں میں بیان کر دیا گیا ہے کہ "ہمارے اسلاف باطنی دنیا کے اسرار سے واقف تھے وہ باطنی کیفیات سے عالم ظاہر میں کام لینا جانتے تھے۔ آج لوگوں کی اکثریت محض ظاہر کے فریب میں گرفتار ہے۔"

ماہ نومبر کا حق الیقین بھی بے مثال اور بے نظیر ہے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی اس انداز میں تشریح۔ سبحان اللہ۔ ہم سب گھر والوں نے ایک ساتھ بیٹھ کر ماہ نومبر کے حق الیقین پر گروپ ڈسکیشن بھی کیا۔

(تابندہ راحت۔ کراچی)

میں گزشتہ آٹھ سال سے بیرون پاکستان مقیم ہوں۔ میرے ایک دوست پاکستان سے آئے تو اردو کی کئی کتابیں اور رسائل بھی ساتھ لائے ان میں روحانی ڈائجسٹ بھی شامل تھا۔ میں یہ رسالہ تعلیمی دور میں بڑے شوق سے پڑھا کرتا تھا۔

روحانی ڈائجسٹ کا "عشق نمبر" پڑھا تو روحانی ڈائجسٹ سے وابستہ پرانی یادیں تازہ ہو گئیں۔ "عشق کیا ہے....!" "عشق کے جدا جدا انداز" "کیمیائے عشق" خوبصورت انداز میں تحریر کیے گئے ہیں۔

حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی سے قلبی اور روحانی تعلق ہے۔ حق الیقین، گھر کا معالج اور روحانی ڈاک بہت اچھے سلسلے ہیں۔

(شاہنواز۔ آئرلینڈ)

بہترین جوڑا نمبر

معزز قارئین.... آپ کے پسندیدہ روحانی ڈائجسٹ کا "بہترین جوڑا نمبر" آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

ہماری خواہش ہے کہ عام لوگوں میں، دوستوں میں، رشتہ داروں میں، میاں بیوی میں، والدین اور اولاد میں باہمی حسن سلوک اور ادب و احترام عام ہو جائے۔

نکاح کے معاہدے کے ذریعے وجود میں آنے والا میاں بیوی کا تعلق ایک نئے خاندان کی اور کئی رشتوں کی بنیاد بنتا ہے۔

میاں بیوی میں ذہنی ہم آہنگی، باہمی حسن سلوک اور ایک دوسرے کے لیے احترام ہو گا تو ان کے گھر کا ماحول محبت سے بھرپور اور پرسکون ہو گا۔ ایسے گھر میں پرورش اور تربیت پانے والے بچوں کی شخصیت بہت مستحکم اور کئی اعلیٰ اوصاف سے مزین ہو گی۔

یہی پیغام اس شمارے میں کہیں براہ راست اور کہیں بالواسطہ، قارئین تک پہنچانے کی کوشش کی گئی ہے۔

آپ کو ہماری یہ خواہش اور روحانی ڈائجسٹ کے قلم کاروں کی یہ کاوش کیسی لگی....؟

اپنی رائے سے ضرور مطلع فرمائیے گا۔ ہمیں انتظار رہے گا۔

ڈاکٹر وقار یوسف عظیمی

شریک حیات یا رفیق حیات

میاں بیوی کو ایک دوسرے کا شریک حیات کہا جاتا ہے کسی کام میں لوگوں کی شرکت عام طور پر اپنے مفاد کے لیے ہوتی ہے۔ اس کی ایک عام مثال کاروباری شریک کی ہے۔

میاں بیوی کے رشتے کا اصل حسن تو یہ ہے کہ اس میں اپنی خوشیوں کے بجائے دوسرے کی خوشیوں کا خیال رکھا جائے۔ میاں بیوی کا تعلق دوسرے کے لیے ایثار ہو تو یہ رشتہ شراکت سے بڑھ کر رفاقت میں ڈھل جاتا ہے۔ میاں بیوی ایک دوسرے کی چاہت میں گم ہوں تو پھر یہ ایک دوسرے کے شریک نہیں رہتے رفیق بن جاتے ہیں.... رفیق حیات

(یہ مضمون ڈاکٹر وقار یوسف عظیمی کی مختلف تحریروں سے استفادہ کر کے لکھا گیا ہے)

جس طرح عورت اپنی ذات اور اپنے کاموں کی تعریف و ستائش چاہتی ہے اسی طرح مرد بھی اپنی تعریف پسند کرتے ہیں۔ البتہ تعریف کے حوالے سے مرد کی ضروریات عورت سے بہت حد تک مختلف ہیں۔ زندگی کے کئی معاملات میں مرد اور عورت کے سوچنے کے انداز میں نمایاں فرق ہے گو دونوں کی ذہنی صلاحیتوں میں کچھ زیادہ فرق نہیں۔ عورت انجینئرنگ، میڈیکل، کامرس، بزنس اور دیگر شعبوں میں بہت اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کر سکتی ہے۔ رویوں اور ردعمل جذبات و احساسات کے معاملے میں عورت اور مرد میں نمایاں فرق پایا جاتا ہے۔

زندگی کے معاملات میں مرد کا رویہ عموماً غیر جذباتی اور عملی جبکہ عورت کا رویہ اکثر جذباتی ہوتا ہے۔

جذبات و احساسات کے نمایاں فرق کی وجہ سے عورت اپنے شوہر کو عموماً اپنے جذبات کے حوالے سے سمجھنے کی کوشش کرتی ہے ایسا کرتے ہوئے عورت ایک بڑی غلطی کر جاتی ہے۔ بجائے یہ جاننے کے کہ اس کے

شوہر کی شخصیت کن اوصاف کی حامل اور کن عادات واطوار سے مرکب ہے، وہ اپنے محدود تصورات وخیالات کے حوالے سے اپنے شوہر کو DEAL کرنا چاہتی ہے۔

مرد اور عورت دونوں کو اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ عورت مرد کے بغیر اور مرد عورت کے بغیر نامکمل یا ادھورے ہیں۔ دونوں اصناف ایک دوسرے کی لازمی اور ناگزیر ضرورت ہیں۔ کارخانہ حیات کو درست اور متوازن طور پر چلانے کے لئے قدرت نے ان دونوں اصناف یعنی مرد اور عورت میں کہیں یکساں خصوصیات رکھ دی ہیں اور کہیں ان میں کچھ فرق یا تنوع رکھا گیا ہے اس فرق یا تنوع کی موجودگی کا مقصد کسی قسم کی مخالف یا متصادم صورتحال پیدا کرنا نہیں ہے دونوں اصناف کے درمیان پائے جانے والے مختلف اوصاف باہم مل کر ایک حسین اور کارآمد امتزاج پیدا کرتے ہیں۔

مرد کیا چاہتا ہے....؟

مرد کو اپنی کارکردگی، صلاحیتوں اور دیگر ذاتی اوصاف کی ستائش اچھی لگتی ہے۔ مرد کی خواہش ہوتی ہے کہ اس کی رفیقۂ حیات بھی اس کی شخصیت کے ان پہلوؤں کا تعریفی انداز میں تذکرہ کرے جو اسے دوسروں سے ممتاز کرتے ہیں۔ مرد چاہتا ہے کہ اس کی بیگم معاش کے حصول میں اس کی مصروفیات کی قدر کریں اور شوہر کی صلاحیتوں کو توصیف کی نظروں سے دیکھیں۔

خواتین کو جائزہ لینا چاہیے کہ ان کے شوہر کی ذات میں کون کون سی صلاحیتیں اور کیا کیا خوبیاں پائی جاتی ہیں۔ نہ صرف اپنے شوہر کے سامنے ان صلاحیتوں اور خوبیوں کا تذکرہ فخریہ اور تعریفی انداز میں کیجئے بلکہ اپنے سسرال، میکے، دوسرے رشتہ داروں اور ملنے والوں کے سامنے بھی شوہر کی ان خوبیوں کا اچھے الفاظ میں تذکرہ کیجئے۔

عورت کیا چاہتی ہے....؟

عورت اپنے شوہر سے محبت، عزت اور تحفظ کی خواہاں ہوتی ہے۔

ایک اچھے شوہر کی ایک نمایاں صفت یہ ہوتی ہے کہ وہ نہ صرف خود اپنی اہلیہ کی عزت کرتا ہے بلکہ وہ چاہتا ہے کہ دوسرے بھی اس کی اہلیہ کی عزت کریں۔

شوہر کو چاہیے کہ وہ اپنے ان جذبات کا اظہار واضح الفاظ میں نہ صرف اپنی اہلیہ کے سامنے کردے بلکہ اپنے گھر والوں کو بھی اپنی اس خواہش سے آگاہ رکھے۔ رشتہ داروں اور احباب میں شوہر کی جانب سے اپنی اہلیہ کی عزت شوہر کے الفاظ اور طرزِ عمل سے ہوتی ہے۔ مردوں کے لیے ضروری ہے کہ گھر میں اور گھر سے باہر اپنی اہلیہ کے ساتھ عزت واحترام پر مبنی رویہ اختیار کریں۔

ایک دوسرے کے والدین کی عزت

آپ کی اہلیہ اپنے والدین اور بہن بھائیوں کو چھوڑ کر سسرال میں آپ کی وجہ سے آئی ہیں۔ آپ اپنی بیگم کی زندگی کے اہم ترین فرد ہیں۔ جس طرح آپ کی یہ خواہش ہے کہ آپ کی بیگم آپ کے والدین یعنی اپنے ساس سسر کے ساتھ عزت و احترام سے پیش آئیں۔ اسی طرح عورت کی بھی خواہش ہوتی ہے کہ شوہر ان کے والدین کی عزت کریں، مرد کی جانب سے بیگم کے والدین کی عزت و احترام عورت کے لئے مسرت و اطمینان کا سبب بنتا ہے۔ اس طرزِ عمل سے عورت کے دل میں اپنے شوہر کی قدر ومنزلت میں اضافہ ہوتا ہے۔

مردوں کو چاہیے کہ وہ اپنے سسرال کے مختلف معاملات کے بارے میں دلچسپی لیں اور جہاں کہیں ضرورت ہو اپنی رائے یا تعاون بھی پیش کریں۔

فطری طور پر ہر ماں اپنی بیٹی کی خوشیاں چاہتی ہے لیکن ہمارے معاشرہ میں یہ مشاہدات بھی ہوتے ہیں کہ کئی عورتوں کے گھران کی ماؤں کے غلط مشوروں اور منفی رویہ کی وجہ سے خراب ہوئے۔ ایک سمجھ دار عورت کے لئے ضروری ہے کہ دل کی بھڑاس نکالنے کے فارمولے کے تحت میکہ جاکر اپنے شوہر اور سسرال والوں کی برائیاں اور اپنی شکایات بتانے کے بجائے اپنے شوہر اور سسرال والوں کی خوبیاں اور اعلیٰ اوصاف کا خوب تذکرہ کرے۔

> **ایک اچھے شوہر کی ایک نمایاں صفت یہ ہوتی ہے کہ وہ نہ صرف خود اپنی اہلیہ کی عزت کرتا ہے بلکہ وہ چاہتا ہے کہ دوسرے بھی اس کی اہلیہ کی عزت کریں۔**

اپنے شوہر کی جن خوبیوں اور خصوصیات سے آپ متاثر ہیں ان کا ذکر میکے اور سسرال دونوں جگہ اچھی طرح کریں۔

عورت اپنے جیون ساتھی سے جو توقعات وابستہ کرتی ہے ان میں محبت اور تحفظ سرفہرست ہیں۔ عورت اپنا آپ اپنے شوہر کو سونپتی ہے.... وہ سمجھتی ہے کہ اس کے شوہر کی ذات اس کے لئے ایک مضبوط حصار کی مانند ہے۔ وہ شوہر کی وجہ سے خود کو محفوظ ومامون سمجھتی ہے۔ عورت کو شوہر کی جانب سے ملنے والے تحفظ کا مطلب زندگی کے ہر مرحلے پر تحفظ ہے۔

ایک مرد کے لیے ضروری ہے کہ وہ مختلف طریقوں سے اپنی بیوی کو تحفظ کا احساس دلاتا رہے۔

تحفے دیجیے....

کئی خواتین خواہشمند ہوں گی کہ سال میں مختلف اہم مواقع پر ان کے شوہر انہیں کوئی تحفہ دیں۔ ہو سکتا ہے کہ ان مواقع پر آپ کے درمیان تحائف کا تبادلہ ہوتا بھی ہو، لیکن تحفہ دینے کے لئے کسی خاص موقع کا انتظار کیوں کیا جائے۔ ضروری نہیں کہ کوئی مہنگا تحفہ دیا جائے۔ اگر جیب اجازت نہ دے تو کوئی بھی چیز خواہ کم قیمت ہی کیوں نہ ہو شوہر اور بیگم ایک دوسرے کے لیے کے لئے خرید لیں۔ شوہر کے لیے تحفہ خریدتے وقت کوئی ایسی چیز جو گھر میں یا ان کے کام کاج کی جگہ پر زیادہ تر ان کی نظروں میں آئے انہیں تحفہ دینے کے لئے منتخب کیجئے۔ اگر انہیں مطالعہ کا شوق ہے تو کوئی اچھی کتاب اپنے دستخطوں کے ساتھ انہیں تحفہ میں دیں یا ان کے شوق اور ذوق کے مطابق انہیں کوئی اور چیز بطور تحفہ دیں۔

عورت کی حوصلہ افزائی

مشرقی معاشرے میں عورت کا کردار عموماً گھر تک محدود ہوتا ہے۔ ملازمت پیشہ خواتین میں سے بھی اکثریت معاشی سرگرمیوں سے وابستہ رہنے کے باوجود باہر کے ماحول سے مرد کی نسبت کم واقف ہوتی ہیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ زندگی کے مختلف معاملات میں عورتوں کی کوئی رائے یا واضح نقطہ نظر بھی نہیں ہو سکتا۔

عورت کے گھریلو کردار یا معاشی سرگرمیوں میں محدود شرکت کی وجہ سے یہ سمجھ لینا صحیح نہیں ہے کہ ان میں بصیرت و دانش کی کمی ہے۔ یہ ضرور ہے کہ عورت کو خصوصاً گھریلو عورت کو اپنی بصیرت و دانش کو مؤثر طور پر بروئے کار لانے کے لئے مرد کی جانب سے

تحسین اور حوصلہ افزائی کی ضرورت ہوتی ہے۔

اپنی بیگم کی چھپی ہوئی ذہنی صلاحیتوں کو بیدار کرنے کی کوشش کیجئے انہیں یہ اعتماد اور حوصلہ دیجئے کہ عقلمندی اور شعوری پختگی میں وہ دوسروں سے کم نہیں ہیں۔ مرد کا حوصلہ افزا رویہ خاتون خانہ کے لیے بہت زیادہ مددگار ثابت ہوگا۔ اس حوصلہ افزائی سے ان کی خود اعتمادی اور صلاحیتوں میں اضافہ ہوگا اور وہ آپ کی رفاقت کا حق زیادہ اچھی طرح انجام دینے کے قابل بنیں گی۔

فیصلوں میں شرکت

ہمارے معاشرہ میں زندگی کے بنیادی اور اہم فیصلے بالعموم مرد کرتے ہیں۔ ذریعہ روزگار، رہائش، بچوں کی تعلیم، بیٹے بیٹی کے لئے رشتوں کی منظوری اور چند دیگر اہم امور میں حتمی فیصلہ بالعموم مرد ہی کرتے ہیں۔ گھر کے روزمرہ کے معاملات اور امور خانہ داری میں فیصلہ بالعموم عورت کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ اکثر عورتیں اپنے روزمرہ کے معمولات اور معاملات سے اپنے شوہر کو آگاہ رکھتی ہیں لیکن اکثر مرد عملی زندگی میں اپنے ساتھ پیش آنے والے واقعات یا دیگر امور کے بارے میں اپنی بیگم سے بات نہیں کرتے۔ ایسے مرد اپنے اس رویہ کے بالعموم دو جواز بتاتے ہیں۔ پہلا یہ کہ عورتوں کو دفتری یا کاروباری معاملوں کا کیا پتہ، ان کے ساتھ اس بارے میں بات کرکے کیا حاصل ہوگا....؟ دوسرا معروف لیکن نسبتاً ہمدردانہ جواز یہ کہ عملی زندگی میں کچھ مسائل ایسے ہوتے ہیں جن پر عورتیں کچھ بھی نہیں کرسکتیں لہٰذا ان کے ساتھ ایسے مسائل پر بات کرکے ہم انہیں پریشانی سے دوچار کرنا نہیں چاہتے۔

ان دونوں جواز پر کوئی بحث کئے بغیر ہم یہ عرض کرنا چاہیں گے کہ اپنی زندگی کی ساتھی، اپنی مونس وہمدم رفیقہ حیات کے ساتھ جس حد تک ہوسکے ضرور شیئر کرنا چاہئے۔ مرد کی جانب سے کئے جانے والے اس عمل پر بیگم کا مثبت ردعمل خود مرد کے لئے تقویت واستحکام کا سبب بنے گا۔

آمدنی کے مطابق خرچ

اگر آپ کے شوہر کی آمدنی آپ کے خاندان کے کسی ایک یا چند افراد سے کم ہے تو اس کا اظہار اپنے شوہر کے سامنے اس طرح مت کریں جس سے طنز کا کوئی پہلو نکلتا ہو۔ ایسی صورت میں تعاون کے جذبہ کے تحت اپنی ضروریات وخواہشات کو کم کرنے کی کوشش کیجئے۔ اس کے ساتھ ساتھ زندگی میں مزید اعلیٰ مقام کے حصول کے لئے شوہر کو حوصلہ اور مدد فراہم کیجئے۔ اپنے شوہر کا جذباتی سہارا بنئے۔ انہیں احساس دلائیے کہ آپ ان کے ساتھ خوش ہیں۔ ان کی خوشی میں خوش ہیں۔

دفتری یا کاروباری امور میں شوہر کی مصروفیت پر گلے شکوے نہ کیجئے۔ اس کی محنت اور دیر تک کام کرنے کے پیچھے آپ ہی کی خدمت اور آپ کو خوشیاں فراہم کرنے کا جذبہ کارفرما ہے۔

شوہر کی مصروفیات گھر پر ان کی توجہ میں حائل ہوں تو آپ یہ کہہ کر طعنہ زنی نہ کریں کہ تمہیں تو گھر کے معاملات سے کوئی دلچسپی ہی نہیں ہے۔ اس کے بجائے گھر کے چھوٹے موٹے کام مثلاً بجلی، گیس، ٹیلیفون کے بل وغیرہ جمع کرانا بچوں کے اسکول کے معاملات وغیرہ کی دیکھ بھال آپ اپنے ذمہ لے لیں۔

جیون ساتھی کو اپنا مشیر بنائیے

مرد زندگی کے کئی معاملات پر ٹھوس رائے رکھتے ہیں۔ مردوں کو چاہیے کو وہ اپنی بیگم کو بھی ان معاملات میں شامل کریں۔ عملی زندگی کے مسائل خواہ ان کا تعلق گھریلو امور سے ہو یا بیرونی امور سے، خاندانی معاملات سے ہو یا قومی وملکی معاملات سے ان پر بیگم کے ساتھ تبادلہ خیال کیجئے۔ اگر ضرورت محسوس ہو تو اپنی بیگم کو ان معاملات پر ایجوکیٹ کرنے کی کوشش کیجئے۔ بیگم کی اس طرح رہنمائی کیجئے کہ وہ ان معاملات پر اپنی کوئی رائے قائم کرسکے۔ اپنی بیگم کی اس طرح حوصلہ افزائی کیجئے کہ وہ مختلف مسائل ومعاملات پر نہ صرف یہ کہ اپنی رائے دے سکیں بلکہ حسب ضرورت کوئی بہتر مشورہ بھی دے سکیں۔

> عورت اپنے جیون ساتھی سے جو توقعات وابستہ کرتی ہے ان میں محبت اور تحفظ سرفہرست ہیں۔ عورت اپنا آپ اپنے شوہر کو سونپتی ہے.... وہ سمجھتی ہے کہ اس کے شوہر کی ذات اس کے لئے ایک مضبوط حصار کی مانند ہے۔ وہ شوہر کی وجہ سے خود کو محفوظ ومامون سمجھتی ہے۔

اپنی بیگم کے مشوروں کو سنیے۔ بیگم کے مشوروں کو نظر انداز کرنے کے بجائے ان کے قابل عمل ہونے کا جائزہ لیجئے۔

شوہر کے شوق

کئی مرد رات کو دیر تک جاگ کر ٹی وی دیکھتے یا کتابیں پڑھنے کے شوقین ہوتے ہیں جو خواتین ان چیزوں کو پسند نہیں کرتیں انہیں ان امور پر اپنی ناپسندیدگی کا اظہار نہیں کرنا چاہیے۔ مطالعہ یا ٹی وی دیکھنے کے شوقین مرد کے سامنے ان کی بیگم کو اس طرح کی باتیں نہیں کرنا چاہئیں کہ میں تو آپ کی ان عادتوں سے بیزار ہوں۔

بہت سے مرد سیاست، حالات حاضرہ یا کاروباری حالات پر گفتگو کرنے میں بہت دلچسپی لیتے ہیں جبکہ بہت سی عورتوں کو مردوں کی یہ عادت پسند نہیں ہوتی۔ اگر آپ کے شوہر اس طرح کے بحث ومباحثہ کے شوقین ہیں تو آپ اس دوران خود کو ان سے الگ نہ کیجئے بلکہ ان موضوعات پر ان کے ساتھ تبادلہ خیال کیجئے۔

شک

بے یقینی اور شک اکثر عورتوں کی فطرت کا حصہ معلوم ہوتے ہیں۔ میرا شوہر مجھ سے کس قدر محبت کرتا ہے....؟ اس بارے میں اکثر خواتین بے یقینی کا شکار ہوتی ہیں۔ اظہارِ محبت یا محبت کی یقین دہانی سننا ہر ایک کے لئے (خواہ وہ مرد ہو یا عورت) باعثِ مسرت و انبساط ہے لیکن اس معاملے میں عورت کی جذباتی ضرورت بعض اوقات غیر ضروری حد تک بڑھ جاتی ہے۔ عورت بار بار اپنے شوہر سے یہ یقین دہانی چاہتی ہے کہ وہ اس سے محبت کرتا ہے۔ اگر شوہر یقین دہانی کی اس تکرار کو غیر مناسب خیال کرتے ہوئے اس طرف توجہ نہ دیں تو عورت کے سامنے فکر اور اندیشے سر اٹھانے لگتے ہیں، اس کی غیر یقینی بڑھ کر بدگمانی کی شکل اختیار کرسکتی ہے۔ یہ چیز ازدواجی تعلقات میں رنجش اور کدورت کا سبب بن سکتی ہے۔ اس صورتحال سے بچنے کے لئے ان کی طرف سے کئے گئے گزشتہ اقرار پر مکمل یقین کیجئے اور خود کو غیر یقینی کی اذیت سے نجات دلائیے۔

شوہر کی جانب سے ظاہر کئے جانے والا شک بیوی

کی شخصیت کو بری طرح نقصان پہنچاتا ہے۔ شیطان کے ہاتھوں میں سب سے خطرناک ہتھیار شک ہے۔ ایک دوسرے کی چاہت سے سرشار محبت بھرے دو دلوں کے درمیان شیطان شک کے بیج بو دیتا ہے۔ میاں بیوی کے درمیان شک ڈال کر شیطان بہت خوش ہوتا ہے ۔ کوئی شوہر بیوی پر شک کرکے دراصل شیطان کی خوشی کا سامان کرتا ہے۔

ماہرین نفسیات کے مطابق شک ایک نفسیاتی بیماری ہے۔ ہم چھوٹی چھوٹی بیماریوں سے بچنے کے لئے کس قدر احتیاط کرتے ہیں۔ ہر شخص کو چاہئے کہ وہ شک کی خطرناک بیماری سے اپنے آپ کو بچانے کے لئے مکمل اور بھرپور احتیاط کرے۔

مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے یہ بات سکون کا باعث ہوگی کہ وہ اپنے قلب و ذہن کو ہمیشہ اعتماد و بھروسہ کی روشنیوں سے منور رکھیں۔

ماضی میں مت الجھیں

اپنے شوہر کی ذات کو اس کے خاندانی پس منظر، رشتہ دار، محلہ دار، دوست احباب کے ساتھ ماضی میں اس کی سماجی سرگرمیوں اور شوق وغیرہ کے حوالے سے سمجھنے کی کوشش کرنا تو درست بات ہے لیکن شوہر کے ماضی کو اس طرح کریدنا جس سے ان کی ذات کو سمجھنے کے بجائے تفتیش کا پہلو نکلتا ہو یا جس سے یہ مقصد ہو کہ کوئی کمزور پہلو سامنے آجائے خوشگوار ازدواجی زندگی کے قیام میں معاون نہیں ہوتا۔

شادی سے پہلے لڑکی اپنے والدین کی سرپرستی میں اور زیادہ تر ان کی مرضی کے مطابق زندگی گزارتی ہے۔ کسی سے منسوب ہونے سے پہلے اس کے بہت سے رشتے آسکتے ہیں۔ اسے کوئی رشتہ پسند بھی آسکتا ہے۔ لڑکی کا اپنے خاندان اور دیگر ملنے والوں سے بھی میل جول ہوتا ہے ۔ شادی بیاہ اور دیگر تقریبات میں آنا جانا ہوتا ہے ۔ بہت سے گھروں میں خاندان بھر کے لڑکے لڑکیاں مل کر باہم ہنسی مذاق بھی کرتے ہیں۔ جب لڑکی کی شادی ہوجاتی ہے تو وہ اپنی زندگی کو اپنے شوہر کے مزاج اور سسرال کے ماحول کے مطابق ڈھالنے کی پوری کوشش کرتی ہے۔

> عورت کے گھریلو کردار یا معاشی سرگرمیوں میں محدود شرکت کی وجہ سے یہ سمجھ لینا صحیح نہیں ہے کہ ان میں بصیرت و دانش کی کمی ہے۔

بہت سے مرد اپنی بیوی سے اس کے ماضی کے بارے میں غیر ضروری سوالات کرتے ہیں مثلاً مجھ سے رشتہ طے ہونے سے پہلے تمہارے کتنے رشتے آئے۔ تمہارا ان رشتوں کے بارے میں کیا خیال تھا۔ تمہیں کوئی لڑکا پسند تو نہ تھا وغیرہ وغیرہ۔ اس نوعیت کی باتیں بہتر ازدواجی زندگی کے قیام میں معاون ثابت نہیں ہوتیں بلکہ بیگم کو بے جا ڈر اور خوف میں مبتلا رکھتی ہیں۔ ایسی باتوں سے ہمیشہ گریز کرنا چاہئے۔

شریکِ حیات کی نفسیات کو سمجھیے
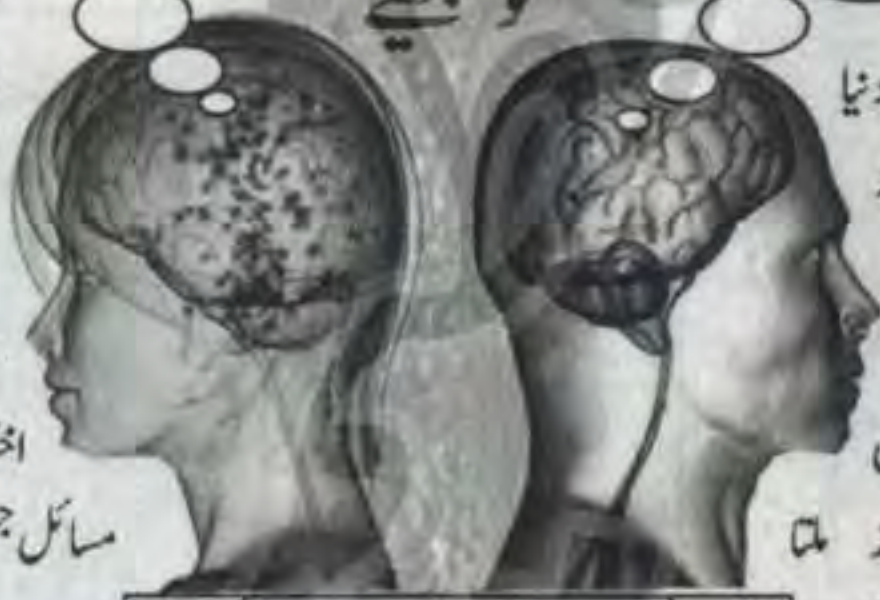
ابنِ وصی

میاں بیوی کے رشتے کو دنیا بھر میں سب سے قریبی رشتہ سمجھا جاتا ہے۔ یہ رشتہ محبت اور سکون عطا کرتا ہے۔ اس رشتے کی بدولت عورت کو ماں اور مرد کو باپ بننے کا اعزاز ملتا ہے۔ میاں کا بیوی کا یہ رشتہ نکاح کے معاہدے کے ذریعے قائم ہوتا ہے۔ یہ ایک عجیب تعلق ہے عموماً تو یہ بے حد مضبوط نظر آتا ہے، لیکن کبھی کچے دھاگے کی مانند بہت آسانی سے ٹوٹ بھی جاتا ہے۔ یہ رشتہ اکثر جوڑوں کے لیے محبت و سکون کا ذریعہ بنتا ہے لیکن بعض لوگوں کے لیے یہ رشتہ ذہنی اذیتوں، جذباتی ناآسودگی اور جسمانی تکالیف کا سبب بن جاتا ہے۔ یہ ایک دلچسپ حقیقت ہے کہ لطائف کی کتابوں میں سب سے زیادہ لطیفے میاں بیوی سے ہی منسوب ہیں۔ یہ بھی عام مشاہدہ ہے کہ اکثر بیویاں اپنے شوہروں کے بارے میں یہ کہتی ہیں کہ وہ ان کی نہیں سنتے اور اکثر شوہروں کو یہ شکایت ہوتی ہے کہ بیگم ان کی بات پر دھیان نہیں دیتیں۔

کہا جاتا ہے کہ عورت کو نہیں سمجھا جاسکتا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عورت مرد کو نہیں سمجھ سکتی۔

نفسیاتی ماہرین کا کہنا ہے کہ اس بات کو ایک لطیفہ سمجھ کر نظر انداز نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اکثر میاں بیوی یہ سمجھتے ہیں کہ وہ اپنے شریک حیات کے بارے میں بہت کچھ جانتے ہیں لیکن درحقیقت ایسا نہیں ہوتا.... یہ کہنا شاید غلط نہ ہو کہ نہ تو مرد عورت کی فطرت کو بخوبی سمجھتا ہے اور نہ ہی عورت مرد کی فطرت کو۔ اس سے اختلافات، غلط فہمیاں اور مسائل جنم لیتے ہیں۔

سائنسدانوں اور نفسیات دانوں میں یہ موضوع صدیوں سے زیر بحث ہے کہ مردوں اور عورتوں کی سوچ اور ان کے رویوں میں جو فرق نظر آتا ہے اس کی وجہ جسمانی اور حیاتیاتی ہے یا یہ فرق ان کی تبیت کے علیحدہ علیحدہ انداز کی وجہ سے ہے؟....

اس موضوع پر کیمبرج یونیورسٹی میں ڈیولپمنٹل پیتھو سائیکالوجی شعبے کے پروفیسر سائمن بیرن کوہن اپنی بیسٹ سیلر کتاب The Truth about the Male and Female Brain میں لکھتے ہیں کہ: مردوں اور عورتوں کے دماغ میں حیاتیاتی فرق ہوتا ہے۔ اگر میں ایک لفظ میں دونوں کے دماغ کو بیان کرنا چاہوں تو کہوں گا کہ عورت کا دماغ ہمدردی ہے اور مرد کا دماغ تجزیہ.....

وہ کہتے ہیں کہ عورتیں لوگوں اور ماحول سے زیادہ رابطہ رکھنا پسند کرتی ہیں اور عورت کی شخصیت کا سماجی پہلو مردوں کی نسبت کہیں زیادہ مضبوط ہوتا ہے۔ عورت چہرے کے تاثرات اور دوسروں کی ذہنی کیفیات کو مردوں کی نسبت زیادہ بہتر طریقے سے سمجھ سکتی ہیں۔ جبکہ مردوں میں چیزوں کا تجزیہ کرنے اور ان کے نظام کو

سمجھنے کی جستجو زیادہ ہوتی ہے۔ وہ ہر چیز کے پیچھے کام کرنے والے نظام کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ اس پر کنٹرول حاصل کرسکیں۔

حالیہ تحقیقات بتاتی ہیں کہ عورتوں اور مردوں کے دماغ میں یہ فرق ان کی پیدائش سے پہلے ہی ظاہر ہونا شروع ہوجاتے ہیں۔ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ عورت اور مرد کے بنیادی کرداروں میں فرق کا تعلق محض سماجی ماحول اور تربیت سے ہی نہیں ہے بلکہ اس فرق کے اسباب بھی پیدائشی یا جینیاتی ہوتے ہیں۔

عورت اور مرد کے دماغوں میں ساختی فرق:

سائنسدان بتاتے ہیں کہ مردوں کے دماغ کا سائز عورتوں کے دماغ کے سائز سے آٹھ سے نو فیصد زیادہ ہوتا ہے۔ تاہم ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ مردوں کی نسبت کم سائز کا دماغ رکھنے کے باوجود خواتین کی ذہنی صلاحیت مردوں سے کم تر نہیں ہوتی۔

ہارورڈ میڈیکل اسکول کے جے۔ ایم گولڈ اسٹائن اور اس کے ساتھیوں نے عورتوں اور مردوں کے دماغ کے منتخب رقبوں کے سائز کا جائزہ لیا تو انکشاف ہوا کہ بہت سے دماغی رقبے مردوں کے مقابلے میں عورتوں میں زیادہ حجم رکھتے ہیں جبکہ کئی دماغی رقبے مردوں کے دماغ میں بڑا حجم رکھتے ہیں۔ مثلاً عورتوں میں پری فرنٹل کارٹیکس کا رقبہ مردوں کے مقابلے میں بڑا ہے۔ پری فرنٹل کارٹیکس کا تعلق اعلیٰ و قوفی اعمال مثلاً استدلال، مسائل کو حل کرنے کی صلاحیت اور منصوبہ بندی وغیرہ سے ہے۔ اِسی طرح خواتین کے دماغ میں لمبک کارٹیکس کی ساخت بھی مردوں کے دماغ سے بڑی ہے۔ اس کا تعلق جذباتی ردّعمل سے ہے اور جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں کہ عورتوں میں برداشت اور صبر کا مادّہ مردوں کی نسبت زیادہ ہوتا ہے۔ تحقیقات سے یہ بھی پتہ چلا کہ عورتوں کے ٹیمپورل لوب کارٹیکس میں نیورانز زیادہ تعداد میں ہوتے ہیں۔ ٹیمپورل لوب کا تعلق زبان دانی اور فہم سے ہے۔ یعنی یہاں سُنے ہوئے الفاظ کو سمجھنے کا عمل

عورت کا دماغ

انٹیریر سنگلیٹ کارٹیکس عورت میں یہ حصہ بڑا ہوتا ہے، اس وجہ سے وہ احساس اور وجدان سے زیادہ کام لیتی ہے۔

فرنٹل کارٹیکس کا تعلق فیصلہ کرنے کی صلاحیت سے ہے اس میں تیزی فیصلے میں جلد بازی کو ظاہر کرتی ہے۔

پری فرنٹل کارٹیکس کا رقبہ بڑا ہے جس کا تعلق استدلال، مسائل کو حل کرنے کی صلاحیت اور منصوبہ بندی سے ہے۔

بمقابلہ مرد، خواتین سنتے ہوئے دماغ کے دونوں ہمسفیر کا استعمال کرتی ہیں، لہٰذا خواتین کو بہتر سامع کہا جاسکتا

لمبک کارٹیکس کی ساخت خواتین میں بڑی ہے جس کا تعلق جذباتی ردّعمل سے ہے، عورت میں صبر و برداشت کا مادّہ مردوں کی نسبت زیادہ ہوتا ہے۔

سیریبل کارٹیکس میں موجود حصہ انسولہ، عورت میں احساس اور وجدان کا پیش خیمہ ہوتا ہے۔

ہپوکیمپس کا سائز خواتین میں بڑا ہوتا ہے اس حصہ کا تعلق میموری اسٹوریج اور مکانی نقشہ کشی سے ہے، وہ چھوٹی چھوڑی باریکیاں اور گفتگو یاد رکھتی ہے۔

بائیں ہیمی سفیئر کا ایمیگڈالا متحرک ہونا حساسیت ظاہر کرتا ہے، خواتین زیادہ رحم دل ہوتی ہیں اور دوسروں کی تکالیف کو محسوس کرنے کی صلاحیت زیادہ ہوتی ہے۔

انجام پاتا ہے۔ یہ بات کچھ معنی خیز معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ خواتین تو زیادہ بولنے کی وجہ سے پہلے ہی مشہور ہیں۔ جدید نیوروسائنس کی تحقیقات سے معلوم ہوا کہ قدرت کی طرف سے ہی عورت کو زیادہ بولنے کی صلاحیت عطا کی گئی ہے۔

مردوں کے دماغ میں ایک اہم ساخت، ایمیگڈالا کا سائز بڑا پایا گیا۔ ایمیگڈالا کا تعلق اسٹریس فل صورتحال کو ردّعمل دینے اور یاد رکھنے سے ہے۔ مردوں کو زیادہ خارجی مشکل حالات، خطرات اور چیلنج درپیش ہوتے ہیں....

آپ نے دیکھا ہوگا کہ مرد بہت زیادہ اسٹریس فل اور دل دوز مناظر دیکھتے اور برداشت کرلیتے ہیں لیکن خواتین ایسے مناظر کو دیکھ کر مردوں سے یکسر مختلف ردّعمل ظاہر کرتی ہیں، بے ہوش ہوجاتی ہیں یا واویلا مچادیتی ہیں۔ تحقیقات سے یہ بھی پتہ چلا ہے کہ اسٹریس فل صورتحال میں مردوں میں صرف دائیں ہیمی سفیئر والا ایمیگڈالا ایکٹو ہوتا یا روشن ہوتا ہے جبکہ خواتین میں بائیں ہیمی سفیئر والا ایمیگڈالا متحرک ہوتا ہے۔ عورتیں ہنگامی حالات یا اسٹریس فل صورتحال سے اس لئے زیادہ متاثر ہوتی ہیں کہ وہ خارجی اسٹریس فُل ماحول کے پس پردہ احساسات کو ریسیو کرنے کے لئے زیادہ زودِ حس ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر عورتیں مردوں کے مقابلے میں زیادہ رحم دل ہوتی ہیں۔ ان میں دوسروں کی تکالیف کو محسوس کرنے کی صلاحیت زیادہ ہوتی ہے جبکہ مرد اسٹریس فُل صورتحال کے پس پردہ لاشعوری احساسات کو زیادہ ریسیو نہیں کرتے۔ اِسی لئے ہنگامی صورتحال میں مرد جذباتی طور پر پختگی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ ایسا ہونا ان کی فطری ضرورت ہے تاکہ وہ درپیش ماحولی چیلنجز کا مقابلہ کرسکیں۔

عورت کے ماں کے رول اور ممتا کے لطیف جذبات کی مناسبت سے ایمیگڈالا کے سائز کا چھوٹا ہونا ہی اُن کے لئے بہترین اور موزوں ہے۔

مرد کا دماغ عورتوں کی نسبت زیادہ سیروٹونن پیدا کرتا ہے، سیروٹونن کی کمی کی وجہ سے عورتیں جلد ڈپریشن

مرد کا دماغ

ٹیمپوریل پارٹیل جنکشن کا رقبہ بڑا ہوتا ہے جس کا تعلق تجزیہ سے ہے، مرد مسئلے کو بہتر طریقے کے حل کرنے کے لیے، ہر زاویہ نگاہ سے چھان پھٹک کرتا اور اس سمجھنے کی کوشش کرتا ہے۔

پارٹیل لوب کا تعلق اندرون و بیرون جسم یعنی جلد اور بافتوں سے ہے، دماغ کا یہ حصہ مرد کے جسمانی ڈیل ڈول سے متعلق ہے۔

ہائپوتھالمس جسم کا درجہ حرارت اور بھوک پیاس کنٹرول کرتا ہے، عورتوں کی مقابلہ میں یہ مردوں میں ڈھائی گنا بڑا ہوتا ہے۔

پیری ایکوایڈ جنل گرے PAG دماغ کے درمیان موجود گرے میٹر درد قابو کرنے میں مدد کرتا ہے۔

مرد خواتین کی نسبت آٹھ سے نو فیصد بڑے دماغ کے مالک ہوتے ہیں تاہم چھوٹے دماغ کے باوجود خواتین کے نیورانز کی تعداد اور ذہنی کارکردگی مردوں سے کم نہیں

ہائپوتھالمس میں موجود DPN نامی حصہ کا تعلق مرد کے دفاعی نظام اور جارحیت سے ہے۔

دماغ کے مرکز میں وینٹرل ٹیگ مینٹل ایریا مردوں میں زیادہ فعال ہے، لہٰذا بمقابلہ عورت وہ کسی نشہ کا زیادہ رجحان رکھتے ہیں۔

دائیں ہیمی سفیئر کا ایمیگڈالا زیادہ فعال ہونے سے مرد مشکل حالات، خطرات اور چیلنج میں زیادہ جذباتی پختگی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

اور تشویشی بگاڑ میں مبتلا ہو جاتی ہیں۔

ماہرین کے مطابق مردوں اور عورتوں کی دماغی ساخت میں فرق ہونا کسی نقص کی بات نہیں ہے، ذہین دونوں ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ دونوں کی ذہانت کے استعمال کے میدان الگ الگ ہے۔

مرد تسخیری معاملے میں ذہین ہے اور عورت شخصی معاملات میں، مثلاً خدمت، مامتا، آرائش و زیبائش وغیرہ۔ نیوروسائنس کے ماہرین نے عورت اور مرد کے دماغ میں ساختی اختلافات اور کارکردگی کے فرق کو مدِ نظر رکھ کر بہت سارے تجربات کئے ہیں، پروفیسر سائمن کے مطابق نتائج سے معلوم ہوا کہ لڑکیاں انسانی چہروں کو نسبتاً زیادہ غور سے دیکھتی تھیں، جب کہ لڑکوں نے کھلونے میں زیادہ دلچسپی ظاہر کی۔ لڑکیاں گھر کے اندرونی حصے کو عمدہ بنانے کی کوشش کرتی ہیں جب کہ اسی عمر کے لڑکے گھر کے بیرونی حصے کو عمدہ بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ لڑکیاں لڑکوں کی نسبت زیادہ جلدی بولنا شروع کر دیتی ہیں، اور زندگی کے دوسرے برس میں ان کا ذخیرہ الفاظ اپنے ہم عمر لڑکوں سے کہیں وسیع ہوتا ہے۔ اکثر ریسرچ کرنے والوں نے پایا کہ لڑکیوں میں انحصار کا مادہ زیادہ پایا جاتا ہے لڑکوں میں خود مختاری کا مادہ زیادہ پایا جاتا ہے۔

عورت کی ذہانت، عقلی کم اور وجدانی زیادہ ہے۔ عورت عام طور پر کسی واقعے کی تفصیلات کا تجزیہ کئے بغیر اپنی جذباتی قوت، احساس اور وجدان کی مدد سے ایک نتیجہ اخذ کر لیتی ہے۔ اگر کوئی شخص اسے بُری نگاہ سے دیکھے تو وہ فوراً بھانپ جائے گی اور محتاط ہو جائے گی۔

عورت اپنے احساس اور وجدان سے زیادہ کام لیتی ہے لیکن مرد غور و فکر اور منطق پر زیادہ بھروسہ کرتا ہے۔ عورت عام مسائل کے بارے میں فیصلہ کرنے کے بارے میں جلد باز ہوتی ہے۔ اس کے مشورے گہرے غور و فکر کے بجائے کیفیات پر زیادہ مبنی ہوتے ہیں، اسی لئے وہ غلط فہمیوں اور بدگمانیوں میں بھی جلد مبتلا ہو سکتی ہے۔

عورت اور مرد کے تخیل میں بھی فرق ہوتا ہے۔ عورت کا تخیل جاندار اور مسرت انگیز ہوتا ہے۔ وہ مرد کے مقابلے میں خیالی پلاؤ زیادہ پکاتی ہے۔ اسی تخیل کی وجہ سے وہ بے بنیاد اندیشوں سے خائف اور پریشان رہتی ہے اور قیاس آرائیوں اور بدگمانیوں کی وجہ سے اپنی خوشی کا گلہ گھونٹی رہتی ہے۔ اس کے برعکس مرد کا تخیل اعتدال پسند اور تخلیقی ہوتا ہے۔ مرد پیچیدہ مسائل کو آسانی سے سلجھا سکتا ہے اور مادی قوتوں کو مغلوب کر سکتا ہے۔ مرد مستقبل کی جانب زیادہ متوجہ رہتا ہے۔ وہ یہ سوچتا ہے کہ اگر یہ تبدیلی کر دی جائے تو کیا ہو گا؟ لیکن عورت، جو کچھ سامنے موجود ہے اسی کو باقی رکھنا چاہتی ہے۔ عورت مرد کی طرح انقلاب پسند نہیں بلکہ قدامت پرست ہوتی ہے۔ وہ نت نئے راستے تلاش کرنے کے بجائے روایتی راستوں پر چلنا زیادہ پسند کرتی ہے۔ اپنی فطری کمزوریوں کی بناء پر وہ تحفظ چاہتی ہے۔ عورت اپنے آپ کو ماحول سے جلد ہم آہنگ کر لیتی ہے۔

مرد اور عورت دونوں ہی منطق سے کام لیتے ہیں فرق صرف یہ ہے کہ مرد کی منطق نظریات اور اصولوں پر مبنی ہوتی ہے، لیکن عورت کی منطق واقعات اور حادثات پر منحصر ہوتی ہے۔

عورت جذباتیت کی وجہ سے زیادہ جانبدار اور متعصب ہو سکتی ہے۔ کسی بات کا ردعمل عورت پر جلد اور مرد پر دیر میں ہوتا ہے۔ مرد کچھ کہنے یا کرنے سے قبل غور و فکر کرے گا لیکن عورت کو جو کچھ کرنا ہے وہ فوراً کر گزرے گی۔ مرد تجریدی ہوتا ہے اسی لئے وہ کسی مسئلہ کو مختلف حصوں میں بانٹ کر ایک ایک حصے کا تجزیہ کرتا ہے۔ وہ مسئلے کو ہر زاویہ نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اپنے غور و فکر، چھان پھٹک، بحث و تمحیص، منطق وغیرہ کی وجہ سے سائنسی، قومی اور بین الاقوامی مسائل کو بہتر طریقے سے حل کر سکتا ہے۔ لیکن عورت ذاتی اور شخصی مسائل میں فطری طور پر زیادہ دلچسپی لیتی ہے۔ وہ گھر سے باہر کے خطرات مول لینے سے گریز کرتی ہے۔

عورت خود کو اپنے شوہر، بچوں، رشتہ داروں اور سہیلیوں کیلئے وقف کر دیتی ہے۔ خلوص پر مبنی تحسین و ستائش کا ایک لفظ اس کی تمام تکان اور افسردگی کو کافور کر دیتا ہے۔ اگر اس کے خلوص، محبت، ایثار اور قربانی کی قدر نہ کی جائے تو اس کا شیشہ دل چور چور ہو جاتا ہے اور کبھی کبھی وہ زندگی سے مایوس ہو جاتی ہے، لیکن اس میں شک نہیں کہ مرد بھی اپنے خاندان سے محبت کرتا ہے لیکن اس کی محبت جذباتی کم اور عقلی زیادہ ہوتی ہے اور پھر اس کی محبت کا دائرہ زیادہ وسیع ہوتا ہے۔ عورت اپنی جزئیات پسندی کی وجہ سے بچوں کی تعلیم و تربیت، مریضوں کی خدمت وغیرہ عمدہ طریقے سے کر سکتی ہے۔ وہ اسکول میں پڑھائے یا اسپتال میں تیمار داری کرے، ہر جگہ گھریلو ماحول پیدا کر لے گی۔

اس مضمون میں سائنسدانوں اور نفسیات دانوں کے اخذ کردہ نتائج بتانے کا ہمارہ مقصد یہ ہے کہ ہمدردی، حساسیت، جذباتیت، سماجی میل جول، جان پہچان، گپ شپ، نکتہ چینی، زیادہ بولنا اور سننا، جلدبازی، خوف اندیشے، صبر وغیرہ عورت کی فطرت میں شامل ہے....
اس کے برعکس تجزیہ و منطق، خود مختاری، جارحیت، جذباتی پختگی، خطرات مول لینا، برداشت اور کنٹرول کرنا مردوں کی فطرت کا حصہ ہے۔ یہ چیزیں قدرت نے انہیں، ان کی صلاحیتوں، ذمہ داریوں اور ضروریات کے مطابق ودیعت کی ہیں۔

اللہ نے مرد اور عورت کو جسمانی اور ذہنی لحاظ سے اس طرح خلق کیا ہے کہ دونوں ایک دوسرے کے بغیر نا مکمل ہیں۔ دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں۔ فطرت نے ایک کی کسی کمی کو دوسرے کے ذریعے پورا کیا ہے، ایک کو دوسرے کا معاون بنایا ہے، مرد و زن کے اس باہمی تعلق کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح بیان کیا ہے۔ ”وہ تمہارے لیے لباس ہیں اور تم ان کے لیے لباس ہو“.....
[سورہ بقرہ(2): 187]

میاں بیوی کے تعلق کو قرآن نے لباس سے تشبیہہ دے کر اس رشتے کے کئی اوصاف اور تقاضوں کو نہایت عمدگی سے بیان فرمادیا ہے۔

آیئے جائزہ لیتے ہیں کہ لباس انسان کی کتنی ضروریات کی تکمیل کرتا ہے۔

لباس انسان کو موسم کے سرد و گرم سے حفاظت فراہم کرتا ہے، بارش، گرد و غبار سے بچاتا ہے۔

لباس کے ذریعے انسان کی کئی جسمانی خامیوں کی پردہ پوشی ہوتی ہے یعنی لباس کئی برے عیبوں کو چھپا دیتا ہے۔

لباس انسان کی شخصیت کو نکھارتا ہے۔ لباس کا خیال رکھنا انسان کے اچھے ذوق کی نشانی ہے۔ اچھا لباس انسان کو دوسروں کی نظر میں ممتاز بناتا ہے۔

شوہر اور بیوی کو ایک دوسرے کے لیے لباس قرار دینے کا مطلب یہ ہوا کہ اس رشتے میں جڑے ہوئے مرد اور عورت ایک دوسرے کے لیے تحفظ اور بچاؤ کا ذریعہ ہوں گے۔ ایک دوسرے کی خامیوں اور عیبوں کی پردہ پوشی کرنے والے ہوں گے۔ ایک دوسرے کی شخصیت سنوارنے، نکھارنے میں معاون ہوں گے۔ میاں بیوی کا اچھا ساتھ ان کے اعلیٰ ذوق کو نمایاں کرے گا۔ میاں بیوی ایک دوسرے کی عزت اور احترام میں اضافے کا سبب بنیں گے۔

❖

بہترین جوڑا

نکاح کے معاہدے کے ذریعہ مرد اور عورت کے درمیان میاں بیوی کا رشتہ قائم ہوتا ہے۔
مشرقی معاشرے میں یہ رشتہ صرف دو افراد کے ملاپ کا ایک قانونی معاہدہ ہی نہیں بلکہ یہ دو خاندانوں کے درمیان تعلقات کا سبب بھی بنتا ہے۔
میاں بیوی کے اس رشتہ کو دونوں کے لیے محبت و مودت، تسکین وراحت، خوشیوں اور سکون کا ذریعہ ہونا چاہیے۔ اس رشتے کو محبت اور ذمہ داریوں کا ایک ایسا امتزاج بنانا چاہیے جس کے ذریعے کئی دوسرے رشتے مضبوط و مستحکم ہوں۔

میاں بیوی کے درمیان

محبت واحترام پر مبنی خوشگوار تعلقات	کھنچاؤ اور تناؤ پر مبنی کشیدہ تعلقات
❖ ایک دوسرے کے لیے چاہت اور محبت ❖ چاہنے اور چاہے جانے کی جذباتی ضروریات کی تکمیل ❖ جسمانی سرور، آرام اور ذہنی سکون ❖ عورت کے لیے تحفظ تو مرد کے لیے اعتبار اور احترام ❖ ایک دوسرے کے والدین، بہن بھائیوں کے لیے خوشیاں اور اطمینان ❖ آمدنی کے مطابق اخراجات کی کوششیں۔ ❖ اولاد کی اچھی تربیت ❖ خاندان اور معاشرے میں باعزت مقام	❖ ایک دوسرے کے لیے غصہ اور بیزاری ❖ لازمی جذباتی ضروریات کی عدم تکمیل ❖ قربت کے لمحات میں خود غرضی کا غلبہ نتیجہ ذہنی بے سکونی۔ ❖ عورت میں بے یقینی اور خوف، مرد اپنے دوستوں اور رشتے داروں میں طنز اور مذاق کا نشانہ ❖ ایک دوسرے کے والدین، بہن بھائیوں کے لیے تشویش اور فکر مندی ❖ اخراجات پر لڑائی جھگڑے ❖ اولاد پر ایسے ماحول کے منفی اثرات۔ ❖ جو میاں بیوی ایک دوسرے سے لڑتے رہتے ہیں انہیں خاندان اور محلے میں زیادہ احترام نہیں ملتا۔

ازدواجی مسائل سے نجات کے لیے دعائیں

زندگی دھوپ چھاؤں کا نام ہے۔ کبھی خوشی، کبھی غم، کبھی زیادہ کبھی کم۔ کبھی امیدوں سے بھی کہیں بڑھ کر ملتا ہے تو کبھی یقینی کام بھی تکمیل تک نہیں پہنچ پاتا۔
میاں بیوی کا رشتہ بھی خوشی، عزت و احترام، محبت اور تحفظ کی توقعات پر قائم کیا جاتا ہے یہ توقعات پوری ہوتی ہیں لیکن کبھی کبھی کہیں کہیں توقعات پوری نہ ہوں تو اضطراب، رنج یا صدمے جیسی کیفیات کا سامنا بھی ہو سکتا ہے۔
ازدواجی زندگی میں کوئی مسئلہ درپیش ہو تو اصلاح احوال کے لیے اسے خود اپنے رویوں کا جائزہ لینا چاہیے۔ مسائل ومشکلات سے نجات کے لیے عملی کوششوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے دربار میں پورے یقین اور اخلاص کے ساتھ دعا کرنا چاہیے۔

- شوہر مجھ پر اور بچوں پر توجہ نہیں دیتے۔
- ساس نندیں میرے شوہر کو ورغلاتی ہیں۔
- ساس نے میکے جانے پر پابندی لگادی
- بیٹا نہ ہونے پر شوہر اور سسرال والے ناراض ہیں۔
- بیوی فضول خرچ اور جھگڑالو ہے۔
- بیگم میرے والدین کی عزت نہیں کرتی
- بیگم روٹھ کر میکے چلی گئی، الگ گھر کا مطالبہ
- وہ خرچ دینے میں پریشان کرتے ہیں

شوہر مجھ پر اور بچوں پر توجہ نہیں دیتے

مسئلہ: شوہر دفتر سے گھر آکر کمپیوٹر سنبھال کر بیٹھ جاتے ہیں۔ ان کے لیے کتنا ہی اچھا تیار ہوں، انہیں تو جیسے میں نظر ہی نہیں آتی۔ وہ بچوں کی طرف سے بھی بہت لاپرواہیں بچوں سے ان کی پڑھائی کے بارے میں نہیں پوچھتے نہ ہی انہیں گھمانے پھرانے کہیں باہر لے جاتے ہیں۔
دعا: رات سونے سے پہلے اکتالیس مرتبہ سورۂ اخلاص گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کریں کہ آپ کے شوہر بیوی بچوں کے سب حقوق اچھی طرح ادا کرنے کی توفیق عطا ہو۔ یہ عمل کم از کم چالیس روز تک جاری رکھیں۔

ساس نندیں میرے شوہر کو ورغلاتی ہیں

مسئلہ: شادی کو سات سال ہوگئے ہیں۔ مجھے میری ساس نے ہی پسند کیا تھا، شادی کے بعد میں نے ہر طرح سے ان کی خدمت کی لیکن وہ مجھ سے راضی نہ ہوئیں۔ میرے شوہر دبئی میں کام کرتے ہیں، میری ساس نندیں انہیں ٹیلی فون پر میرے خلاف ورغلاتی رہتی ہیں۔ میرے شوہر اکثر تو ان کی باتوں کو نظر انداز کر جاتے ہیں لیکن کبھی وہ ان باتوں پر غصہ ہو کر ٹیلی فون پر مجھے ڈانٹنا شروع ہو جاتے ہیں
دعا: رات سونے سے پہلے 101 مرتبہ سورۂ مریم کی آیت کھیعص اور 101 مرتبہ اسم الٰہی یا رؤف گیارہ

گیارہ مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کریں کہ آپ کی ساس اور نندوں کو آپ کے ساتھ شفقت سے پیش آنے کی توفیق عطا ہو۔ یہ عمل کم از کم چالیس روز تک جاری رکھیں۔

ساس نے میکے جانے پر پابندی لگادی

مسئلہ: میری شادی کو چار سال ہوگئے ہیں۔ میرے شوہر اور سسرال کے دوسرے لوگوں کا رویہ میرے ساتھ بہت اچھا ہے لیکن میری ساس مجھ سے ہر وقت ناراض رہتی ہیں۔ ایک سال پہلے ایک معمولی سی بات کو بہانہ بنا کر انہوں نے میرے میکے جانے پر بھی پابندی لگادی ہے۔ میرے شوہر اپنی والدہ کو بتائے بغیر ڈیڑھ دو مہینے بعد مجھے میری امی سے ملوالاتے ہیں۔ یعنی میں اپنی ساس کی وجہ سے اپنی ماں سے ملنے کے لیے بھی چھپ چھپ کر جاتی ہوں۔

دعا: رات سونے سے پہلے اکتالیس مرتبہ سورہ رعد کی آیت 22-21

وَالَّذِينَ يَصِلُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُونَ سُوءَ الْحِسَابِ O
وَالَّذِينَ صَبَرُوا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَنْفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً وَيَدْرَءُونَ
بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ O

گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کریں کہ آپ کی ساس کو شقاوتِ قلبی سے نجات ملے اور انہیں رشتہ داریاں نبھانے کی توفیق عطا ہو۔ یہ عمل کم از کم چالیس روز تک جاری رکھیں۔

بیٹا نہ ہونے پر شوہر اور سسرال والے ناراض ہیں

مسئلہ: میری تین بیٹیاں ہیں۔ پہلی بیٹی کی پیدائش پر مجھے مبارکباد اس طرح دی گئی چلو مبارک ہو، آئندہ لڑکا ہو جائے گا لیکن یکے بعد دیگرے تین بیٹیاں پیدا ہوئیں تو میرے شوہر اور سسرال والوں کو شدید مایوسی ہوئی۔ میری ساس مجھے کہتی ہیں کہ تیرے نصیب میں بیٹے نہیں ہیں۔ بیٹیوں کی ماں ہونے پر میرے شوہر اور سب سسرال والے مجھ سے ناراض رہتے ہیں۔ میرے شوہر کہتے ہیں کہ بیٹیاں جنی ہیں تو اب ان کے جہیز کا انتظام بھی تو ہی کرنا۔

دعا: رات سونے سے پہلے 101 مرتبہ سورہ نحل کی آیت 72:

وَاللَّهُ جَعَلَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا وَجَعَلَ لَكُمْ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ بَنِينَ
وَحَفَدَةً وَرَزَقَكُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ ۚ أَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُونَ وَبِنِعْمَتِ اللَّهِ هُمْ يَكْفُرُونَ

گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر دعا کریں کہ آپ کے شوہر کو اور سسرال والوں کو صحیح فکر عطا ہو انہیں اللہ کی رحمتوں کا شکر ادا کرنے کی اور اپنی بیٹیوں کا اکرام کرنے اور ان کی اچھی پرورش اور تربیت کرنے کی توفیق عطا ہو۔ یہ عمل نوے روز تک جاری رکھیں۔

بیوی فضول خرچ اور جھگڑالو ہے

مسئلہ: میری شادی کو پندرہ سال ہوگئے ہیں۔ پانچ بچے ہیں، میرا ذاتی کاروبار ہے۔ اپنی بیگم کو گھر کے اخراجات کے لیے ہر ماہ ایک خطیر رقم دیتا ہوں لیکن وہ ہمیشہ پیسوں کی تنگی کا گلہ کرتی رہتی ہے۔ میں اس سے کہوں کہ فضول خرچی مت کرو اور پیسے بجٹ کے مطابق خرچ کرو تو وہ بری طرح جھڑک کر جواب دیتی ہے۔ اس کی طبیعت میں غصہ اور لاپروائی بہت ہے۔ بچوں کا بھی ٹھیک طرح خیال نہیں رکھتی۔ بچوں کے اسکول سے اکثر شکایتیں آتی ہیں۔ ہمارے

درمیان بچوں کی دیکھ بھال اور خرچ میں اعتدال پر اکثر جھگڑا ہوتا رہتا ہے۔

دعا: رات سونے سے 101 مرتبہ سورہ فرقان کی آیت 67:

وَالَّذِينَ إِذَا أَنْفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَٰلِكَ قَوَامًا

گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر اپنی بیگم کا تصور کرکے دم کردیں اور دعا کریں کہ اعتدال اور حسن سلوک کے ساتھ اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے کی توفیق ملے یہ عمل کم از کم چالیس روز تک جاری رکھیں۔

بیگم میرے والدین کی عزت نہیں کرتی

مسئلہ: میری شادی کو سترہ سال ہوگئے ہیں۔ میری بیوی اور والدین میں شروع سے ہی نہیں بنی۔ شادی کے چار سال بعد میں نے اپنی رہائش علیحدہ کرلی۔ اس کے باوجود میری بیوی کو سکون نہیں ہے۔ وہ بات بے بات میری والدہ کی شان میں نازیبا الفاظ کہتی رہتی ہے۔ اس کی بدتمیزیوں کی وجہ سے میرے والدین میرے گھر نہیں آتے۔ میں بچوں کو دادا دادی سے ملوانے کے لیے جاؤں تو میری بیوی کا موڈ سخت بگڑ جاتا ہے۔

دعا: رات سونے سے پہلے اکتالیس مرتبہ سورہ بنی اسرائیل کی آیت 23

وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا ۚ
إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا

گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر اپنی بیگم کا تصور کرکے دم کردیں اور دعا کریں کہ انہیں آپ کے والدین کی عزت کرنے اور ان کے ساتھ ادب و احترام سے پیش آنے کی توفیق عطا ہو۔ یہ عمل کم از کم چالیس روز یا نوے روز تک جاری رکھیں۔

بیگم روٹھ کر میکے چلی گئی، الگ گھر کا مطالبہ

مسئلہ: میری شادی کو ڈیڑھ سال ہوا۔ شادی کے سوا سال بعد بیٹا پیدا ہوا۔ بیٹے کی پیدائش کے بعد میری بیوی تین ہفتوں کا کہہ کر اپنے میکے گئی لیکن بعد میں اس نے سسرال آنے سے صاف انکار کردیا کہ.... اور اس کا مطالبہ ہے کہ اسے علیحدہ مکان لے کر دیا جائے۔ ہم تین بہن اور دو بھائی ہیں۔ میرے بڑے بھائی بیرون ملک رہتے ہیں۔ میں اپنے والدین کو اکیلا چھوڑ کر کس طرح چلا جاؤں....

دعا: رات سونے سے پہلے 101 مرتبہ سورہ بقرہ کی آیت 148:

وَلِكُلٍّ وِجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا ۖ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ ۚ أَيْنَ مَا تَكُونُوا يَأْتِ بِكُمُ اللَّهُ جَمِيعًا ۚ
إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر اپنی بیگم کا تصور کرکے دم کردیں اور دعا کریں کہ انہیں آپ کے والدین کے ساتھ عزت و احترام سے رہنے کی توفیق عطا ہو۔ یہ عمل کم از کم چالیس روز تک جاری رکھیں۔

وہ خرچ دینے میں پریشان کرتے ہیں

مسئلہ: میرے شوہر اچھا خاصا کماتے ہیں لیکن اپنے بیوی بچوں پر خرچ کرنے میں ان کا ہاتھ رُکتا ہے۔ شوہر کی اپنی دکان ہے، اچھی آمدنی ہے، اس کے باوجود ہمارا گھر غریبی کا منظر پیش کرتا ہے۔

جواب: رات سونے سے پہلے 101 مرتبہ سورہ سورۃ النساء کی آیت 128

وَأُحْضِرَتِ الْأَنفُسُ الشُّحَّ ۚ وَإِن تُحْسِنُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا

گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر اپنے شوہر کا تصور کر کے دم کر دیں اور دعا کریں کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کی قدر کرنے اور اپنے اہل و عیال کے حقوق اچھی طرح پورے کرنے کی توفیق عطا ہو۔

یہ عمل کم از کم چالیس روز تک جاری رکھیں۔

شوہر شک کرنے لگے ہیں....

مسئلہ: میری عمر پینتالیس سال اور شوہر کی پچاس سال ہے، میری شادی کو بائیس سال ہو گئے ہیں۔ پانچ بچے ہیں، بیٹی کی شادی کر دی ہے۔ عمر کے اس حصے میں میرے شوہر کو نجانے کیا ہو گیا ہے۔ وہ مجھ پر شک کرنے لگے۔ میری بائیس سالہ رفاقت کا صلہ مجھے طرح طرح کے الزامات کی شکل میں مل رہا ہے، ان کی فضول باتیں سن کر میرا دل چھلنی ہو جاتا ہے۔

الحمدللہ میری صحت اچھی ہے۔ گھر میں مہمان آئے ہوں یا کسی تقریب میں جانا ہو تو میں اچھے کپڑوں کا انتخاب کرتی ہوں اس پر وہ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ تو کس کے لیے تیار ہو رہی ہے۔

دعا: رات سونے سے پہلے 101 مرتبہ سورۂ نحل کی آیت 125

ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ ۖ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ ۚ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَن ضَلَّ عَن سَبِيلِهِ ۖ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ

گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر اپنے شوہر کا تصور کر کے دم کر دیں اور انہیں ہدایت ملنے کی دعا کریں۔ یہ عمل کم از کم چالیس روز یا نوے روز تک جاری رکھیں۔ وضو بے وضو کثرت سے یاہادی یارشید کا ورد کرتی رہیں۔

وہ بچوں کی تعلیم کے خلاف ہیں

مسئلہ: میرے شوہر موٹر مکینک ہیں۔ ان کا موٹر مکینک کے ساتھ ساتھ ڈینٹنگ پینٹنگ کا بہت اچھا کام ہے۔ میرے پانچ بچے ہیں، تین بیٹے، دو بیٹیاں... میں چاہتی ہوں کہ میرے بچے اچھے اسکول میں اعلیٰ تعلیم حاصل کریں لیکن میرے شوہر کہتے ہیں کہ تعلیم پر وقت ضائع کرنا فضول ہے، اس سے بہتر ہے کہ لڑکے ہنر سیکھیں۔ وہ کہتے ہیں زیادہ سے زیادہ آٹھویں کے بعد لڑکوں کو ورکشاپ پر آ کر میرے ساتھ کام میں لگ جانا چاہیے۔ میری دلی خواہش ہے میرے بچے تعلیم حاصل کرنے کے بعد اپنے باپ کا ہاتھ بٹائیں۔

دعا: رات سونے سے پہلے 101 مرتبہ سورہ الزمر کی آیت:

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۗ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ

گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر اپنے شوہر کا تصور کر کے دم کر دیں اور دعا کریں کہ انہیں علم کی عظمت اور اہمیت کا ادراک ہو اور وہ اپنے بچوں کو اعلیٰ تعلیم کے ساتھ ہنر سکھانے کے قائل ہو جائیں۔ یہ عمل نوے روز تک جاری رکھیں۔

ازدواجی زندگی کی تلخیوں کا اثر بچوں پر

ارشد بہت خوش تھا کیونکہ آج اسے پورے مہینے کی محنت کا صلہ سیلری کی صورت میں ملا تھا۔ شام کو آفس کا کام ختم کر کے گھر جانے سے پہلے وہ سوچ رہا تھا کہ بچوں اور بیوی (سیما) کے لیے کچھ خریداری کی جائے۔ مگر اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا لیا جائے۔ انہی سوچوں میں وہ دفتر سے نکل کر بس اسٹاپ پہنچا تو معلوم ہوا کہ CNG کی بندش کی وجہ سے پبلک ٹرانسپورٹ بہت کم سڑک پر نظر آ رہی ہے۔ وہ بس کے انتظار میں تھا کہ سیما کا فون آیا اس نے کچھ چیزیں لانے کو کہا تھا۔ فون پر سیما کا موڈ بہتر لگ رہا تھا۔ عام دنوں میں وہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر لڑائی جھگڑا شروع کر دیتی اور بعض اوقات جھگڑا بہت بڑھ جاتا۔

ارشد گھر، بیگم اور بس کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ سامنے سے ایک تیز رفتار کار آئی اور سڑک پر پڑے پانی پر اس تیز رفتاری سے گزری کہ

مشکور الرحمن

کسی فلسفی سے میاں بیوی کے رشتے کی مضبوطی کے بارے میں سوال کیا گیا تو اس کا کہنا تھا کہ "یہ رشتہ اتنا ہی مضبوط ہے جتنا کہ یہ نازک ہوتا ہے۔" اس جملے پر غور کیا جائے تو اس میں چھپے حقائق بہت واضح ہو کر سامنے آ جاتے ہیں کیونکہ میاں بیوی کا کوئی عارضی ساتھ نہیں ہوتا بلکہ عمر بھر ایک دوسرے کی خوبیوں اور کمزوریوں کے ساتھ زندہ رہنا ہوتا ہے لازمی سی بات ہے جہاں دو ذہن ہوں گے وہاں سوچنے کا انداز بھی ایک دوسرے سے کہیں نہ کہیں متصادم ہو گا، یہی وہ اہم نکتہ ہے جہاں اکثر میاں بیوی ڈگمگا جاتے ہیں اور ایک دوسرے کے سمجھنے میں ناکام رہتے ہیں۔ یوں بحث کا آغاز ہوتا ہے جو ختم ہونے ہی کو نہیں آتی۔ بعض اوقات تلخی بڑھ جاتی ہے اور محسوس ہونے لگتا ہے کہ جیسے آپ کسی کچی ڈور سے بندھے ہوئے ہیں جو کسی بھی وقت ٹوٹ سکتی ہے۔ ایسی صورت میں میاں بیوی ایک دوسرے کے ساتھ رہتے تو ہیں لیکن اپنے اپنے خول میں بند، اپنے اپنے حصار میں قید، انہیں ایک دوسرے کے جذبات کا احساس نہیں ہو پاتا، اگر احساس ختم ہو جائے تو بے حسی پیدا ہو جاتی، جس کی وجہ سے رشتے میں تناؤ پیدا ہوتا ہے اور ایک دوسرے کی موجودگی ناگوار گزرتی ہے، جو آہستہ آہستہ ناقابل برداشت ہو کر نفرت میں بدل جاتی ہے۔ یہ تمام حالات واقعات بچوں کو بری طرح متاثر کرتے ہیں۔ ایسے ماحول میں پرورش پانے والے اکثر بچوں کی شخصیت منفی طور پر متاثر ہوتی ہے۔

ارشد اور اس کے ساتھ بس کے انتظار میں کھڑے لوگوں کے کپڑے خراب ہوگئے۔ لوگ کار والے پر اپنے غصے کا اظہار کر رہے مگر کار والا بغیر رکے پیچھے مڑ کر ہلکا سا تبسم چہرے پر سجائے آگے بڑھ گیا۔ کافی انتظار کے بعد ایک بس آہستہ آہستہ اسٹاپ پر آئی۔ مگر اس قدر رش تھا کہ ارشد اس میں سوار نہ ہوسکا۔ پھر اس نے فیصلہ کیا کہ کیوں نہ چنگ چی کے ذریعہ سفر کیا جائے۔ چنگ چی کی سواری بھی عجیب ہے۔ تین لوگ بمشکل آگے والی سیٹ پر بیٹھے ارشد کو درمیان میں جگہ ملی۔ تین افراد پیچھے سوار تھے۔ مگر چنگ چی والا اب بھی چلنے کو تیار نہ تھا۔ پھر دو افراد کو اس نے اپنے ساتھ بٹھایا اور بائیک اسٹارٹ کی۔ راستے میں دکانیں قیمتی سامان سے بھری ہوئی تھیں راشد کی خواہش تھی کہ وہ سیما کے لیے کوئی بہت ہی قیمتی شے لے مگر جیب اس کی اجازت نہیں دے رہی تھے وہ لجاتی ہوئی نظروں سے دکانوں پر سجی اشیاء کو دیکھتا رہا۔ خدا خدا کرکے ارشد اپنے مطلوبہ اسٹاپ پر پہنچا۔ چنگ چی سے اترتے ہی ایک دکان پر راشد کو ایک خوبصورت شال نظر آئی اس نے وہ سیما کے لیے خریدی پھر بچوں کے لیے ٹافی اور بسکٹ لیے۔ ابھی وہ خریداری میں مصروف تھا کہ بجلی چلی گئی چاروں طرف اندھیرا پھیل گیا اور ذہن تاریکی میں ڈوب گیا۔ بجلی جانے کی وجہ سے سیما نے جو چیزیں منگوائی تھیں ارشد انہیں لینا بھول گیا۔ گھر پہنچا تو بیگم غصے سے بھری بیٹھی تھی۔ یہ آنے کا وقت ہے۔ کہاں گل چھرے اڑا رہے تھے۔ میں کب سے انتظار کر رہی ہوں کہ تمہیں جن چیزوں کا کہا ہے لے کر آؤ گے تو کھانا تیار کروں گی۔ کہاں ہے سامان....؟

بیگم میں تمہاری شال خرید رہا تھا کہ بجلی چلی گئی اور میں تمہاری بتائی ہوئی چیزیں لانا بھول گیا۔ یہ لو تمہارے لیے بڑی محبت سے خوبصورت شال لایا ہوں باقی چیزیں ابھی لے آتا ہوں۔ بیگم پھنکاری.... بھاڑ میں گئی تمہاری شال۔ کیوں لائے ہو..... کیا کروں گی اس کا اور اب کوئی ضرورت نہیں ہے سامان لانے کی.... میں تمہاری ملازمہ نہیں ہوں جو تمہارے لیے کھانے پکا کر رکھوں۔ سارا دن گھر کے کاموں میں گزر جاتا ہے۔

ارشد معصومیت سے بولا بیگم CNG کی بندش کی وجہ سے میں بھی بمشکل گھر تک پہنچا ہوں یہ لو سیلری.... سیما نے بے دل سے سیلری لے کر نوٹ گنے۔ اتنی کم.... بیگم تمام پیسے تو میں نے تمہیں دے دیے ہیں۔

مجھے معلوم ہے کہ تم ساری تنخواہ گھر نہیں لاتے بلکہ اپنے بہن بھائیوں میں تقسیم کر دیتے ہو۔ ارشد ویسے ہی اذیت ناک سفر کرکے گھر آیا تھا اور اس کا جسم تھکن سے چور چور ہو رہا تھا۔ سیما کے رویے سے وہ بھی بھڑک اٹھا۔

تم اپنے آپ کو سمجھتی کیا ہو، میرا جینا حرام کر دیا۔ مجھے میرے بہن، بھائیوں سے جدا کر دیا ہے۔ تمہاری ہر وقت کے لڑائی جھگڑوں نے مجھے اعصابی مریض بنا دیا ہے۔ آدمی دو گھڑی گھر میں سکون کے لیے آتا ہے مگر تم نے تو گھر کو جہنم بنا دیا ہے۔

اب دونوں کی آواز انتہائی بلند تھی اور کوئی بھی خاموش ہونے کو تیار نہ تھا۔

ارشد روز روز کے لڑائی جھگڑوں سے دفتر میں بھی اپ سیٹ رہتا۔ اکثر آفس کے کاموں میں غلطیاں ہوجایا کرتی۔ باس سے ڈانٹ پڑتی یکسوئی نہ ہونے کی وجہ سے اس کی پرموشن بھی اب تک نہیں ہوسکتی تھی۔

ارشد کے تین بچے دو بیٹے عدنان اور کامران اور ایک بیٹی نورین تقریباً ہر روز سہمے ہوئے یہ منظر دیکھا کرتے تھے۔ گھر میں میاں بیوی کی تلخ کلامی سے جہاں ان دونوں کی صحت پر برا اثر پڑ رہا تھا وہاں بچے بھی شدید متاثر ہو رہے تھے۔ بڑا بیٹا عدنان ماں باپ کی روز کی لڑائی سے تنگ آکر زیادہ وقت گھر سے باہر گزارتا۔ اسکول جانے کے بجائے اپنے سے بڑوں لڑکوں کے ساتھ سارا سارا دن آوارا گردی کرتا۔ بدتمیز، بدتہذیب اور بد اخلاق ہوتا جارہا۔ والدین کی نافرمانی کرنے لگا ہے اگر والدین نصیحت کریں تو زبان چلانے لگتا ہے۔ اس سے چھوٹا بیٹا کامران تنہائی پسند ہوگیا، اس میں اعتماد بالکل نہیں رہا اور وہ احساس کمتری میں مبتلا ہوگیا۔ نہ اسے اپنے مستقبل کی پرواہ ہے اور نہ حال کی فکر۔ اس نے اسکول جانا چھوڑ دیا، ارشد اور سیما نے سختی بھی کرکے دیکھ لی مگر وہ لوگوں کا سامنا کرتے ہوئے گھبراتا تھا۔ غصے میں خود کو اذیت پہنچاتا اور گھر کی چیزیں توڑ دیتا۔ بیٹی سارا سارا دن پڑوس کی بچیوں کے ساتھ کھیلتی رہتی۔ اسے بھی پڑھنے کا شوق نہیں تھا۔

ایک روز عدنان کو اس کا ایک دوست اپنے ساتھ گھر لے گیا۔ عدنان کا یہ دوست سگریٹ پیا کرتا تھا مگر کبھی اس نے عدنان کو سگریٹ پینے کی آفر نہیں کی تھی۔ جب عدنان ان کے گھر گیا تو دوست کا بڑا بھائی بھی عدنان سے خوش دلی سے ملا یہ وہ سگریٹ پی رہا تھا۔ اس نے بڑی اپنائیت سے اسے سگریٹ کی آفر کی پہلے تو عدنان نے انکار کیا لیکن دوست کا بھائی کہنے لگا یار اس عمر میں انجوائے نہیں کروگے تو کب کروگے! پیو اس سے کچھ نہیں ہوتا، دوست کے بڑے بھائی نے اس اپنائیت سے عدنان کو سگریٹ کی آفر کی تھی کہ عدنان انکار نہ کر سکا۔ اس طرح عدنان آہستہ آہستہ سگریٹ کا عادی بن گیا۔ دوست کی والدہ بھی عدنان سے بہت محبت و شفقت سے پیش آئیں۔

اب اکثر عدنان کا دوست کے گھر آنا جانا رہنے لگا۔ ارشد اور سیما پوچھتے تو وہ بدتمیزی سے کہتا میرے دوست کے گھر والے آپ لوگوں سے بہت اچھے ہیں۔ مجھے اس گھر سے اور آپ لوگوں سے نفرت ہوگئی ہے۔ دل چاہتا ہے اس گھر میں کبھی قدم نہ رکھوں۔ ایک ہمارا گھر ہے جہاں لڑائی جھگڑا رہتا ہے اور ایک وہ دوست کا گھر ہے جہاں صرف محبت ہی محبت ہے....!

ارشد اس کا ذمہ دار سیما کو سمجھتا جبکہ سیما ارشد سے کہتی کہ تمہارے پاس بچوں کے لیے وقت ہی کہاں ہے....؟ اکثر اسکول سے ان کی شکایت آتی ہیں۔ کبھی تم نے نہ ہی ان کا ہوم ورک چیک کیا اور نہ ہی اسکول گئے۔ بچے پیار کے بھوکے ہوتے ہیں۔ گھر میں جب پیار نہیں ملے گا تو باہر جائیں گے لیکن سیما بچوں کو تم بھی تو وقت دے سکتی ہو۔

ارشد غصے سے بولا۔

میرے پاس وقت ہی کہاں ہوتا ہے سارا دن گھر کے کاموں میں گزر جاتا ہے اس طرح تکرار پھر شروع ہوجاتی۔ ارشد کا قصور یہ تھا کہ وہ آفس اور اپنے کام میں بہت زیادہ مصروف رہتا تھا۔ جبکہ سیما اپنے ٹی وی ڈراموں اور اچھے خاندانی معاملات میں دلچسپی لینے کی وجہ سے بچوں پر توجہ دے ہی نہیں پاتی تھی۔

ارشد اور سیما کے رویوں سے بچوں کی تربیت پر منفی اثرات مرتب ہو رہے تھے اور سیما اور ارشد کی اس طرح ازدواجی زندگی بھی تلخیوں سے دوچار تھی۔

ہمارے والد کے ایک دوست جو اپنی عمر سو سال

بقیہ: صفحہ 197 پر ملاحظہ کیجیے

بہترین جوڑا نمبر

وہ بدل گئے ہیں....

اویس وقیع انصاری

بابر کی دلہن بننے پر شمائلہ بے انتہا خوش تھی۔ بابر ایک خوبرو، خوش اخلاق، اعلیٰ تعلیمیافتہ بزنس مین ہیں۔ یہ چار بھائی اور تین بہنیں ہیں۔ بابر کے دو بھائی اور دو بہنیں شادی شدہ ہیں۔ دو بڑے بھائی اپنی اپنی فیملی کے ساتھ ملک سے باہر رہتے ہیں۔ بابر کے بہن بھائیوں میں آپس میں بہت محبت اور بے تکلفی ہے۔

شمائلہ دلہن بن کر بابر کے گھر آئی تو سب نے اسے بہت عزت دی۔ شمائلہ کو بابر نے بھرپور محبت اور توجہ سے نوازا۔

شادی کے بعد شمائلہ کو ایسا لگتا تھا کہ وہ خوابوں کی وادی میں رہ رہی ہے۔ وقت جیسے پر لگا کر اڑ رہا تھا۔ بابر کی محبت کے خمار میں شمائلہ کو پتہ ہی نہ چلا کہ دن ہفتوں میں ہفتے مہینوں میں مہینے سالوں میں کب ڈھل گئے۔ اس دوران شمائلہ دو خوبصورت بیٹوں کی ماں بن چکی تھی۔ بابر اور شمائلہ کے ساتھ پورا خاندان ان بچوں پر جان چھڑکتا تھا۔ شمائلہ کے والدین اور بہن بھائی بھی شمائلہ اور بابر کے محبت بھرے تعلقات اور اس گھر کے جنت جیسے ماحول سے بہت خوش تھے۔

بابر کا اپنا کاروبار ہے۔ وہ کبھی شام کو جلدی گھر آجاتے کبھی انہیں دیر ہو جاتی۔ بابر ہر دوسرے تیسرے دن دفتر سے گھر لوٹتے ہوئے شمائلہ کے لیے کبھی پھولوں کے گجرے لاتے، کبھی اس کی پسندیدہ چاکلیٹ لے کر آتے اور کبھی کوئی خوبصورت کپڑا۔

بابر کو شوخ رنگ اور خوبصورت پرنٹ بہت پسند ہیں۔ بابر کبھی شمائلہ کو اپنے ساتھ بازار لے جا کر اس کے لیے کپڑے خریدتے، کبھی خود ہی بازار جا کر اس کے لیے کوئی کپڑا یا پھر کسی بوتیک سے نازک کاموں والا کوئی حسین سا سوٹ خرید کر لے آتے۔ بابر ملک سے باہر جاتے تو اپنی چہیتی شمائلہ کے لیے دو تین قیمتی پرفیومز ضرور خرید کر لاتے۔

شمائلہ نے کئی بار کہا بھی کہ بابر.... ! میرے پاس اچھے اچھے، بہت سوٹ ہو گئے ہیں۔

بابر کہتے.... ارے بھئی.... مجھے کوئی کپڑا اچھا لگے تو میرا جی چاہتا ہے کہ تم اسے پہنو۔ سو تمہارے لیے خرید لیتا ہوں اور جب تم اسے پہن کر مجھے دکھاتی ہو تو مجھے بہت خوشی ہوتی ہے۔

ایسی باتیں کرتے ہوئے کبھی بابر کچھ شوخ بھی ہوجاتے۔ ان کی نظروں میں خمار اترنے لگتا۔ بابر کے اس انداز پر شمائلہ شرماکر سرخ ہوجاتی....

شمائلہ اور بابر کی زندگی خوشیوں کے دوش پر محوِ سفر تھی۔

شوہر کی بھر پور محبت اور توجہ مل رہی ہو، صحت مند خوبصورت اولاد ہو، مالی آسودگی ہو، اپنا کچن ہو، سسرالی رشتہ دار بھی محبت کرتے ہوں.... مشرقی عورت کو پھر اور کیا چاہیے۔

شادی کے پانچویں سال شمائلہ پھر امید سے ہوئی۔ کاروباری مصروفیات کی وجہ سے بابر اب شمائلہ کو پہلے کی طرح وقت تو نہیں دیتے تھے لیکن شمائلہ کی ضروریات کا پورا خیال رکھ رہے تھے۔ شمائلہ چاہتی تھی کہ بابر اس کے ساتھ اسی طرح وقت گزاریں جس طرح پہلی اور دوسری پریگننسی میں گزارا تھا۔ بابر اب اتنا زیادہ وقت شمائلہ کو نہیں دے پارہے تھے۔

شمائلہ نے اس بات کو شدت سے محسوس کیا۔ اسے خیال آیا کہ بابر اب بدل گئے ہیں۔

کچھ دنوں تک تو شمائلہ ان خیالات کو جھٹک کر خود کو نارمل رکھنے کی کوشش کرتی رہی لیکن ایک دن اس سے رہا نہ گیا اس نے بابر سے پوچھ ہی لیا۔

بابر..... مجھے ایسا کیوں لگ رہا ہے کہ میں اب پہلے کی طرح آپ کی توجہ کا مرکز نہیں ہوں۔

یہ بات بابر کے لیے شاید بالکل ہی غیر متوقع تھی۔ شمائلہ کی زبانی یہ سن کر انہیں ایک دھچکا سا لگا اور وہ کچھ خاموش سے ہوگئے۔ بابر کے اس انداز سے شمائلہ نے یہ سمجھا کہ اس کی بات کا بابر کے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔ شمائلہ نے اس کا مطلب یہ نکالا کہ اسے جو خیالات آرہے ہیں وہ صحیح ہیں۔

محبت ایک ایسے درخت کی طرح ہے جسے اقرار اور تائید کے ذریعے مسلسل آبیاری کی ضرورت رہتی ہے۔ محبت کا یہ درخت کبھی بادلوں سے برسنے والی پھوار میں اوپر سے نیچے تک بھیگ جانا چاہتا ہے۔ کبھی اس کی جڑوں کو زمین سے پانی کی ضرورت ہوتی ہے۔

نہیں شمائلہ..... ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ تم مجھے بے انتہا عزیز ہو۔ تم پریگننٹ ہو، اس حالت میں تو ایسے خیالات کو بالکل اہمیت نہ دو۔ ان باتوں سے تمہاری صحت کے ساتھ ساتھ ہمارے ہونے والے بچے پر بھی برا اثر پڑ سکتا ہے۔

لیکن آپ خود غور کیوں نہیں کرتے۔ میرے پہلی اور دوسری پریگننسی میں اپنی خوشیاں آپ میرے ساتھ کس طرح شیئر کر رہے تھے۔ میرے ساتھ کس طرح سیلیبریٹ کر رہے تھے۔

میں اب بھی بہت خوش ہوں، اللہ نے ہمیں دو بیٹے عطا کئے ہیں۔ میری خواہش ہے کہ ہماری ہاں بیٹی بھی پیدا ہو۔ اس بار تمہاری پریگننسی سے مجھے اپنی اس خواہش کی تکمیل ہوتی بھی محسوس ہو رہی ہے۔

انشاء اللہ ہماری فیملی ہر طرح سے کمپلیٹ ہو گی مگر میں آپ کے رویے سے فکر مند رہتی ہوں۔ مجھے

لگتا ہے کہ آپ بدل رہے ہیں۔ آپ کی پہلے جیسی توجہ مجھ پر نہیں ہے۔

بابر اپنا سر پکڑ کر بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر بعد بولے یار.....! میں تمہیں کیسے یقین دلاؤں کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ اب میری دفتری مصروفیات بہت بڑھ گئی ہیں اس لیے اب میں گھر پر پہلے جتنا وقت نہیں دے پاتا لیکن..... میں بدل گیا ہوں، تمہاری یہ آبزرویشن صحیح نہیں ہے۔

مجھے آپ کے رویے میں تبدیلی محسوس ہو رہی ہے جب ہی تو آپ کو بتا رہی ہوں....

دیکھو.....! ایسی باتیں سوچ کر تم اپنے آپ کو ہلکان مت کرو..... لیکن شمائلہ مطمئن نہ ہوئی۔

عورت چاہتی ہے کہ اس کا محبوب بار بار اسے جتائے کہ وہ اس سے شدید محبت کرتا ہے۔ اپنی اس سوچ کی وجہ سے عورت بار بار اور نت نئے طریقوں سے محبت کا اظہار چاہتی ہے۔ شوہر کی طرف سے اس اظہار میں کمی آجائے تو عورت کو اپنی زندگی میں شدید کمی محسوس ہونے لگتی ہے۔

اس معاملہ میں شمائلہ نے کئی بار بابر سے بات کی۔ اس مسئلہ پر دونوں کے درمیان نوک جھوک بھی ہونے لگی تھی۔ اب بابر خود ہی شمائلہ سے دور دور رہنے لگے۔

بابر کے رویے میں تبدیلی اور اپنے ان خیالات کا اظہار شمائلہ نے اپنی ایک پرانی سہیلی نسیمہ سے کیا۔ نسیمہ کی شادی کو آٹھ سال ہوچکے تھے اور ان کے تین بچے ہیں۔

نسیمہ اپنی دوست شمائلہ اور بابر کے محبت بھرے تعلقات سے خوب واقف تھی۔ خود نسیمہ اور اس کے شوہر فراز کے درمیان بہت اچھے تعلقات تھے یعنی دونوں سہلیاں اپنے اپنے گھر میں بہت خوش تھیں۔

کل تم میرے ہاں آنا آرام سے بیٹھ کر باتیں کریں گے۔

ٹھیک ہے۔ میں بابر سے بارے میں بات کرتی ہوں۔

رات کو شمائلہ نے بابر سے نسیمہ کے گھر جانے کی بات کی تو انہوں نے کہا کہ ہاں.... ضرور جاؤ اور میں بھی نسیمہ کے شوہر سے فون پر بات کروں گا۔

اگلے روز اپنے گھر پر شمائلہ کی بات سن کر نسیمہ نے کہا کہ اس موضوع پر بابر بھائی کے ساتھ بات کرنے سے پہلے تمہیں اپنے خیالات کو خود ہی جانچنا چاہیے تھا۔

کیا مطلب.....

کیا میں غلط ہوں.....؟

شمائلہ نے کچھ ناراض سی نظروں سے اپنی دوست کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

میری پیاری دوست، ہر انسان صحیح اور غلط کا مجموعہ ہوتا ہے۔ سات ارب انسانوں میں سو فیصد صحیح تو کوئی بھی نہیں ہے۔ ہر شخص میں کوئی نہ کوئی کمی تو ہوتی ہے۔

ہاں.... ویسے تمہاری یہ بات تو سو فیصد صحیح ہے۔ شمائلہ مسکراتے ہوئے بولی

ثبات اک تغیر کو ہے زمانے میں.... شمائلہ کی بات سن کر نسیمہ بھی مسکراتے ہوئے یہ مصرعہ پڑھا اور بولی پریگننسی کے دنوں میں عورت اپنے لیے زیادہ توجہ اور زیادہ وقت چاہتی ہے لیکن یہ پریگننسی کے دن ہوں یا عام دن اپنے شوہر کی مصروفیات کو بہر حال مد نظر رکھنا چاہیے اور ایک اہم بات یہ کہ زندگی میں کبھی بھی شوہر کے ساتھ زیادہ ڈیمانڈنگ نہیں ہونا چاہیے۔

تو کیا تم یہ سمجھتی ہو کہ میں غلط طور پر ڈیمانڈنگ ہو رہی ہوں۔

دیکھو.... تم بابر بھائی سے بے انتہا محبت کرتی ہو۔ یہ محبت جو ہے نا یہ بھی ایک عجیب جذبہ ہے۔ اس جذبے کی ایک خاصیت یہ ہے کہ اسے بار بار اقرار اور تائید کی ضرورت پڑتی ہے۔ محبت جتنی پرانی ہوتی جائے اتنی گہری اور مضبوط ہوتی رہنی چاہیے مگر....

مگر کیا....

مگر یہ کہ محبت ایک ایسے درخت کی طرح ہے جسے اقرار اور تائید کے ذریعے مسلسل آبیاری کی ضرورت رہتی ہے۔ محبت کا یہ درخت کبھی بادلوں سے برسنے والی پھوار میں اوپر سے نیچے تک بھیگ جانا چاہتا ہے۔ کبھی اس کی جڑوں کو زمین سے پانی کی ضرورت ہوتی ہے۔

ہاں تو ٹھیک ہے نا.... عورت نازک احساسات کی مالک ہوتی ہے۔ وہ چھوٹی چھوٹی باتوں سے خوش ہوجاتی ہے تو معمولی سی ٹھیس اسے بہت تکلیف بھی دیتی ہے۔

تمہاری یہ بات بالکل ٹھیک ہے شائلہ.... لیکن محبت کے معاملے میں مرد اور عورت کے تقاضوں اور بی ہیویئر (Behavior) میں فرق ہوتا ہے۔ اس فرق کو ہمیشہ سامنے رکھنا چاہیے۔

اچھا.... وہ فرق کیا ہے....؟ شائلہ نے اپنی دوست سے ہنستے ہوئے پوچھا۔

مرد اور عورت ایک دوسرے کے ساتھ محبت کی ڈور میں بندھے ہوں تو مرد کے لیے عورت کا ایک بار کا کہا ہوا طویل عرصے تک اطمینان کا باعث رہتا ہے لیکن عورت چاہتی ہے کہ اس کا محبوب بار بار اسے جتائے کہ وہ اس سے شدید محبت کرتا ہے۔ اپنی اس سوچ کی وجہ سے عورت بار بار اور نت نئے طریقوں سے محبت کا اظہار چاہتی ہے۔ شوہر کی طرف سے اس اظہار میں کمی آجائے تو عورت کو اپنی زندگی میں شدید کمی محسوس ہونے لگتی ہے۔

> محبت کے معاملے میں مردوں کے انداز اور عورتوں کے انداز میں فرق ہوتا ہے۔ جذبات کے معاملے میں عورت زیادہ ڈیمانڈنگ ہوتی ہے۔

بھئی واہ.... تم نے عورت کے احساسات کی خوب ترجمانی کی ہے۔ یہ سب کچھ میں بھی سوچتی تو ہوں مگر ان احساسات کو الفاظ میں بیان نہیں کرپاتی تھی۔ تم نے شادی کے بعد مجھے بتائے بغیر سائیکلوجی میں ڈگری تو نہیں لے لی....

ارے نہیں.... میں نے سائیکلوجی نہیں پڑھی۔

پھر.... محبت کے تقاضوں اور عورت کے احساسات پر اس قدر اچھی باتیں کس طرح کررہی ہو۔ شادی سے پہلے تو تم اس طرح باتیں نہ کرتی تھیں۔ اب ان باتوں کی اتنی اچھی تشریح کس طرح....؟

شائلہ کو اس طرح حیران دیکھ کر نسیمہ مسکراتے ہوئے کہنے لگی....

بس یہ سمجھ لو کہ یہ سب میرے ٹیچر کی وجہ سے ہوا۔

ٹیچر....! کون....؟

فراز اور کون....

فراز بھائی.... تمہارے شوہر

ہاں.... فراز میرے شوہر بھی ہیں، میرے محبوب بھی ہیں اور وہی میرے ٹیچر بھی ہیں۔

منگنی کے بعد جب فراز سے بات چیت شروع ہوئی تو مجھے احساس ہوا کہ فراز زندگی کو بہت پیار کے ساتھ اور بہت مثبت انداز میں دیکھتے ہیں۔ مجھے مختلف معاملات میں ان کی سوچ، ان کی اپروچ بہت اچھی لگی۔ فراز کے لیے میری چاہت میں دن بدن اضافہ ہونے لگا۔ شادی کے بعد فراز میرے محبوب ہی نہیں، میرے ٹیچر بھی بن چکے تھے۔ فراز کی بظاہر عام سی باتیں بھی بعض اوقات بہت گہری اور بہت معنی خیز ہوتی ہیں۔

ہاں واقعی.... فراز بھائی سے گفتگو کرتے ہوئے مختلف باتوں کے نئے نئے پہلو سامنے آتے ہیں۔

اپنے جیجا جی کے بارے میں تمہاری آبزرویشن بالکل صحیح ہے۔ فراز بھی بس آتے ہی ہوں گے۔

شائلہ دوبارہ اپنے اصل موضوع پر آتے ہوئے بولی .... تم کہہ رہی تھیں کہ محبت بار بار اقرار اور تائید چاہتی ہے۔

ہاں.... بات یہ ہو رہی تھی کہ عورت چاہتی ہے کہ اسے بار بار جتایا جائے کہ اسے چاہا جارہا ہے اور محبوب کا یہ جتانا الفاظ اور کیئر دونوں صورتوں میں ہونا چاہیے۔

> **محبت کرنے والی ہر عورت کو اپنے شوہر کی چھوٹی چھوٹی ضروریات کا خیال رکھ کر بہت خوش حاصل ہوتی ہے۔ شوہر کے کام کاج کرنا اس عورت پر کوئی بوجھ نہیں بلکہ اس کے لیے راحت کا سبب بنتے ہیں۔**

بالکل صحیح بات ہے۔ کیا یہ خواہش عورت کا حق نہیں ہے....؟

تم اسے حق بھی کہہ سکتی ہو.... مگر اس میں ایک پرابلم یہ ہے کہ یہ خواہش روز بروز بڑھتی رہتی ہے۔ دیکھو....! جس عورت کو زیادہ پیار مل رہا ہو اس میں چاہے جانے کا تقاضہ مزید شدت اختیار کرنے لگتا ہے۔

تو اس میں کیا غلط ہے....؟

اس میں غلط یہ ہے کہ عورت مرد کے محبت بھرے تعلقات میں جب ایک ٹھہراؤ آتا ہے تو کوئی عورت یہ سمجھنے لگتی ہے کہ اس کا شوہر اب اس سے پہلے کی طرح محبت نہیں کرتا۔ عورت کا ایسا سمجھ لینا کئی مسائل کا سبب بن سکتا ہے۔

بھئی محبت میں ٹھہراؤ کیوں آئے....؟ تم نے خود ہی تو کہا کہ محبت کا جذبہ مسلسل اقرار اور تائید چاہتا ہے اور یہ تو ہر عورت چاہے گی کہ اس کے شوہر کی چاہت میں اس کے لیے مسلسل اضافہ ہوتا رہے۔

لیکن یہ بات بھی یاد رکھنا چاہیے کہ محبت کے معاملے میں مردوں کے انداز اور عورتوں کے انداز میں فرق ہوتا ہے۔ جذبات کے معاملے میں عورت زیادہ ڈیمانڈنگ ہوتی ہے۔ ایک بات یہ کہ شوہر کی طرف سے اظہار محبت نہ صرف اس کے لیے جذباتی تسکین کا سبب بنتا ہے بلکہ اس اظہار محبت سے تحفظ کا احساس بھی تقویت پاتا ہے۔ شوہر کی طرف سے اظہار محبت میں کمی آنے لگے تو عورت جذباتی ناآسودگی کے ساتھ ساتھ بے یقینی اور خوف میں بھی مبتلا ہونے لگتی ہے۔

او.... یس.... اٹ از رائٹ.... کبھی کبھی مجھے یہ خیال بھی آتا ہے کہ بابر کی زندگی میں میری اہمیت کم تو نہیں ہو رہی....

ان دونوں سہیلیوں میں یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ فراز بھی گھر آگئے۔ سلام دعا کے بعد اس موضوع پر دوبارہ بات شروع ہوئی۔ نسیمہ نے اپنے شوہر فراز کو شائلہ کی کیفیات اور ان دونوں کے درمیان ہونے والی باتوں کا خلاصہ بھی پیش کردیا۔

شائلہ بھابھی....! بابر بھائی آپ کو پہلے کی طرح وقت نہیں دے پارہے، اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ ان کی زندگی میں آپ کی اہمیت کم ہو رہی ہے۔

مگر فراز بھائی....! اپنے آپ کو یہ بات سمجھانا اتنا آسان نہیں ہے۔

ہاں یہ بات سمجھنا اور خود کو اس پر قائل کرنا واقعی آسان نہیں ہے.... لیکن اگر آپ اپنے شوہر کی شخصیت کو، اس کے مزاج کو سمجھ لیں تو پھر آپ کے دل میں وسوسے، بے یقینی اور خوف کے امکانات کم سے کم ہوجائیں گے۔

> ایک اچھی بیوی بننے کے لیے عورت کو اپنے شوہر کی ضروریات کی خیال رکھنے کے ساتھ ساتھ اس کی ایک بہترین رفیق بننے کی کوشش کرنا چاہیے۔

فراز بھائی.... آپ کا مطلب یہ ہے کہ میں بابر کی طبیعت اور اس کے مزاج سے واقف نہیں ہوں....؟ ایسا نہیں ہے بلکہ میں ان کی ایک ایک ضرورت کا خیال رکھتی ہوں۔ مجھے ان کے چہرے کے تاثرات سے پتہ چل جاتا ہے کہ اس وقت انہیں کس چیز کی ضرورت ہے۔ گھر میں بابر کے سارے کام میں ہی کرتی ہوں اور وہ میری ان باتوں سے بہت خوش ہیں۔

میرا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ آپ بابر بھائی کی ضروریات سے واقف نہیں.... لیکن کسی کی ضرورت سے واقف ہوجانا اور اس کے مزاج کو پوری طرح سمجھنا دو الگ الگ باتیں ہیں۔ گھر میں اپنے شوہر کے آرام کا خیال رکھنا، شوہر کی پسند کے کھانے بنانا، ان کے کپڑے تیار رکھنا، یہ سب کام شوہر کو سہولت اور راحت فراہم کرتے ہیں۔ ان کاموں کا تعلق ضروریات کو سمجھنے سے ہے مگر صرف یہ کام ہی شوہر کے مزاج اور اس کی شخصیت کو سمجھنے کی علامت نہیں ہیں۔

یہ بھی خوب.... عورت ہر وقت اپنے شوہر کی پسند ناپسند کا خیال رکھے، اس کی خدمت کے لیے سارا سارا دن ہلکان ہوتی رہے مگر پھر بھی اسے شوہر کی مزاج شناس نہ کہا جائے.... کیا یہ ناانصافی نہیں ہے۔

شمائلہ کے لہجے میں طنز بھی تھا اور کچھ غصہ بھی۔

محبت کرنے والی ہر عورت کو اپنے شوہر کی چھوٹی چھوٹی ضروریات کا خیال رکھ کر بہت خوشی حاصل ہوتی ہے۔ شوہر کے کام کاج کرنا اس عورت پر کوئی بوجھ نہیں بلکہ اس کے لیے راحت کا سبب بنتے ہیں۔

نسیمہ نے شمائلہ کو کچھ تسلی آمیز لہجے میں کہا

اب تم ہی سوچو کہ جو عورت اپنے شوہر کی ہستی میں اتنی زیادہ انوالو ہو تو کیا وہ یہ نہیں چاہے گی کہ اس کے جذبوں کی قدر کی جائے....؟

دیکھیں.... بابر بھائی آپ سے بے انتہا محبت کرتے ہیں۔ وہ آپ کا بہت خیال رکھتے ہیں اور ان کی زندگی میں آپ کی اہمیت ذرا بھی کم نہیں ہوئی۔

میں تو سمجھتی ہوں کہ بابر کو اپنے رویے پر نظر ثانی کی ضرورت ہے۔

میرا خیال ہے کہ بابر بھائی کو نہیں بلکہ آپ کو اپنے خیالات پر نظر ثانی کی ضرورت ہے۔ بھابھی....! ایک بات پر غور کیجیے۔

جی....

عورتیں ہمیشہ یہ نہیں چاہتیں کہ ان کا شوہر ان کی اک اک بات کی ستائش کرے، ان کے ہر کھانے کی تعریف کرے، ان کے ہر نئے سوٹ پر اپنی پسندیدگی کا اظہار کرے۔

ہاں بالکل....

لیکن عورت نے کبھی سوچا کہ مرد اپنی رفیقہ سے کیا چاہتا ہے....؟

عورت اپنے شوہر کو محبت اور گھر کا سکون دیتی ہے۔

یہ بات صحیح ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ عورت اپنے شوہر کی ذات کو، اس کی ہستی کو اکثر نظر انداز کر جاتی ہے۔ وہ اپنے شوہر کے لیے سجتی سنورتی ہے، اس کے لیے اچھے اچھے کھانا پکاتی ہے، گھر اچھا رکھتی، بچوں کی پرورش میں لگی رہتی ہے، ان کاموں سے وہ سمجھتی ہے کہ اس نے اپنے شوہر کے سب حقوق اچھی طرح ادا کر دیئے ہیں۔

> مرد اپنے ذوق کی تائید چاہتا ہے۔ مرد زندگی کے مختلف معاملات کے بارے میں اپنی فکر کو بہت اہمیت دیتا ہے۔ مرد اپنی رفیقہ حیات سے فکری ہم آہنگی کا طالب ہوتا ہے۔
> اپنی رفیقہ حیات کی طرف سے مرد کی یہ جذباتی ضروریات پوری ہو رہی ہوں تو وہ بہت خوشی محسوس کرتا ہے۔

تو عورت کو اور کیا کرنا چاہیے....؟

ایک اچھی بیوی بننے کے لیے عورت کو اپنے شوہر کی ضروریات کی خیال رکھنے کے ساتھ ساتھ اس کی ایک بہترین رفیق بننے کی کوشش کرنا چاہیے۔

ذرا اپنے ارد گرد نظر دوڑایئے.... کتنی عورتیں ہوں گی جو اپنے شوہر کی شخصیت کو، شوہر کے مزاج کو اچھی طرح سمجھتی ہوں گی۔ میرا خیال ہے کہ بہت کم.... اس کے بجائے زیادہ تر عورتیں یہ دیکھتی ہیں کہ ان کے شوہر ان کا کتنا خیال رکھتے ہیں۔ بہت کم عورتیں یہ کوشش کرتی ہیں کہ وہ اپنے شوہر کی شخصیت کو سمجھیں، اپنے شوہر کو اپنا محبوب بنالیں اور اس کے وجود کا ایک حصہ بن جائیں۔

اکثر عورتیں اپنی سوچ کے مطابق یہ جانچتی ہیں کہ ان کے شوہر ان کے لیے کیا کرتے ہیں اور کیا نہیں کرتے۔ ایسی عورتیں یہ نہیں دیکھتیں کہ اپنے شوہر کے لیے وہ خود کیا کر رہی ہیں۔ انہوں نے اپنے شوہر کے مزاج کو سمجھنے کی کتنی کوشش کی ہے اور اپنے شوہر کے لیے اپنے آپ کو کتنا تبدیل کیا ہے....؟

کیا آپ یہ سمجھ رہے ہیں کہ میں نے بابر کی خاطر خود کو تبدیل نہیں کیا....؟

بھابھی.... اس بات کا جائزہ آپ خود لیجیے۔ دیکھیے بابر کو مولانا روم اور بابا بھلے شاہ کا کلام بہت پسند ہے۔

جی بالکل.... بابر کے پاس مولانا روم کی شخصیت پر انگلش میں کئی کتابیں بھی موجود ہیں۔ وہ صوفیانہ کلام بھی بہت شوق سے سنتے ہیں۔ بابر کو عابدہ پروین، نصرت فتح علی خان اور مہدی حسن بھی بہت پسند ہیں....

اور آپ کو کون کون سے گلوکار پسند ہیں....؟

میری کوئی خاص پسند تو نہیں البتہ مجھے پرانے گانے زیادہ پسند ہیں خاص طور پر لتا، رفیع اور کشور کمار کے....

اوکے.... اب یہ بتایئے کہ آپ نے بابر کے ساتھ بیٹھ کر کبھی مولانا روم یا دیگر صوفیانہ شاعروں کے بارے میں اپنی کسی رائے کا اظہار کیا ہے....؟

نہیں.... کبھی نہیں....

آپ نے بابر کی خاطر ہی سہی کبھی ان کے پسندیدہ شاعروں اور دانشوروں کے بارے میں تحریریں پڑھی ہیں....؟

نہیں....

آپ نے ان کی پسند کے صوفیانہ کلام کی کوئی کیسٹ، کوئی سی ڈی کبھی انہیں گفٹ کی ہے....؟

نہیں....

پھر بھی آپ کو یہ دعویٰ ہے کہ آپ اپنے شوہر کی مزاج شناس ہیں اوران کا خیال رکھنے کی بہت زیادہ کوشش کرتی ہیں۔

واقعی فراز بھائی.... یہ تو آپ نے بہت اہم نشاندہی کی ہے۔

دیکھئے.... محبت کے معاملے میں مرد اور عورت کے انداز اوراطوار میں بہت فرق ہوتا ہے۔ عورت اپنی خوب صورتی اوراپنے گھریلو کاموں کی تعریف چاہتی ہے۔ مرد اپنے ذوق کی تائید چاہتا ہے۔ مرد زندگی کے مختلف معاملات کے بارے میں اپنی فکر کو بہت اہمیت دیتا ہے۔ مرد اپنی رفیقہ حیات سے فکری ہم آہنگی کا طالب ہوتا ہے۔

اپنی رفیقہ حیات کی طرف سے مرد کی یہ جذباتی ضروریات پوری ہورہی ہوں تو وہ بہت خوشی محسوس کرتا ہے۔

ایسانہ ہواہو تو مرد اپنے بیوی بچوں کی ذمہ داریاں تو ادا کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے لیکن اس کی ذہنی آسودگی اور ذوق کی تسکین نہیں ہوپاتی....

انسانوں کے درمیان سارے رشتے عورت مرد کے رشتے کی وجہ سے ہی قائم ہوتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ عورت اور مرد کا رشتہ تمام رشتوں کی بنیاد ہے۔ اس بنیاد کو مضبوط بنانے میں اوراسے سیدھا رکھنے میں مرد اور عورت دونوں کا کردار اہم ہے۔ عورت اور مرد کے تعلق کی یہ بنیاد کمزور رہ جائے تو اس سے نہ صرف یہ دونوں ناخوش رہیں گے بلکہ ان کے بچوں پر بھی برے اثرات پڑیں گے۔ اس طرح یہ بنیاد مضبوط تو ہوجائے لیکن ٹیڑھی رہے تب بھی نہ صرف میاں بیوی بلکہ ان کی آنے والی نسل بھی متاثر ہوسکتی ہے۔

شمائلہ فراز بھائی کی باتوں کو سنتے ہوئے یہ جائزہ بھی لیتی جارہی تھی کہ اسے خود اپنی اصلاح کی کہاں کہاں ضرورت ہے۔

آخر کار شمائلہ اس نتیجے پر پہنچی کہ اس کی سوچ اپنی درست راہ بدل کر غلط سمت میں مڑ گئی تھی۔ بابر بدلے نہیں تھے وہ پہلے جیسے ہی تھے۔

فراز بھائی اور نسیمہ آپ دونوں کا بہت شکریہ.... آپ نے میری بہت اچھی رہنمائی کی۔

بھابھی....! ہماری باتوں کو توجہ سے سننے کا اوران پر غور کرنے کا شکریہ.... زیادہ اہمیت اس بات کی ہے کہ آپ نے ان باتوں کو تسلیم کیا۔ آپ بابر بھائی سے بے انتہا محبت کرتی ہیں اسی وجہ سے آپ نے ہماری باتیں سنتے ہوئے اپنی انا کو آڑے نہیں آنے دیا۔ انا کا بت محبت کرنے والوں کو صحیح راستے سے بھٹکا کر گمراہ کردیتا ہے۔

آپ نے صحیح کہا....

شمائلہ اپنی دوست نسیمہ اور فراز بھائی کو اللہ حافظ کہہ کر اپنے گھر آگئی۔

اس رات بھی بابر کچھ دیر سے گھر آئے لیکن جب وہ گھر پہنچے تو انہیں ایک بہت خوش گوار حیرت ہوئی۔

شمائلہ ایک بہت خوبصورت گلدستہ، عابدہ پروین کے گائے ہوئے صوفیانہ کلام کی سی ڈی اور مولانا روم کی شخصیت اور شاعری پر ایک کتاب لیئے مسکراتے ہوئے ان کا استقبال کر رہی تھی۔

❀

جلتی دھوپ

روشن نظیر

انسان جب کبھی ماضی کے اوراق پلٹتا ہے تو کچھ کہی ان کہی بہت سی کہانیاں اُس کی زندگی کے صفحۂ ظاہر پر ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ خیالات اور تصوّرات کی صورت میں دل پر کبھی نہ ختم ہونے والے نقوش چھوڑ جاتا ہے۔ میں بھی اِس وقت ماضی کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوبتا جارہا تھا اور ہر تلخ لفظ جو میری زبان سے ادا ہوا تھا اُس کی تلخی کو محسوس کرتے کرتے میرا دل بھی ڈوبنے لگا تھا۔ میری سانسیں بھی رُکنے لگیں تھیں۔

آج عمرِ رفتہ کے ایک طویل مدت کے بعد میرے دل میں یہ ماضی کے جھروکوں میں جھانکا تو اپنی خطائیں، اپنی کوتاہیوں اور اپنی اناؤں کا ایک لامتناہی سلسلہ نظر آیا۔ یاد آرہا تھا کہ اپنی ساری جوانی بیوی سے لڑتے، جھگڑتے، اُسے گالیاں دیتے اور اُس کے میکے کو بُرا کہنے میں گزر گئی، اپنی بیوی کی خوبیوں، اچھائیوں اور سادہ روی کو کبھی سمجھا ہی نہیں۔ ہر لمحہ بس خود کو اعلیٰ ذات اور اُسے کم عقل اور ہیچ سمجھا۔

مجھے یاد آرہا ہے زیادہ تر میرے تو دن کا آغاز ہی صبح اپنی بیوی کو گالی گلوچ دینے سے ہوتا تھا، مجھے اکثر اپنی بیوی پر بلاوجہ ہی غصہ آتا تھا کبھی اس سے بھی کوتاہیاں سرزد ہو جاتی تھیں مگر اس کا ذمہ دار بھی میں ہی تھا کیونکہ میں نے ہمیشہ اُسے پاؤں کی جوتی اور بے وقوف جانا اور خود کو عقلِ کُل سمجھا۔

اپنی تمام زندگی میں یہ جان ہی نہ سکا کہ میری ہر وقت کی روک ٹوک، بے جا ضد، ہر بات کو غلط سمجھنا، ہر مسئلے کو اپنی انا سے مشروط کرنا، ان چیزوں نے، ان سوچوں نے، ان رویّوں نے دھیرے دھیرے میری بیوی کو ذہنی اور جذباتی کوفت میں مبتلا کر دیا تھا۔

وہ بیچاری مجھے خوش کرنے، میرا خیال رکھنے کے چکر میں سب کچھ اُلٹ کر دیتی۔ کیونکہ ہر وقت تو میں اُسے ذہنی دباؤ میں رکھتا تھا۔ بھلا ایسے میں کوئی بندہ ڈھنگ کا کام کیسے کر سکتا ہے؟

احساس جاگزیں ہوا ہے کہ میں نے اپنی بیوی کے ساتھ واقعی بہت زیادتیاں کی ہیں۔ میں ایک بہت بُرا شوہر تھا۔ حتیٰ کہ ازدواجی معاملات میں بھی اس کی خوشی اور اس کے آرام کو ملحوظِ خاطر نہ رکھا۔ ہمیشہ زبردستی ہی کی۔ کبھی اس کی دُکھ، بیماری اور تکلیف کو نہیں جانا۔

بس اپنی خوشی، اپنا آرام اور اپنی تسکین کو ہی اہم جانا اور آفرین ہے کہ اس نے پھر بھی تعاون کیا، کبھی منع نہیں کیا۔ شاید وہ میرے غصے سے ڈرتی تھی۔

آج ماضی کے اوراق پلٹنے کو دل چاہ رہا ہے مگر ہر ورق کی تحریر میرے جذباتی تناؤ کو بڑھاتی جا رہی تھی۔ کرب کے جس دور سے میں چل رہا تھا اس کو بیان کرنے سے تکلیف میں مزید اضافہ ہو رہا تھا۔

میری بیوی بہت خدمت گزار تھی مگر وہ میری ذہنی سطح اور میرے بدلتے موڈ کو سمجھ نہیں سکتی تھی۔ شاید اگر میں اس کو توجہ، پیار، محبت سے اپنے مزاج سے آگاہی دلاتا تو یقیناً ہم بھی ایک آئیڈیل زندگی گزار سکتے۔

انسان جب کبھی ماضی کے اوراق پلٹتا ہے تو کچھ کہی ان کہی بہت سی کہانیاں اس کی زندگی کے صفحۂ ظاہر پر ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ خیالات اور تصوّرات کی صورت میں دل پر کبھی نہ ختم ہونے والے نقوش چھوڑ جاتا ہے۔ میں بھی اِس وقت ماضی کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوبتا جا رہا تھا اور ہر تلخ لفظ جو میری زبان سے ادا ہوا تھا اس کی تلخی کو محسوس کرتے کرتے میرا دل بھی ڈوبنے لگا تھا۔ میری سانسیں بھی رُکنے لگیں تھیں۔

اپنے عروج کے دور میں ہمیشہ ہی میں نے اپنی بیوی کے ساتھ جارحانہ اور حاکمانہ رویہ رکھا۔ آئے دن اس کے کھانوں میں کوئی نہ کوئی نقص نکال لینا اور اکثر تو جب چائے میں ذرا سا میٹھا بھی کم ہوتا یا زیادہ ہوتا تو میں چائے کی پیالی اُٹھا کے پھینک دیتا۔ اپنی بیوی کے معاملے میں یہ سمجھنا ہی نہیں چاہتا تھا۔ کہیں کوئی کمی بیشی تو ہو ہی جاتی ہے۔ آخر کو وہ بھی تو انسان ہے پھر صرف میری سختی اور گالیاں یہاں تک ہی محدود نہ تھیں بلکہ اس کے اور اپنے رشتے داروں اور ملنے والوں میں ہمیشہ میں اس کی برائیاں کرتا، اسے سخت سست کہتا۔ اس کو پھوہڑ اور کام چور ثابت کرتا جبکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس تھی۔ وہ ست نہ تھی مگر اوپر تلے بچوں کی پیدائش نے اس کے وجود کے اندر، ہمت اور طاقت کو ختم کر دیا تھا۔

میں نے تو اس کی جذباتی ضروریات کو بھی یکسر فراموش کر رکھا تھا۔ اس کے نازک سے احساسات کو ہمیشہ اپنے پاؤں تلے روندا ہی تھا۔ حالانکہ ایسا نہیں تھا کہ مجھے اس سے محبت نہیں تھی۔ اس کی پرواہ نہیں تھی بس ہر وقت Perfection کی خواہش نے میرے اعصاب بھی شل رکھے اور اس کو بھی شدید ذہنی اذیت میں مبتلا رکھا۔

میری بے جا پابندیوں نے اس کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کو ختم کر دیا تھا۔ وہ کسی روبوٹ کی مانند ہو گئی تھی اور اس طرح میں اس کو اپنے قریب کرنے کی بجائے اور دور کرتا گیا کیونکہ مجھے کسی روبوٹ سے تو تعلق رکھنا نہیں تھا۔

اب سوچتا ہوں کہ میری زندگی کیا تھی، کچھ پتہ ہی نہیں چلا۔ بس آج تو ندامتوں کا ایک سیلاب ہے جو میری آنکھوں سے اُمڈ رہا ہے۔ خود پر یقین نہیں آ رہا کہ میں اتنا ظالم، جابر اور سخت انسان تھا۔ اپنے آپ کو وضاحت دینے کے لیے، اپنے آپ کو مظلوم ثابت کرنے کے لیے کوئی بھی لفظ تو نہیں ہے میرے پاس ہاں شاید یہ کہ میں دو بہنوں کا اکلوتا بھائی تھا۔ ماں باپ کے بے جا لاڈ پیار نے مجھے حد سے زیادہ Demanding بنا دیا تھا۔ گھر میں ہر چیز، ہر بات، ہر لفظ، ہر کام میرے حکم اور میرے طریقے سے ہو۔ سب کچھ میری مرضی سے ہو۔ یہاں تک کہ جو کچھ میرے ذہن میں ہوتا میں چاہتا کہ وہ بھی بتانے کی ضرورت نہ پڑے اور سب لوگ سمجھ جائیں۔ اب مجھے ایسا لگتا ہے کہ جیسے اس وقت میری بیوی نفسیاتی نہیں تھی میں ہی ایک ابنارمل شخص تھا۔ جانے اپنی اولاد سے کیسے میں نے اتنی محبت کر لی مگر اُن کے معاملات ہمیشہ میں نے میں غیر ضروری مداخلت اور روک ٹوک رکھی اور وہ بھی مجھ سے بے تکلفانہ گفتگو نہ کرتے تھے بلکہ ہمیشہ ڈرے سہمے سے رہتے۔ میرے سامنے اپنی ماں کے دوپٹے کو پکڑ کر چھپ جاتے تھے۔ جیسے میں انہیں کھا جاؤں گا۔

آج سوچتا ہوں تو حیران و پریشان ہو جاتا ہوں کہ کسی نے مجھے کبھی سمجھایا کیوں نہیں؟ مجھے روکا ٹوکا کیوں نہیں؟ پھر خود ہی ان سوالوں کے جواب دھیرے دھیرے میرے اندر اترنے لگے کہ میں تو غصے کا اتنا سخت تھا کہ کوئی بات کیسے کرلے؟ کوئی مجھے یہ بھی سمجھائے کیسے؟ میں تو خود کو عقلِ کُل جانتا تھا۔ جب کوئی مجھے سمجھانے کی کوشش کرتا تھا تو اسے میں اپنی چرب زبانی سے قائل کر لیتا تھا اور یہ باور کروانے میں کامیاب ہو جاتا تھا کہ وہ ہی غلط ہے۔ میں صحیح ہوں، حق پر ہوں، ظلم اور زیادتی میرے ساتھ ہوئی ہے، میری بیوی کے ساتھ نہیں۔

مگر آج 75 سال کی عمر میں جب زندگی کی ہر آسائش میرے پاس موجود ہے۔ کسی مادی شے کی کمی نہیں۔ بیٹے، بیٹیاں، بہوئیں، پوتے، پوتیاں، نواسے اور نواسیاں سبھی محبت بھی کرتے ہیں اور عزت بھی کرتے ہیں مگر ایک انجانی سی خلش میرے دل کو کچوکے لگاتی رہتی ہے۔ اپنی بیوی کے بے لوث محبتیں اور خدمتیں مجھے رُلاتی رہتی ہیں۔

بظاہر سب کچھ ہے مگر آج وہ منوں مٹی تلے دفن ہے اور میرا دل ہر پل، ہر لمحہ اسے یاد کرتا رہتا ہے، میرے دل کے دریچے پر اس کی ہر آہٹ سنائی دیتی ہے۔ اس کا ملکوتی چہرہ میری نگاہوں سے کسی پل بھی اُوجھل نہیں ہوتا۔

مجھے یقین ہی نہیں آتا کہ وہ مجھے چھوڑ کر خالقِ حقیقی سے جا ملی۔ شاید اس سے بچھڑنے کا تصور میں نے زندگی میں کبھی کیا ہی نہیں بلکہ سوچا ہی نہیں تھا۔ میں تمام زندگی اسی سراب میں رہا کہ وہ میری باندی بن کر رہے گی مگر میں یہ بھول گیا کہ ہر بندے کے "صبر" اور "برداشت" کا ایک پیمانہ ہوتا ہے اور پیمانہ کبھی تو چھلک ہی جاتا ہے۔ میں یہ بھول گیا کہ کبھی تو اُس کے اندر بھی طوفان آئے گا اور آج وہ طوفان آ کر گزر گیا اور میری ذات اُس طوفان میں خس و خاشاک کی طرح بہہ گئی۔ موت کا طوفان اُسے مجھ سے دور بہا کر لے گیا اور میں تنکا تنکا ہو کر بکھر گیا۔ مجھے احساس ہی نہیں تھا کہ اس نے مجھے کتنا سنبھالا ہوا تھا؟ کس طرح وہ میری ذات کی۔ میرے وجود کی چھوٹی چھوٹی ضرورتوں کا خیال رکھتی تھی۔

میری بیگم، میری بیوی، واقعی ایک عظیم عورت تھی۔ اُس نے اپنی عظمت کا کبھی ڈھنڈورا نہیں پیٹا تھا۔ کبھی مجھے جتلایا نہیں تھا۔ بس اگر اس کو زیادہ غصہ آتا تھا تو وہ پہلے سے زیادہ خاموشی اختیار کر لیتی تھی۔

اور میں کم عقل، کم بخت اس کی خاموشی کو اس کا غرور اور تکبر سمجھتا تھا اور جھلا کر اکثر اسے ایک دو تھپڑ

رسید کر دیتا تھا اور وہ اپنی آنکھوں کی نمی کو پلو سے چھپاتی ہوئی تیزی سے کمرے سے چلی جاتی۔ کچھ کہے بنا۔ کاش کہ وہ مجھے کوستی، چیختی، چلاتی اپنے کسی ردِ عمل کا تو اظہار کرتی۔ وہ موم کی گڑیا، وہ میری بیوی قطرہ قطرہ پگھل رہی تھی۔

اُف میرے خدایا! یہ زمین پھٹ کیوں نہ جائے اور میں اِس میں سما جاؤں۔ یا کم از کم دماغ کی رگ ہی پھٹ جائے تاکہ ان سوچوں سے، اُس کی یادوں سے، ناروا سلوک کی گونج سے میں آزاد ہو جاؤں ہمیشہ کے لیے۔

کاش میں اُس کو یہ کہہ دیتا کہ تو ہی میرا سب کچھ ہے۔ میں بھی تم سے محبت کرتا ہوں۔ کاش!!! کاش!۔

کاش میں اسے کبھی تو یہ کہہ دیتا.... مگر نہیں میں تو ہمیشہ مرد کے اظہارِ محبت کو یہی سمجھتا رہا کہ اس طرح کے الفاظ بیوی کو چوڑا کر دیتے ہیں اور وہ مرد کے سر پر ناچنے لگتی ہے۔ زیادہ تعریف سے وہ خود سر اور ضدی ہو جائے گی اور ہر پل اپنی منوانے کی سعی کرے گی۔ جانے کیوں میں اتنا انا پرست تھا؟؟

اور آج میری اس جھوٹی انا نے میرے وجود کو دیمک کی طرح چاٹ لیا ہے۔ میرا وجود اندر سے بالکل کھوکھلا ہو گیا ہے، کسی مردہ لاش کی طرح جو بے حس و بے حرکت ہے۔ کسی قسم کی جنبش میں نہ ہو۔

ذہنی اذیت کے جس دور اہے سے اس وقت میں گزر رہا ہوں اس کو الفاظ کی شکل دینا بہت مشکل ہے مگر آپ سب ضرور اب خود کو بدلیں، اپنی بیوی کو عزت دیں، مان دیں، احترام دیں، اس کی گاہے بگاہے تعریف کریں، اُس کا حوصلہ بڑھائیں، اس کی اخلاقی داد رسی کریں وہ ضرور آپ کو اچھا ریسپانس دے گی۔ وہ آپ کے معیار پر پورا اُترے گی، وہ اپنی خدمت اور محبت سے آپ کے دل میں جگہ پیدا کر لے گی۔ بس اُس کو محبت کے چند میٹھے بول ضرور دیتے رہا کریں۔

ورنہ ایک دن میری طرح آپ بھی تنہائی، احساس محرومی، پچھتاووں میں گھرے ہوں گے اور ان سے نکلنے کا کوئی راستہ بھی آپ کے پاس نہیں ہو گا بلکہ یہ تنہائی دھیرے دھیرے آپ کو اپنی گرفت میں بستی جائے گی اور آپ کی آنکھوں میں کبھی نہ ختم ہونے والے انتظا کو جنم دے گی۔

اُف میرے خدایا....

ایسا لگتا ہے کہ تنہائی کا یہ آکاس بیل میرے وجود کے ساتھ چمٹ گیا ہے اور اس تنہائی کی یادیں جو بہت تلخ ہیں وہ اندر سے ہر پل، ہر لمحہ مجھے گھائل کر رہی ہیں۔

کیونکہ اب کسی کے پاس اتنا وقت نہیں کہ وہ میری باتیں سنے، میرے سخت جملے، میرے جارحانہ اور حاکمانہ رویے کو برداشت کرے۔ اسی لیے اب میں نے اپنے غصے کو، اپنی انا کو چپ کی چادر میں تان لیا ہے اور اپنی کوتاہیوں کے بستر پر زندگی کے باقی پل گزار رہا ہوں۔ بالکل تنہا، اندر سے شدید اکیلے پن کا شکار۔

آج میری انا کا بُت ٹوٹ گیا ہے اور میرے پاس کچھ نہیں بچا۔

آج کی نوجوان نسل کے سب مرد میری اولاد کی طرح ہیں میں اپنے سب بیٹوں سے کہتا ہوں کہ خدارا آپ میری والی غلطیوں کو نہ دہرایئے گا بلکہ ان کے آئینے میں خود کو جانچیے گا کہیں آپ بھی میری طرح خود پسندی اور اکڑ کے مرض میں مبتلا تو نہیں۔ ایک بار سوچیے گا ضرور، ایک بار غور ضرور کیجیے گا۔ کوئی نہ کوئی پل آپ کو بھی اُن وحشتوں سے آزاد کر دے گا۔ جو اب میرا مقدر بن گئیں ہیں۔

لباس

شمشاد اختر

بی۔اے کا امتحان دینے کے بعد اُس نے اتنی لمبی لمبی نیندیں لینا شروع کر دیں کہ سابقہ تمام ریکارڈ توڑ ڈالے۔

فرزانہ او فرزانہ کیا بھنگ پی لی لڑکی تو نے۔ تیری نیند ہی پوری ہونے میں نہیں آتی اپنی امی کی آواز سن کر خوابِ خرگوش کے مزے لیتی وہ ہڑبڑا کر اٹھ جاتی۔

کیا ہوا؟ کیا ہوا....؟ امی تھوڑی دیر تو اور سو لینے دیں۔

امی ہمیشہ ہی سے اس کی وقت بے وقت نیند سے چڑتی مگر صحن میں بچھے نماز والے تخت پر پاندان سامنے رکھ کر نیم کے سائے میں بیٹھی دادی اماں ٹوکتی

"سونے دے سعیدہ بچی کو کتنا جاگی ہے امتحانوں میں اور پھر یہی تو عمر ہے بے فکری کی نیند سونے کی پرائے گھر میں پتہ نہیں اتنی بے فکری نصیب ہو نہ ہو اب نہیں سوئے گی تو بڑھاپے میں سوئے گی، شادی کے بعد تو گوڑے بچے ہی نہیں سونے دیتے اور بڑھاپے میں درد یں مجھے ہی دیکھ لو، کبھی ٹانگوں میں درد تو کبھی سانس کا مسئلہ اوپر سے گرم خشک انگریزی دوائیاں دماغ ہی خشک ہو گیا۔ نیند کیا خاک آئے گی لمحہ بھر کی سکون بھری نیند کو ترستی ہوں"۔

اماں پنڈلیاں دباتے ہوئے کراہتیں تو سعیدہ بیگم جل بھن ہی جاتی۔ میں اس کی دشمن نہیں اماں، ڈرتی ہوں پرائے گھر جا کر باتیں سنے گی، ماں کو سنوائے گی چار چار صلواتیں۔ وہ پاؤں پٹختی ہوئی کچن میں گھس جاتیں۔ پتہ نہیں بہو کے ہر کام پر ناک بھوں چڑھانے والی ساسوں کو پوتیاں اتنی پیاری کیوں لگتی ہیں، خود اس کی دادی بھی اس سے کتنا پیار کرتی تھیں، سعیدہ نے ٹھنڈی سانس بھر کر چائے کی پتیلی کو چولہے پر رکھا۔

اماں آپ نے اس کی عادتیں خراب کر دی ہیں۔ سعیدہ بیگم اماں کو فرزانہ کے یوں صدقہ واری ہوتا دیکھ کر کہتیں تو فرزانہ ساس بہو کی نوک جھونک سے خوب لطف اندوز ہوتی اس وقت بھی وہ دادی کی گود میں سر رکھ کر مزے سے چھالیہ چبا رہی تھی۔

ابھی امتحانوں کی تھکن اترنے نہ پائی کہ اس کے لیے

رشتے آنے لگے، امی نے اپنی دو چار جاننے والیوں کو جو کہہ رکھا تھا۔ مگر قرعہ نکلا تو ابا کے دوست کے بیٹے احسن ریاض کے نام۔ پڑھا لکھا، اچھا خاندان، مالی پوزیشن بھی ٹھیک ٹھاک ہی تھی اور لوگ بھی نیک نام جاوید صاحب نے تھوڑی سی چھان بین کے بعد ہاں کر دی تو سب کے منہ بن گئے۔ دو بھائیوں کی اکلوتی بہن ایک سے چھوٹی اور ایک سے بڑی۔ جاوید! لڑکی کو اتنا پڑھا لکھا لیا ہے نیا دور ہے اس کی مرضی ہی پوچھ لو، اماں آخر بول پڑی۔ اماں وہ میری بیٹی ہے میرا فیصلہ ہی اس کی مرضی ہے.... مجھے فخر ہے اپنے خون پر.... وہ کبھی اعتراض نہ کرے گی۔

ابا بڑے مان سے بولے تو سب خاموش ہو گئے، ویسے بھی ان کے سامنے کسی کی ہمت نہ تھی اختلاف کی پھر بیٹیاں تو ہوتی ہی بے زبان ہیں، جس کھونٹے سے باندھ دو وہیں عمر بتا دی۔ امی نے سرد آہ بھری اور چپ چاپ کام میں لگ گئیں۔ فرزانہ نے اپنے اماں ابا میں وہ محبت نہ دیکھی جو وہ سوچا کرتی تھی۔ ہاں بس دونوں ندی کے کناروں کی طرح ساتھ چلنے پر مجبور تھے خود اس کے ذہن میں جیون ساتھی کے لیے کوئی مخصوص شبیہہ یا خیال تو نہیں تھا پھر بھی ہر لڑکی کے کچھ الگ ہی سپنے اور تمنائیں تو ہوتی ہی ہیں۔ آنے والے حسین اور خوابناک لمحے وقت کے سنہری حجاب میں لپٹے جھلملاتے پردے کے پیچھے دلوں کو گدگداتے رہتے ہیں۔ ابا کے فیصلے سے وہ ناخوش تو نہیں تھی پر دل کے آنگن میں اک کسک اِک ہوک نے ضرور ڈیرے ڈال دیے۔ کاش.... میری رضامندی جھوٹے منہ ہی پوچھ لی جاتی۔ کیا تھا.... میرا مان ہی بڑھ جاتا کہ زندگی کے اہم فیصلے میں میری مرضی بھی شامل تھی۔ پوچھ لیتے تو میں کیا انکار کر دیتی....؟ احسن کے گھر والوں کو بہت جلدی تھی۔

ابا بھی دیر نہ کرنا چاہتے۔ صرف تین ماہ ہی میں چٹ منگنی پٹ بیاہ والا معاملہ وہ پیا دیس سدھار گئی۔

سکھیوں کا ساتھ، ماں کی محبت، بھائیوں کی شرارتیں اور دادی کا ساتھ چھوڑ نمناک آنکھوں سے اک ان دیکھے آنگن میں جا اتری جہاں کی ہر چیز اس کے لیے نئی اور اجنبی تھی۔

چو کھٹوں میں تیل ڈالنے سے لے کر مکلاوے کی رسم تک تو سب ٹھیک ہی رہا۔ مسئلہ تب پیدا ہوا جب ساس نے ہاتھ کھلوائی کی رسم میں پہلے کھانے کے طور پر اسے کھیر پکانے کے لیے کہا تو اس کے ہاتھ پاؤں ہی پھول گئے۔ ایسے مشکل اور طویل وقتی کھانے تو ماں کی ذمہ داری تھی وہ تو بس کبھی چائے بنا لیتی یا انڈہ فرائی کر لیتی کچھ زیادہ ہی تیر مارا تو کبھی اپنے لیے اُلٹی سیدھی چپاتی ڈال لی جو کہیں سے جل جاتی کہیں سے کچی رہ جاتی۔ سسرال میں کھیر پکانے کی رسم کے دوران اس نے تو صرف چمچہ ہی چلایا باقی کام تو اس کی نند ستارہ نے کیا جو اس کے چہرے سے پریشانی بھانپ کر کچن میں آگئی، شکر ہے عزت رہ گئی اس نے سوچا مگر کب تک....؟ آہستہ آہستہ سب پر عیاں ہو گیا۔ کسی نے ماں کو ذمہ دار ٹھہرایا۔ کسی نے پھوہڑ کہا اور کسی نے ویسے مذاق کا نشانہ بنا ڈالا۔

اس نے چند ہی دنوں میں دنیا جہاں کی ترکیبیں دیکھ ڈالیں کوئی کوکنگ پروگرام مس نہ ہوتا بے حد محنت اور کوشش کے باوجود کھانے میں کوئی نہ کوئی نقص نکل ہی آتا، بہو سالن میں مرچیں آج پھر زیادہ ہیں۔ اماں (ساس) کہتیں تو دیور کب خاموش رہنے والا تھا جھٹ بولتا" بھابھی چاول کچھ گھل سے گئے ہیں، کتنی دفعہ تو بتایا ہے کہ چاولوں کے اوپر صرف ایک اِنچ پانی ہی کھڑا ہو۔ پتہ نہیں کیا ترکیبیں آزمائی جا رہی ہیں۔ نند نے بھی لقمہ دیا تو وہ جل بھن کر ہی رہ گئی۔

اتنی گرمی میں اتنی دیر چولہے کے پاس کھڑا رہنا آسان ہے....؟ کیا بس باتیں بنانا تو ان لوگوں کی عادت ہے وہ اپنے دل کو تسلی دیتی۔

کیا دن تھے جب وہ سارا دن دادی کی رام کہانیاں سنتی کبھی ان کے سر میں تیل ڈال دیتی کبھی چھالیہ کاٹ دیتی تو کبھی ٹانگیں دبا دیتی۔ بدلے میں اسے ڈھیروں دعائیں ملتیں....

"جس گھر میں جائے گی راج کرے گی۔ شہزادیوں کی طرح رہے گی، کوئی شہزادہ آئے گا بیاہنے، کیا خوبصورت چہرہ ہے میری بچی کا، کسی ریاست کی ملکہ لگتی ہے اور جب وہ کسی تقریب میں جانے کے لیے تیار ہوتی تو سو سو بلائیں لیتی، کاجل کا ٹیکہ لگا دے سعیدہ، اس کو کہیں نظر نہ لگ جائے۔ دیکھ لینا آئے گی تو بخار ہو جائے گا اسے"۔

اماں کی ایسی ہی باتیں تو اسے اچھی لگتی تھیں وہ آئینہ دیکھ کر اتراتی پھرتی مگر سسرال آکر پتہ چلا کہ راج کرنا کیا ہوتا ہے، ریاست کی ملکہ جب کچن کی رانی بنا دی جاتی ہے تو اس پر کیا بیتتی ہے.... صرف فرزانہ جانتی تھی اور پھر حسن بھی تو وہ نہیں تھا جس شہزادے کو وہ جھلمل کرتے پردے کے پیچھے سے سوچا کرتی تھی۔ وہ تو کسی فلمی ہیرو کی طرح وجیہہ و شکیل تھا جو دن رات اس ملکہ کے حسن میں زمین آسمان کے قلابے ملاتا یہاں تو عام سی شکل و صورت کا احسن حصولِ رزق کے لیے صبح نکلتا اور رات گئے واپس لوٹتا۔ اس کے سپنوں کا محل تو ایک ماہ میں ہی ناصرف دھڑام سے نیچے آگرا، بلکہ اس کی تو اینٹ سے اینٹ ہی بج گئی اور وہ اس کھنڈر میں اس شہزادے کو ڈھونڈتی رہی۔ زمینی حقائق تو بڑے تلخ ہوتے ہیں۔ وہ یہ بات بہت جلد سمجھ گئی کہ پردے سے باہر کی حقیقت صرف یہ ہے کہ اسے نک چڑھا، چڑچڑا، بے حد خاموش رہنے والا ساتھی ملا۔ جس نے کبھی اس کی دودھیا رنگت اور بڑی بڑی جھیل سی آنکھوں کی تعریف کی نہ زلف گرہ گیر کا اسیر ہوا نہ نازکِ لب پر نثار۔ حالانکہ اس نے ہر حربہ آزما لیا مگر کچن کی طرح یہاں بھی ناکام ہی رہی۔ کتنی ہی محنت سے اس کے لیے کھانا بناتی پھر آگے رکھ کر تعریف کی منتظر رہتی۔ خاموشی دیکھ کر خود ہی پوچھ لیتی کیوں آج کھانا کیسا بنا ہے احسن....؟

ہاں ٹھیک ہے بس نمک ذرا کم ہے اور ہاں وہ تم نے سلاد بھی ٹھیک نہیں بنایا۔ جو موجود ہے اس کا اس بندے کو خیال نہیں جو نہیں اس کا خیال کتنی جلدی آجاتا ہے.... وہ برا سا منہ بنا کر برتن سمیٹ لیتی۔

رب کریم نے قرآن پاک میں میاں بیوی کو ایک دوسرے کا لباس قرار دیا ہے۔ لباس تو پردہ داری اور عیب پوشی کے لیے ہوتا ہے نا۔ خامیوں اور عیبوں کو اُچھالتے رشتے کبھی معتبر نہیں ہوتے۔

حسن کو لگا کہ یہ سادہ سی گھریلو عورت جس کے اصل مقام پر ہمیشہ دوسری عورت کا قبضہ رہا آج اس کے دل کے سب سے اونچے سنگھار سن پر کسی ملکہ کی طرح براجماں ہے۔ حسن نے بے تاب ہو کر اس کا ہاتھ تھام لیا۔

حسن کے ہاتھ کی گرفت فرزانہ کے ہاتھ پر مضبوط سے مضبوط ہوتی چلی گئی۔

وہ کئی بار میکے گئی۔ ساس، سسر، دیور نند حتیٰ کہ احسن تک کی دل کھول کر شکایتیں کرتی مگر جواب وہی تھا کہ اسی گھر میں گزارہ کرنا ہو گا یہی ریت ہے۔ یہی ہمارا خاندانی ورثہ جو ہم بچیوں کو دیتے ہیں وہ ہر دفعہ پلو بھر بھر نصیحتیں لاتی۔

عورت جتنی بھی آزادی حاصل کرلے جتنا بھی پڑھ لکھ لے ہمارے اکثر مشرقی گھرانوں میں آج بھی بچیوں کو یہی تربیت دی جاتی ہے اور یہی ہماری روایات کا حسن ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ ہمارے معاشرے میں بھی گزشتہ کئی سالوں سے طلاق کی شرح بڑھ رہی ہے لیکن مغرب کے مقابلے میں اب بھی بہت کم ہے۔ جس کی وجہ ہمارا کلچر، ماؤں کی تربیت اور خاندانی وقار کا بھرم رکھنا بھی ہے جبکہ مغرب میں جہاں عورت کو آزادی کے نام بے مہار کر دیا گیا ہے وہاں کی عورت کہیں زیادہ عدم تحفظ کا شکار نظر آتی ہے اور عورت کا نسائی وقار آزادی کی اس چکاچوند میں اپنی شناخت کھو بیٹھا ہے۔

ایک سال بعد اس کی گود میں نمرہ آگئی تو وہ اس کے دھیان لگ گئی۔ عورت جب ماں بنتی ہے تو قدرت خود بخود اس کے دل میں وسعت اور محبت بھر دیتی ہے یہی ممتا کہلاتی ہے۔ وہ بھی ماں بن کر خود میں تبدیلی لانے لگی۔ ساس بلاشبہ سخت گیر تھی۔ اس نے برداشت کی عادت اپنالی، اپنے مثبت رویّے اور خلوص سے وہ چند ہی دنوں میں پورے گھر کی لاڈلی بہو بن گئی۔ ریاست پر نہ سہی گھر پر وہ عملاً راج کرنے لگی۔ سستی اور کاہلی کو چھوڑ کر گھنٹوں کا کام منٹوں میں کرنے لگی۔ اس طرح نمرہ کے لیے بھی کافی وقت بچانے لگی۔ حسن کا رویّہ بھی بدلنے لگا گھر جلدی آتا بیٹی سے کھیلتا۔ فرزانہ کا خیال پہلے سے کہیں زیادہ کرنے لگا۔ اب ان دونوں کی توجہ کا مرکز ان کی ننھی پری تھی کیونکہ وہ ایک ذمہ دار والدین ہونے کا ثبوت دینا چاہتے تھے۔ میاں بیوی میں اختلاف کم اور اتفاق زیادہ ہونے لگا۔ اب وہ محسوس کر رہے تھے کہ انہیں ایک دوسرے سے محبت ہوگئی ہے۔ اس کی وجہ ان کی بیٹی تھی یا وہ وقت جو انہوں نے ساتھ بتایا تھا۔ پھر نند اور دیور کی شادیاں بھی ہوگئی تو اس کی ذمہ داریاں کچھ کم ہوئیں اور اسی دوران ان کے آنگن میں ایک اور پھول کا اضافہ ہوا۔ علی کی پیدائش کے ساتھ ہی ان کا خاندان مکمل ہو گیا حسن کا تبادلہ پنڈی ہو گیا تو وہ بیوی بچوں کے بغیر بہت اُداس رہنے لگا مگر ماں کے انتقال کے بعد وہ بیوی بچوں کو لے کر لاہور سے پنڈی شفٹ ہو گیا مگر کبھی کبھار لاہور آنا جانا رہتا ہی تھا پھر فرزانہ کا میکہ بھی تو یہیں تھا۔ فرزانہ کے شب و روز پھر سے حسین ہوگئے۔ اب حسن اس کے لیے دنیا کا حسین اور پرکشش شہزادہ تھا۔ ہاں یہی وہ شہزادہ تھا جس نے اس ملکہ کو بمع ریاست کے فتح کر لیا۔

فرزانہ کو اکثر یہ بات کھٹکتی کہ اچانک حسن کو طویل خاموشی اور اُداسی کے دورے کیوں پڑ جاتے ہیں۔ شروع شروع میں تو اس نے توجہ نہ دی۔ وہ بات بات پر چڑ تا سیدھے منہ بات نہ کرتا۔ بچوں پر بھی بس واجبی سی توجہ دیتا اور اکثر رات کو بے چین ہو کر اٹھ جاتا۔ اس نے کئی بار ٹوہ لگانے کی کوشش کی مگر وہ ٹال گیا پھر فرزانہ نے اسے اس کی عادت اور مزاج کا نام دے کر اس مسئلے کو ذہن سے جھٹک دیا لیکن اچانک اس مرض کی وجہ اسے معلوم ہوگئی۔ وہ دیور کے بیٹے کے عقیقے پر لاہور آئی تو اس کی ملاقات حسن کی ایک شوخ و طرار کزن سے ہوئی۔ اس نے اچانک فرزانہ سے پوچھا کیا حسن بھائی اب بھی ثمینہ کو کبھی یاد کرتے ہیں۔

ثمینہ ؟کون ثمینہ ؟وہ حیرانگی سے اس کا منہ تکنے لگی۔ ارے بھابی میں تو سمجھی بھائی نے آپ کو بتا دیا ہو گا ارے کیا لیلیٰ مجنوں کی داستاں تھی اور حسن بھائی تو بالکل دیوانوں کی طرح ہو گئے تھے وہ بولتے ہی چلی گئی کہ ستارہ نے اسے گھورا تو وہ ایک دم خاموش ہو گئی مگر فرزانہ کے لیے بہت بڑا سوالیہ نشان چھوڑ گئی۔

اس نے ستارہ سے کرید کرید کر پوچھا اور جب اسے حسن کی قسم دی تو وہ بھائی کی محبت میں سب کچھ بتانے کے لیے تیار ہو گئی۔ اس عمر میں تو بھابی ایسا ہوتا ہی ہے۔ وہ بولی ثمینہ ہماری فرسٹ کزن ہے شروع ہی سے بھائی کی توجہ کا مرکز تھی اور وہ بھی حسن بھائی کو ٹوٹ کر چاہتی تھی دونوں اطراف سے بزرگوں کی بھی ہاں ہی تھی کہ ایک حادثے نے ثمینہ اور بھائی کے شب و روز ہی بدل ڈالے ثمینہ کو عرصے سے پیٹ میں تکلیف رہتی جو اچانک شدت اختیار کر گئی ہسپتال جا کر پتہ چلا کہ پیٹ میں رسولی ہے جو اب کافی بڑھ گئی ہے۔ آپریشن ہوا تو ڈاکٹروں نے یہ افسوسناک خبر سنائی کہ ثمینہ اب کبھی بھی ماں نہیں بن سکتی۔

بھائی کو تو یہ بھی قبول تھا لیکن ماں نہیں مانی پھر لندن سے ایک دور پار کے رشتہ دار جن کے دو بچے تھے اور ان کی بیوی دو سال پہلے فوت ہو گئی سے بیاہ دیا گیا۔ بھائی بہت رویا، بہت تڑپا پر یہ تو قسمت کے فیصلے ہیں بھابی۔ تب فرزانہ کی دنیا اتھل پتھل ہو گئی۔ بعض اوقات انسان کے اندر اٹھنے والے خاموش طوفان اس کی رگ رگ کو تہہ و بالا کر دیتے ہیں، روئیں روئیں کو ڈس لیتے، دل کی دیواروں تک کو جلا ڈالتے ہیں۔ وہ کرچی کرچی ہو کر بکھر رہی تھی مگر دل و جگر تب لہر لہر ہوئے جب ہم سفر نے اعترافِ محبت کر لیا۔

ثمینہ کی محبت میرے اندر خون کی طرح بہتی تھی اس کے تصور کے بغیر تو میں سانس بھی نہ لے پاتا تھا مگر تقدیر نے ہمیں الگ کر دیا۔ محبت کی ناؤ تب ڈوب گئی جبکہ وہ کنارے آ لگی تھی۔ میں آج تک اُسے بھول نہ پایا اور شاید کبھی بھول بھی نہ پاؤں۔

وہ صاف گوئی سے بولتا چلا گیا۔

جب میں تمہارے پاس ہوتا ہوں تب بھی وہ مجھ سے جدا نہیں ہوتی۔ کئی بار سوچا تمہیں بتا دوں مگر حوصلہ ہی نہ کر پایا اور یہ کھوٹ دل میں لیے میں تمہیں چاہتا رہا۔ حسن نے اپنا دل کھول کر رکھ دیا۔ اس کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ گرتے آنسو فرزانہ کے دل پر تیزاب کی طرح گرنے لگے۔ رقابت کے زنگ آلود خنجر کا وار کتنا کاری تھا جو اس کے دل و جگر میں پیوست ہوتا جا رہا تھا۔ مگر وہ صیاد کے سامنے تڑپنا نہ چاہتی تھی۔ کاش وہ لاہور گئی ہی نہ ہوتی وہ اس کی کزن سے نہ ملی ہوتی۔ کاش اس نے حسن سے کچھ نہ پوچھا ہوتا یا پھر حسن ہی اس سے جھوٹ بول دیتا مگر ہونی تو ہو کر ہی رہتی ہے۔ اس کاش میں چھپے اذیت اور کرب کو صرف وہ جان سکتی تھی۔ ابنِ آدم کے خمیر میں خود غرضی کا عنصر ملاتے رب نے بنتِ حوّا کی گھٹی میں وہ لچک رکھ دی جس کا اظہار وہ آج کرنے والی تھی۔ اپنی جگہ سے دھیرے سے اٹھ کر اس نے سر جھکائے اس مجرم کے آنسو اپنے دوپٹے کے پلو سے پونچھ ڈالے جو اقرارِ جرم کے بعد بے حد سکون محسوس کر رہا تھا۔

میں تمہارے دکھ کی شدت جاننے سے تو قاصر ہوں حسن۔ ہاں محبت کے اس جنون کو ضرور جانتی ہوں جو مجھے تمہارے حوالے سے ملے۔ ہاں یہ میری بدقسمتی ہے کہ میں تمہاری ہو کر بھی وہ جگہ نہ بنا پائی جو

کسی دوسری عورت نے بنالی تھی۔ میں یہ بھی جانتی ہوں اگر یہ جرم میرا ہوتا تو تم کبھی معاف نہ کرتے۔

اس کی آنکھوں سے بہتے آنسو حسن کو شرمندہ کرنے لگے۔

وقت بہت بڑا مرہم ہے۔ وقت کا سمندر دھیرے دھیرے بہنے لگا اور اس میں تلاطم تب آیا جب بچے بچپن کی دہلیز پار کر کے جوانی کی چوکھٹ پر دستک دے رہے تھے۔

شادی کے بیس سال بعد جب نمرہ اور علی کے بعد آنے والی بیلی بھی بارہ برس کی ہونے کو تھی ثمینہ بیوگی کی چادر اوڑھے واپس آگئی۔ تب وہ لاہور میں اپنے ذاتی گھر منتقل ہو چکے تھے۔ احسن کے آئے دن اس کے گھر کے چکر لگنے لگے تو رشتہ دار خواتین نے فرزانہ آنکھیں کھول کر رکھنے کی ہدایت کی۔ حسن کے طور اطوار بدل گئے، بال باقاعدگی سے رنگے جانے لگے ایک انوکھی سی بشاشت نے جیسے اس کے چہرے پر شادابی بکھیر دی جو فرزانہ نے گئے بیس برسوں میں نہ دیکھی۔ اداسی اور خاموشی کے دورے تو کہیں رفوچکر تھے۔ پھر حسن نے اپنے جوان بچوں ان کی ماں کی بیس سالہ رفاقت اور اپنے سفید ہوتے بالوں کی پرواہ کیے بغیر ثمینہ سے شادی کا فیصلہ سنا دیا، زلزلہ ہی آگیا تھا لیکن نہ در ہلا نہ دیوار۔ جرم بتائے بغیر سزا تجویز ہو گئی۔

میں اجازت نہ دوں تو بھی....؟

ہاں تب.... بھی میں ہمیشہ سے اس کے بغیر ادھورا تھا، ادھورا ہوں اور رہوں گا۔ مجھے مکمل ہونے دو.... میرے رستے کی دیوار بننے کی کوشش کی تو یاد رکھو گرا کر گزر جاؤں گا۔ محبت کے لیے تو وہ ہر خراج دینے کو تیار تھی پر محبت میں تقسیم....؟ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ وہ بپھر گئی۔ میں جا رہی ہوں یہ گھر چھوڑ کر۔

مگر پتھر کے صنم پر کچھ اثر نہ ہوا.... یہی مناسب ہے تو یونہی سہی اس نے لاپرواہی سے کندھے اچکائے۔ برسوں کی رفاقت کا یہی ثمر تھا حسن۔ یہی صلہ دیا میری وفا کا تم نے۔ اس نے دل میں سوچا فرزانہ اپنا چھوٹا سا بیگ لیے اس دہلیز پر آگئی جہاں سے گڑیاں، پٹولے اور بے غرض محبتوں کو چھوڑ کر ایک نئے جہان میں قدم رکھا تھا۔ گئے زمانوں کا ایک ایک پل اس گھر کے درودیوار پر آج بھی زندہ تھا۔ چھوٹا بھائی تو بیوی کو لے کر کب کا پردیس جا بسا تھا۔ دادی کے بعد ابا اور دو سال پہلے امی بھی داغ مفارقت دے گئیں مگر بڑے بھائی اور بھابھی نے کبھی ان رشتوں کی کمی محسوس نہ ہونے دی۔ جب بھی وہ بچوں کو لے کر چھٹیاں گزارنے آتی اسے ہاتھوں ہاتھ لیا جاتا۔ مگر اسے تنہا یوں بے موقع دیکھ کر سب ہی چونک پڑے۔ اس نے یہ کہہ کر انہیں مطمئن کر دیا کہ وہ ذہنی اور جسمانی تھکاوٹ کا شکار تھی گھر میں تو کوئی نہ کوئی کام نکل ہی آتا ہے یہاں رہ کر آرام کروں گی۔ بچوں کو بھی وہ یہی کہہ کر آئی تھی۔ بچے والدین کے درمیان بڑھتی خلیج کو محسوس کیے بغیر نہ رہ سکے۔ صفائی ستھرائی کے لیے ماسی موجود تھی کچن دونوں بہنیں آسانی سے سنبھال لیتی تھیں۔ بیس سالہ شادی شدہ زندگی میں کئی اُتار چڑھاؤ آئے مگر دونوں نے حسن تدبر سے کام لیتے ہوئے معاملات کو سنبھال لیا۔ یہ نہیں تھا کہ وہ بہت اچھی تھی بلکہ دونوں ہی ایک دوسرے کی خامیوں کو نظر انداز اور خوبیوں کو اجالتے رہے تبھی زندگی کا پہیہ بڑے متوازن انداز سے چلتا رہا اور وہ قدم سے قدم ملا کر چلتے رہے۔

اسے گئے ابھی ایک ہفتہ ہی ہوا تھا کہ حسن کو گھر کے خالی پن کا احساس بے طرح ہونے لگا، حالانکہ بچے

گھر میں شور شرابہ تو مچائے ہی رکھتے پر اس کے صحن کا آنگن ایک دم سونا ہو گیا کچن سے اٹھتی کھانوں کی مہک سے لے کر الماری میں ٹنگے کپڑوں اور تہہ کر کے رکھے رومالوں تک میں اس کی یاد بسی تھی۔ جیسے کوئی بے حد عزیز ہستی بچھڑ گئی ہو جیسے کسی بچے سے اس کا پسندیدہ کھلونا کھو گیا ہو۔ اک کسک، اک بے کلی جسم و جاں کو حصار میں لیے ہوئے تھی۔ وہ پورے گھر میں بولایا سا گھومنے لگا۔ اب اس کے حواس پر ثمینہ نہیں فرزانہ کی یادیں تیرنے لگیں جو اس کی شریکِ حیات تھی اس کی زندگی تھی دھڑکن کی ہر لے ایک ہی رگ الاپ رہی تھی فرزانہ... فرزانہ....

اسے ادراک ہوا کہ اس کے دل و دماغ پر صرف اس کا راج تھا۔ وہ بے طرح ٹوٹ کر بکھرنے لگا ثمینہ کی محبت تو سہم کر کسی کونے میں جا لگی حالانکہ اس کی طرف سے شادی کا دباؤ بڑھنے لگا تھا مگر فرزانہ کی محبت تو سر چڑھ کر بول رہی تھی۔ کہ حسن تم صرف میرے ہو صرف میرے۔ پھر ثمینہ کو دوٹوک جواب دے کر دو ہفتے بعد وہ اس کے سامنے کھڑا تھا شرمندہ سا زرد اور کمزور۔

میں تمہیں لینے آیا ہوں فرزانہ۔ چلو گھر چلیں وہ بنا کوئی تمہید باندھے بولا لیکن... فرزانہ نے بڑے غور سے اس کی طرف دیکھا جیسے پوچھ رہی ہو ثمینہ کا کیا ہوا۔

میری زندگی کا اک سراب تھا وہ جس میں میں بھٹک رہا تھا مگر تمہاری چند دن کی جدائی نے مجھے یہ کہنے پر مجبور کر دیا کہ حسن صرف تم سے محبت کرتا ہے فرزانہ صرف تم سے....

اب دل کے کسی چور دروازے سے کبھی کوئی ثمینہ نہ آئے گی اس کی آنکھوں میں تیرتے پانیوں نے فرزانہ کو جیسے گھائل کر دیا مجھے معاف کر دو میں بہت برا ہوں۔

میں نے تمہیں پہاڑ سا دکھ دیا ہے وہ بولتا رہا۔

فرزانہ کو لگا جیسے روپہلے جھلمل کرتے پردے کے پیچھے چھپا شہزادہ باہر آگیا ہو۔ ہاں احسن اس عمر میں بھی اسے پر کشش شہزادہ ہی لگ رہا تھا جس کا انتظار وہ کئی برسوں سے کر رہی تھی۔ جس کے دل کی ریاست کی صرف وہ ملکہ تھی اور اس نے اُسے خود پر راج کرنے کا مکمل اختیار دے دیا تم نے کسی کو کچھ بتایا تو نہیں احسن نے چائے پیتے ہوئے چونک کر پوچھا جو بھابھی ابھی بنا کر رکھ گئی تھی۔

میں جانتی ہوں احسن وہ انتہائی ٹھہرے ہوئے متانت بھرے لہجے میں بولی میں یہ کیسے بتاتی کہ جس شخص کو میں نے زندگی کے بیس سال دیے وہ کبھی میرا تھا ہی نہیں۔ یہ میری ہی نہیں تمہاری بھی عزت کا سوال تھا۔ کتنے چھوٹے ہو جاتے تم سب کی نظروں میں۔ اپنے بچوں کے باپ کو یوں نظروں سے گرتا کیسے دیکھ پاتی مجھ میں بھی کئی خامیاں ہیں جب تم نے کبھی ان کی تشہیر نہیں کی ان کو میرے لیے کبھی طعنہ نہ بنایا۔ رشتے داروں میں کبھی میرے رتبے اور وقار پر کبھی حرف نہ آنے دیا تو میں یہ کیسے کرتی۔ ربِ کریم نے قرآن پاک میں میاں بیوی کو ایک دوسرے کا لباس قرار دیا ہے۔ لباس تو پردہ داری اور عیب پوشی کے لیے ہوتا ہے نا۔ خامیوں اور عیبوں کو اچھالتے رشتے کبھی معتبر نہیں ہوتے۔

حسن کو لگا کہ یہ سادہ سی گھریلو عورت جس کے اصل مقام پر ہمیشہ دوسری عورت کا قبضہ رہا آج اس کے دل کے سب سے اونچے سنگھار سن پر کسی ملکہ کی طرح براجماں ہے۔ حسن نے بے تاب ہو کر اس کا ہاتھ تھام لیا۔

حسن کے ہاتھ کی گرفت فرزانہ کے ہاتھ پر مضبوط سے مضبوط ہوتی چلی گئی۔

❄

میں ایک میاں ہوں۔ مطیع و فرمانبردار، اپنی بیوی روشن آراء کو اپنی زندگی کی ہر ایک بات سے آگاہ رکھنا اصول زندگی سمجھتا ہوں اور ہمیشہ اس پر کاربند رہا ہوں۔ خدا میرا انجام بخیر کرے۔

چنانچہ میری اہلیہ میرے دوستوں کی تمام عادات و خصائل سے واقف ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ میرے دوست جتنے مجھ کو عزیز ہیں اتنے ہی روشن آراء کو برے لگتے ہیں۔ میرے احباب کی جن اداؤں نے مجھے مسحور کر رکھا ہے انہیں میری اہلیہ ایک شریف انسان کے لیے باعث ذلت سمجھتی ہیں۔

آپ کہیں یہ نہ سمجھ لیں کہ خدانخواستہ وہ کوئی ایسے آدمی ہیں، جن کا ذکر کسی معزز مجمع میں نہ کیا جاسکے۔ کچھ اپنے ہنر کے طفیل اور کچھ خاکسار کی صحبت کی بدولت سب کے سب ہی سفید پوش ہیں۔ لیکن اس بات کو کیا کروں کہ ان کی دوستی میرے گھر کے امن میں اس قدر خلل انداز ہوتی ہے کہ کچھ کہہ نہیں سکتا۔

مثلاً مرزا صاحب ہی کو لیجیے، اچھے خاصے اور بھلے آدمی ہیں۔ گو محکمہ جنگلات میں ایک معقول عہدے پر ممتاز ہیں لیکن شکل و صورت ایسی پاکیزہ پائی ہے کہ امام مسجد معلوم ہوتے ہیں۔ جوا وہ نہیں کھیلتے، گلی ڈنڈے کا ان کو شوق نہیں۔ جیب کترتے ہوئے کبھی وہ نہیں پکڑے گئے۔ البتہ کبوتر پال رکھے ہیں، ان ہی سے جی بہلاتے ہیں۔ ہماری اہلیہ کی یہ کیفیت ہے کہ محلے کا کوئی بدمعاش جوئے میں قید ہو جائے تو اس کی ماں کے پاس ماتم پرسی تک کو چلی جاتی ہیں۔ گلی ڈنڈے میں کسی کی آنکھ پھوٹ جائے تو مرہم پٹی کرتی رہتی ہیں۔ کوئی جیب کترا پکڑا جائے تو گھنٹوں آنسو بہاتی رہتی ہیں، لیکن وہ بزرگ جن کو دنیا بھر کی زبان مرزا صاحب کہتے تھکتی ہے وہ ہمارے گھر میں "موئے کبوتر باز" کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں۔ کبھی بھولے سے بھی میں آسمان کی طرف نظر اٹھا کر کسی چیل، کوے، گدھ، شکرے کو دیکھنے لگ جاؤں تو روشن آراء کو فوراً خیال ہو جاتا ہے کہ بس اب یہ بھی کبوتر باز بننے لگا۔ اس کے بعد مرزا صاحب کی شان میں ایک قصیدہ شروع ہو جاتا ہے۔ بیچ میں میری جانب گریز۔ کبھی لمبی بحر میں، کبھی چھوٹی بحر میں۔

پطرس بخاری

ایک دن جب یہ واقعہ پیش آیا، تو میں نے مصمم ارادہ کرلیا کہ اس مرزا کمبخت کو کبھی پاس نہ پھٹکنے دوں گا، آخر گھر سب سے مقدم ہے۔ بیوی کے باہمی اخلاص کے مقابلے میں دوستوں کی خوشنودی کیا چیز ہے؟ چنانچہ ہم غصے میں بھرے ہوئے مرزا صاحب کے گھر گئے، دروازہ کھٹکھٹایا۔ کہنے لگے اندر آجاؤ۔ ہم نے کہا، نہیں آتے تم باہر آؤ۔ خیر اندر گیا۔ بدن پر تیل مل کر ایک کبوتر کی چونچ منہ میں لئے دھوپ میں بیٹھے تھے۔ کہنے لگے بیٹھ جاؤ ہم نے کہا، بیٹھیں گے نہیں، آخر بیٹھ گئے۔ ہمارے تیور کچھ

بگڑے ہوئے تھے، مرزا بولے کیوں بھئی؟ خیر باشد! میں نے کہا کچھ نہیں۔ کہنے لگے اس وقت کیسے آنا ہوا؟

اب میرے دل میں فقرے کھولنے شروع ہوئے۔ پہلے ارادہ کیا کہ ایک دم ہی سب کچھ کہہ ڈالو اور چل دو، پھر سوچا کہ مذاق سمجھے گا اس لیے کسی ڈھنگ سے بات شروع کرو۔ لیکن سمجھ میں نہ آیا کہ پہلے کیا کہیں، آخر ہم نے کہا۔

"مرزا، بھئی کبوتر بہت مہنگے ہوتے ہیں؟"

یہ سنتے ہی مرزا صاحب نے چین سے لے کر امریکہ تک کے تمام کبوتروں کو ایک ایک کرکے گنوانا شروع کیا۔ اس کے بعد دانے کی مہنگائی کے متعلق گل افشانی کرتے رہے اور پھر محض مہنگائی پر تقریر کرنے لگے۔ اس دن تو ہم یوں ہی چلے آئے لیکن ابھی کھٹ پٹ کا ارادہ دل میں باقی تھا۔ خدا کا کرنا کیا ہوا کہ شام کو گھر میں ہماری صلح ہوگئی۔ ہم نے کہا، چلو اب مرزا کے ساتھ بگاڑنے سے کیا حاصل؟ چنانچہ دوسرے دن مرزا سے بھی صلح صفائی ہوگئی۔

لیکن میری زندگی تلخ کرنے کے لیے ایک نہ ایک دوست ہمیشہ کارآمد ہوتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فطرت نے میری طبیعت میں قبولیت اور صلاحیت کوٹ کوٹ کر بھر دی ہے کیونکہ ہماری اہلیہ کو ہم میں ہر وقت کسی نہ کسی دوست کی عادات قبیحہ کی جھلک نظر آتی رہتی ہے یہاں تک کہ میری اپنی ذاتی سیرت بالکل ہی ناپید ہو چکی ہے۔

شادی سے پہلے ہم کبھی کبھی دس بجے اٹھا کرتے تھے ورنہ گیارہ بجے۔ اب کتنے بجے اٹھتے ہیں؟ اس کا اندازہ وہی لوگ لگا سکتے ہیں جن کے گھر ناشتہ زبردستی صبح کے سات بجے کرا دیا جاتا ہے اور اگر ہم کبھی بشری کمزوری کے تقاضے سے مرغوں کی طرح تڑکے اٹھنے میں کوتاہی کریں تو فوراً ہی کہہ دیا جاتا ہے کہ یہ اس نکھٹو نسیم کی صحبت کا نتیجہ ہے۔ ایک دن صبح صبح ہم نہا رہے تھے، سردی کا موسم ہاتھ پاؤں کانپ رہے تھے، صابن سر پر ملتے تھے تو ناک میں گھستا تھا کہ اتنے میں ہم نے خدا جانے کس پراسرار جذبے کے ماتحت غسل خانے میں الاپنا شروع کیا۔ اور پھر گانے لگے کہ

"توری چھل بل ہے نیاری....."

اس کو ہماری انتہائی بدمذاقی سمجھا گیا، اور اس بدمذاقی کا اصل منبع ہمارے دوست پنڈت جی کو ٹھہرایا گیا۔

لیکن حال ہی میں مجھ پر ایک ایسا سانحہ گزرا ہے کہ میں نے تمام دوستوں کو ترک کر دینے کی قسم کھالی ہے۔

تین چار دن کا ذکر ہے کہ صبح کے وقت روشن آراء نے مجھ سے میکے جانے کے لیے اجازت مانگی۔ جب سے ہماری شادی ہوئی ہے، روشن آراء صرف دو دفعہ میکے گئی ہے اور پھر اس نے کچھ اس سادگی اور عجز سے کہا کہ میں انکار نہ کر سکا۔ کہنے لگی تو پھر میں ڈیڑھ بجے کی گاڑی میں چلی جاؤں؟ میں نے کہا اور کیا؟

وہ جھٹ تیاری میں مشغول ہوگئی اور میرے دماغ میں آزادی کے خیالات نے چکر لگانے شروع کئے۔ یعنی اب بے شک دوست آئیں، بے شک ادھم مچائیں، میں بے شک گاؤں، بے شک جب چاہوں اُٹھوں، بے شک تھیٹر جاؤں، میں نے کہا۔

"روشن آراء جلدی کرو، نہیں تو گاڑی چھوٹ جائے گی۔" ساتھ اسٹیشن پر گیا۔ جب گاڑی میں سوار کرا چکا تو کہنے لگی۔

"خط روز لکھتے رہئے!" میں نے کہا "ہر روز اور تم بھی!"

"کھانا وقت پہ کھا لیا کیجیے اور ہاں دھلی ہوئی جرابیں اور رومال الماری کے نچلے خانے میں پڑے ہیں"۔

اس کے بعد ہم دونوں خاموش ہوگئے۔ اور ایک دوسرے کے چہرے کو دیکھتے رہے۔ اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے، میرا دل بھی بیتاب ہونے لگا اور جب گاڑی روانہ ہوئی تو میں دیر تک مبہوت پلیٹ فارم پر کھڑا رہا۔

آخر آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا کتابوں کی دکان تک آیا اور رسالوں کے ورق پلٹ پلٹ کر تصویریں دیکھتا رہا۔ ایک اخبار خریدا، تہہ کر کے جیب ڈالا اور عادت کے مطابق گھر کا ارادہ کیا۔

پھر خیال آیا کہ اب گھر جانا ضروری نہیں رہا۔ اب جہاں چاہوں جاؤں، چاہوں تو گھنٹوں اسٹیشن پر ہی ٹہلتا رہوں، دل چاہتا تھا قلابازیاں کھاؤں۔

کہتے ہیں، جب افریقہ کے وحشیوں کو کسی تہذیب یافتہ ملک میں کچھ عرصہ رکھا جاتا ہے تو گو وہ وہاں کی شان و شوکت سے بہت متاثر ہوتے ہیں لیکن جب واپس جنگلوں میں پہنچتے ہیں تو خوشی کے مارے چیخیں مارتے ہیں۔ کچھ ایسی ہی کیفیت میرے دل کی بھی ہو رہی تھی۔ بھاگتا ہوا اسٹیشن سے آزادانہ باہر نکلا، آزادی کے لہجہ میں تانگے والے کو بلایا اور کود کر تانگے میں سوار ہوگیا۔ سگریٹ سلگا لیا، ٹانگیں سیٹ پر پھیلا دیں اور کلب کو روانہ ہوگیا۔

رستے میں ایک بہت ضروری کام یاد آیا، تانگہ موڑ کر گھر کی طرف پلٹا، باہر ہی سے نوکر کو آواز دی۔

"امجد"

"حضور!"

"دیکھو، حجام کو جا کے کہہ دو کہ کل گیارہ بجے آئے۔"

"بہت اچھا۔"

"گیارہ بجے سن لیا نا؟ کہیں روز کی طرح پھر چھ بجے وارد نہ ہو جائے۔"

"بہت اچھا حضور۔"

"اور اگر گیارہ بجے سے پہلے آئے، تو دھکے دے کر باہر نکال دو۔"

یہاں سے کلب پہنچے، آج تک کبھی دن کے دو بجے کلب نہ گیا تھا، اندر داخل ہوا تو سنسان۔ آدمی کا نام ونشان تک نہیں۔ سب کمرے دیکھ ڈالیے۔ بلیرڈ کا کمرہ خالی، شطرنج کا کمرہ خالی۔ تاش کا کمرہ خالی، صرف کھانے کے کمرے میں ایک ملازم چھریاں تیز کر رہا تھا۔ اس سے پوچھا "کیوں بے آج کوئی نہیں آیا؟"

کہنے لگا "حضور آپ جانتے ہیں، اس وقت بھلا کون آتا ہے؟"

بہت مایوس ہوا باہر نکل کر سوچنے لگا کہ اب کیا کروں؟ اور کچھ نہ سوجھا تو وہاں سے مرزا صاحب کے گھر پہنچا۔ معلوم ہوا ابھی دفتر سے واپس نہیں آئے، دفتر پہنچا دیکھ کر بہت حیران ہوئے، میں نے سب حال بیان کیا کہنے لگے۔

"تم باہر کے کمرے میں ٹھہرو، تھوڑا سا کام رہ گیا ہے، بس ابھی بھگتا کے تمہارے ساتھ چلتا ہوں، شام کا پروگرام کیا ہے؟"

میں نے کہا۔ "تھیٹر!"

کہنے لگے۔ "بس بہت ٹھیک ہے، تم باہر بیٹھو میں ابھی آیا۔"

باہر کے کمرے میں ایک چھوٹی سی کرسی پڑی تھی، اس پر بیٹھ کر انتظار کرنے لگا اور جیب سے اخبار نکال کر پڑھنا شروع کر دیا۔ شروع سے آخر تک سب پڑھ ڈالا اور ابھی چار بجنے میں ایک گھنٹہ باقی تھا، پھر سے پڑھنا شروع کر دیا۔ سب اشتہار پڑھ ڈالے اور پھر سب اشتہاروں کو دوبارہ پڑھ ڈالا۔

آخر کار اخبار پھینک کر بغیر کسی تکلف یا لحاظ کے جمائیاں لینے لگا۔ جمائی پہ جمائی۔

جمائی پہ جمائی۔ حتیٰ کہ جبڑوں میں درد ہونے لگا۔

اس کے بعد ٹانگیں ہلانا شروع کیں لیکن اس سے بھی تھک گیا۔

پھر میز پر طبلے کی گتیں بجاتا رہا۔

بہت تنگ آگیا تو دروازہ کھول کر مرزا سے کہا۔ "ابے یار اب چلنا بھی ہے کہ مجھے انتظار ہی میں مار ڈالے گا، مردود کہیں کا، سارا دن میرا ضائع کر دیا۔"

وہاں سے اُٹھ کر مرزا کے گھر گئے۔ شام بڑے لطف میں کٹی۔ کھانا کلب میں کھایا۔ اور وہاں سے دوستوں کو ساتھ لیے تھیٹر گئے، رات کے ڈھائی بجے گھر لوٹے، تکئے پر سر رکھا ہی تھا، کہ نیند نے بے ہوش کر دیا۔ صبح آنکھ کھلی تو کمرے میں دھوپ لہریں مار رہی تھی۔ گھڑی کو دیکھا تو پونے گیارہ بجے تھے۔ ہاتھ بڑھا کر میز پر سے ایک سگریٹ اٹھایا اور سلگا کر طشتری میں رکھ دیا اور پھر اونگھنے لگا۔

گیارہ بجے امجد کمرے میں داخل ہوا کہنے لگا "حضور حجام آیا ہے۔"

ہم نے کہا۔ "یہیں بلا لاؤ"۔ یہ عیش مدت بعد نصیب ہوا، کہ بستر میں لیٹے لیٹے حجامت بنوالیں، اطمینان سے اٹھے اور نہا دھو کر باہر جانے کے لیے تیار ہوئے لیکن طبیعت میں وہ شگفتگی نہ تھی، جس کی امید لگائے بیٹھے تھے۔ چلتے وقت الماری سے رومال نکالا تو خدا جانے کیا خیال دل میں آیا، وہیں کرسی پر بیٹھ گیا۔ اور سودائیوں کی طرح اس رومال کو دیکھتا رہا۔ الماری کا ایک اور خانہ کھولا تو سرمئی رنگ کا ایک ریشمی دوپٹہ نظر آیا۔ باہر نکالا، ہلکی ہلکی عطر کی خوشبو آرہی تھی۔ بہت دیر تک اس پر ہاتھ پھیرتا رہا دل بھر آیا، گھر سونا معلوم ہونے لگا۔ بہتیرا اپنے آپ کو سنبھالا لیکن آنسو ٹپک ہی پڑے۔ آنسوؤں کا گرنا تھا کہ بیتاب ہو گیا۔ اور سچ مچ رونے لگا۔ سب جوڑے باری باری نکال کر دیکھے لیکن نہ معلوم کیا کیا یاد آیا کہ اور بھی بے قرار ہوتا گیا۔

آخر نہ رہا گیا، باہر نکلا اور سیدھا تار گھر پہنچا۔ وہاں سے تار دیا کہ میں بہت اداس ہوں تم فوراً آجاؤ!

تار دینے کے بعد دل کو کچھ اطمینان ہوا، یقین تھا کہ روشن آراء اب جس قدر جلد ہو سکے گا، آجائے گی۔ اس سے کچھ ڈھارس بندھ گئی اور دل پر سے جیسے ایک بوجھ ہٹ گیا۔

دوسرے دن دوپہر کو مرزا کے مکان پر تاش کا معرکہ گرم ہونا تھا۔ وہاں پہنچے تو معلوم ہوا کہ مرزا کے والد سے کچھ لوگ ملنے آئے ہیں اس لیے تجویز یہ ٹھہری کہ یہاں سے کسی اور جگہ سرک چلو۔ ہمارا مکان تو خالی تھا ہی، سب یار لوگ وہیں جمع ہوئے۔ امجد سے کہہ دیا گیا کہ حقے میں اگر ذرا بھی خلل واقع ہوا تو تمہاری خیر نہیں۔ اور پان اس طرح سے متواتر پہنچتے رہیں کہ بس تانتا لگ جائے۔

اب اس کے بعد کے واقعات کو کچھ مرد ہی اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔ شروع شروع میں تو تاش باقاعدہ اور باضابطہ ہوتا رہا۔ جو کھیل بھی کھیلا گیا بہت معقول طریقے سے قواعد و ضوابط کے مطابق اور متانت و سنجیدگی کے ساتھ۔ لیکن ایک دو گھنٹے کے بعد کچھ خوش طبعی شروع ہوئی، یار لوگوں نے ایک دوسرے کے پتے دیکھنے شروع کر دیئے۔ یہ حالت تھی کہ آنکھ بچی نہیں اور ایک آدھ کام کا پتہ اُڑا نہیں اور ساتھ ہی قہقہے پر قہقہے اُڑنے لگے۔ تین گھنٹے کے بعد یہ حالت تھی کہ کوئی گھٹنا ہلا ہلا کر گا رہا ہے کوئی فرش پر بازو پھیلائے بجا رہا ہے۔ کوئی تھیٹر کا ایک آدھ مذاقیہ فقرہ لاکھوں دفعہ دہرا رہا ہے۔ لیکن تاش برابر ہو رہا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد دھول دھپا شروع ہوا، ان خوش فعلیوں کے دوران میں ایک مسخرے نے ایک ایسا کھیل تجویز کر دیا۔ جس کے آخر میں ایک آدمی بادشاہ بن جاتا ہے۔ دوسرا وزیر، تیسرا کوتوال اور جو سب سے ہار جاتا ہے۔ وہ چور۔ سب نے کہا "واہ واہ کیا بات کہی ہے"۔ ایک بولا۔ "پھر آج جو چور بنا، اس کی شامت آجائے گی"۔ دوسرے نے کہا۔ "اور نہیں تو کیا بھلا کوئی ایسا ویسا کھیل ہے۔ سلطنتوں کے معاملے ہیں سلطنتوں کے!"

کھیل شروع ہوا۔ بد قسمتی سے ہم چور بن گئے۔ طرح طرح کی سزائیں تجویز ہونے لگیں۔ کوئی کہے، "ننگے پاؤں بھاگتے ہوئے جائیے اور حلوائی کی دکان سے مٹھائی خرید کر لائیے"۔ کوئی کہے، "نہیں حضور، سب کے پاؤں پڑیے، اور ہر ایک سے دو دو چانٹے کھائیے۔" دوسرے نے کہا "نہیں صاحب ایک پاؤں پر کھڑا ہو کر ہمارے سامنے ناچے۔" آخر میں بادشاہ سلامت بولے۔ "ہم حکم دیتے ہیں کہ چور کو کاغذ کی ایک لمبوتری نوک دار ٹوپی پہنائی جائے اور اس کے چہرے پر سیاہی مل دی جائے۔ اور یہ اس حالت میں جا کر اندر سے حقے کی چلم بھر کر لائے۔" سب نے کہا۔ "کیا دماغ پایا ہے حضور نے۔ کیا سزا تجویز کی ہے! واہ واہ!"

ہم بھی مزے میں آئے ہوئے تھے، ہم نے کہا "تو ہوا کیا؟ آج ہم ہیں کل کسی اور کی باری آجائے گی۔" نہایت خندہ پیشانی سے اپنے چہرے کو پیش کیا۔ ہنس ہنس کر وہ بیہودہ سی ٹوپی پہنی، ایک شان استغنا کے ساتھ چلم اٹھائی اور زنانے کا دروازہ کھول کر باورچی خانے کو چل دیئے اور ہمارے پیچھے کمرہ قہقہوں سے گونج رہا تھا۔

صحن پر پہنچے ہی تھے کہ باہر کا دروازہ کھلا اور ایک برقعہ پوش خاتون اندر داخل ہوئی، منہ سے برقعہ الٹا تو روشن آراء!

دم خشک ہو گیا، بدن پر ایک لرزہ سا طاری ہو گیا، زبان بند ہو گئی، سامنے وہ روشن آراء جس کو میں نے تار دے کر بلایا تھا کہ تم فوراً آجاؤ میں بہت اداس ہوں اور اپنی یہ حالت کہ منہ پر سیاہی ملی ہے، سر پر وہ لمبوتری سی کاغذ کی ٹوپی پہن رکھی ہے اور ہاتھ میں چلم اٹھائے کھڑے ہیں، اور مردانے سے قہقہوں کا شور برابر آرہا ہے۔

روح منجمد ہو گئی اور تمام حواس نے جواب دے دیا۔ روشن آراء کچھ دیر تک چپکی کھڑی دیکھتی رہی اور پھر کہنے لگی ـــ لیکن میں کیا بتاؤں کہ کیا کہنے لگی؟ اس کی آواز تو میرے کانوں تک جیسے بیہوشی کے عالم میں پہنچ رہی تھی۔

اب تک آپ اتنا تو جان گئے ہوں گے، کہ میں بذات خود از حد شریف واقع ہوا ہوں، جہاں تک میں، میں ہوں مجھ سے بہتر میاں دنیا پیدا نہیں کر سکتی، میری سسرال میں سب کی یہی رائے ہے۔ اور میرا اپنا ایمان بھی یہی ہے لیکن ان دوستوں نے مجھے رسوا کر دیا ہے۔ اس لیے میں نے مصمم ارادہ کر لیا ہے کہ اب یا گھر میں رہوں گا یا کام پر جایا کروں گا۔ نہ کسی سے ملوں گا اور نہ کسی کو اپنے گھر آنے دوں گا سوائے ڈاکیے یا حجام کے۔ اور ان سے بھی نہایت مختصر باتیں کروں گا۔

"خط ہے؟"

"جی ہاں"

"دے جاؤ، چلے جاؤ۔"

"ناخن تراش دو۔"

"بھاگ جاؤ۔"

بس، اس سے زیادہ کلام نہ کروں گا، آپ دیکھئے تو سہی!

❖

غریبوں کی بستی میں ایک چھوٹا سا معجزہ

رضا علی عابدی

دنیا عجب درسگاہ ہے۔ کوئی چاہے نہ چاہے، یہ اپنے سبق پڑھائے جاتی ہے۔ اب میں اپنا تازہ سبق سناتا ہوں۔

کراچی کی ایک لڑکی نے جس کا نام علیزہ بروہی ہے، اسٹیل مل کے قریب مزدوروں کی ایک بستی میں غریب گھرانوں کی کمسن لڑکیوں کے لیے ایک مفت اسکول کھولا ہے۔ اس نے باہر دیوار پر لکھا، یہاں لڑکیوں کی تعلیم بالکل مفت ہے، داخلہ جاری ہے۔ اگلے ہی روز پچاس لڑکیاں اپنی ماؤں کے ہاتھ پکڑے وہاں آگئیں۔ ماؤں نے علیزہ سے کہا کہ خدا کے لیے ان کو داخل کرلو۔ یہ رات دن پیچھے پڑی رہتی ہیں کہ ہمیں اسکول جانا ہے لیکن ہماری حالت یہ ہے کہ ہمیں تو کھانے کو بھی نصیب نہیں، ان کو کہاں سے پڑھوائیں، تم ہم پر اور یتیموں پر احسان کرو، ان کو کلاس میں بٹھالو۔ علیزہ مان گئی۔

لڑکیوں کے لیے جماعت کے دروازے کھلنے کی دیر تھی کہ اور پچاس لڑکیاں اپنی ماؤں کی انگلی تھامے چلی آئیں اور دو کمروں کی وہ چھوٹی سی عمارت دیکھتے دیکھتے بچیوں سے بھر گئی۔ تعلیم اس شان سے شروع ہوئی کہ جیسے کسی نے ان سب کے کان میں کہا ہو، اقراء۔

دیکھتے دیکھتے برتن دھونے اور پونچھا لگانے والی بچیوں کے ہاتھ میں دو چیزیں نمودار ہوگئیں، کتاب اور قلم۔ علم کی کرن نے اس بار پھوٹنے کے لیے تنگدست اور بدحال مزدوروں کی بستی کو چنا۔ وہ جن گھروں میں رات کے سناٹے میں چھوٹی چھوٹی آوازیں آیا کرتی تھیں، امی مجھے اسکول جانا ہے یا ابو مجھے اسکول بھیج دو، اب وہاں سونے سے پہلے وہی آوازیں تھکے ہوئے ماں باپ کو کبھی کلمہ سنا رہی ہیں کبھی قُل اور کبھی اے فار ایپل، بی فار بے بی، سی فار (توتلی زبان سے) تار یعنی کار۔

علاقے کا مزاج بدل رہا ہے۔ علیزہ گھر گھر جا کر اپنے اسکول کے لیے بڑی اور محفوظ عمارت ڈھونڈ رہی ہے۔ محفوظ یوں کہ سڑک کے کنارے لڑکیوں کا اسکول کھولنے کی ایک سزا ابھی ملی ہے۔ بعض لوگ آتے جاتے اسکول میں پتھر پھینک جاتے ہیں۔ علیزہ لڑکیوں کو جلدی سے کمرے میں بند کرلیتی ہے۔

ایک روز اس نے طالبات کا دن منانے کا فیصلہ کیا۔ اس چھوٹی سی عمارت کو سجایا گیا، دریاں بچھائی گئیں۔ غبارے اور جھالریں لگائی گئیں۔ علیزہ نے اپنی ماں کو مہمان خصوصی کے طور پر بلایا۔ وہ پہلی بار اس عمارت میں آئیں۔ لڑکیوں کا خوشی کے مارے برا حال تھا۔ پہننے کو ان کے پاس نئے نئے کپڑے تو نہ تھے لیکن جہاں تک ہوسکا وہ بن سنور کر آئیں۔

جشن جاری تھا کہ باہر

سے کچھ اوباش لڑکوں نے پتھراؤ کر دیا۔ علیزہ کی ماں کے ایک بازو پر پتھر لگا لیکن شکر ہے کہ زخمی نہیں ہوئیں۔ بچیاں سہم کر رہ گئیں۔ علیزہ سوچتی ہی رہ گئی کہ یہ کون لوگ ہیں اور کیا چاہتے ہیں۔ میں نے فون کر کے خیریت معلوم کی۔ کہنے لگی کہ میں ہار ماننے والی نہیں۔ اسے ان ایک سو لڑکیوں کی فکر ہے جو ابھی باہر ہیں۔ ماں باپ ان کے شوق کو دیکھ کر حیران ہیں اور چند ایک تو فیس دینے پر بھی آمادہ ہیں مگر وہاں تو واضح اعلان ہے کہ نادار گھرانوں کی غریب بچیوں کے لیے تعلیم مفت ہے۔ سبب اس کا یہ ہے کہ کچھ درد مند لوگ خاموشی سے علیزہ کے ساتھ کھڑے ہیں جن سے اس کو تقویت ہے۔ وہ اس یقین کے ساتھ اس سفر پر نکل کھڑی ہوئی ہے کہ لوگ ساتھ دیں گے تو کارواں بن جائے گا۔

اس سبق کا اگلا باب پڑھ کر احساس ہوتا ہے کہ یہ تو ضخیم کتاب ہے اور دور تک اور دیر تک پڑھی جائے گی۔ وہ اگلا باب کچھ یوں ہے علیزہ کے اسکول میں آنے والی غریب لڑکیوں کے بارے میں پتہ چلا کہ ان کے گھروں میں اتنی زیادہ مفلسی ہے کہ اکثر لڑکیاں شام کو کہیں سبزی بیچتی ہیں، کسی گھر میں پونچھا لگاتی ہیں یا کسی گھر کے جھوٹے برتن دھوتی ہیں۔ اب یہ ہوا کہ ایک روز علیزہ ان لڑکیوں کو لے کر بیٹھی اور ان سے گفتگو شروع کی۔ علیزہ کی باتوں کا مرکزی خیال یہ تھا کہ مختلف گھروں میں جا کر کام کرنے والی لڑکیوں کو اپنی حفاظت کیونکر کرنی چاہیے۔ وہ تھوڑی سی رقم کمانے کے دوران کیسے کیسے خطرے ان کے سامنے کھڑے ہو سکتے ہیں اور بچیوں کو ان خطروں کا مقابلہ کیسے کرنا چاہیے۔

لڑکیاں خاموشی سے سنتی رہیں۔ جب علیزہ خاموش ہوئی تو بچیوں نے بولنا شروع کیا۔ انہوں نے کیا کہا، یہ تو میں بعد میں بتاؤں گا، یہاں یہ بتا دوں کہ ان کی باتیں سن کر علیزہ سناٹے میں آ گئی۔ وہ لرز اٹھی اور حیرت کے مارے اس کے لیے بولنا مشکل ہو گیا۔ لڑکیوں کی کہانیوں میں دکھ ہی دکھ بھرے تھے۔ گھر کے نوکروں کو جو ذلت اٹھانی پڑتی ہے اسے جانے دیجیے۔ ان کو ٹھوکروں میں رکھا جاتا ہے۔ وہ چلن بھی پرانا ہوا۔ ان پر کبھی طرح طرح کے الزام لگتے ہیں، کوئی ٹوٹ پھوٹ ہو جائے تو ان کی نہایت حقیر اجرت سے پیسے کاٹے جاتے ہیں۔ طیش کچھ زیادہ ہو تو ان کو مارا جاتا ہے، پیٹا جاتا ہے اور کبھی کبھی ان کے غریب ماں باپ کو بلا کر ان کو بھی ذلیل و خوار کیا جاتا ہے۔

مگر یہ سب تو خدا جانے کب سے چلا آ رہا ہے۔ اب جو ایک اور آفت آئی ہے وہ بچیوں نے علیزہ کو سنائی۔ وہ یہ کہ گھر کے مرد ان پر دست درازی کرتے ہیں اور موقع ملنے پر ان کی آبرو پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اس پر علیزہ نے ان سے وہی سوال پوچھا جو ہر ذی شعور پوچھتا ہے ”تم اپنے والدین کو بتاتی ہو.....؟“

جواب ملا ”نہیں۔“ وہ ہمیں ڈانٹتے ہیں، خفا ہوتے ہیں اور ہاتھ بھی اٹھاتے ہیں۔ اس لیے ہم چپ رہتے ہیں، اسی میں ہماری بچت ہے۔“

لڑکیاں تفصیل بتانے لگیں، علیزہ وہ تفصیل مجھے سنانے لگی۔ میں نے ایک پرانا مصرعہ پڑھ کر اسے خاموش کر دیا۔

نہ سنا جائے گا ہم سے یہ فسانہ ہرگز

اب میں خاموش ہوں لیکن کان میں لڑکیوں کی آوازیں گونج رہی ہیں جیسے وہ کہے جا رہی ہوں

”انکل سن لیجیے، انکل سن لیجیے۔“

گندم

مکافات عمل کے تحت ظالم بوڑھا نمبردار بیماری کی حالت میں نشان عبرت بنا۔ دن بھر تنہا کھانستا رہتا ہے، جسے آنکھ اٹھا کر بھی کوئی نہیں دیکھتا۔

سید نوشاد کاظمی

میرے گھر کے ساتھ ہی وسیع سرکاری زمین ہے، جسے گاؤں کے لوگ "کانچرائی" کہتے ہیں۔ یہ بہت بڑا رقبہ تھا، مگر اب آدھے سے بھی کم رہ گیا ہے۔ گاؤں کے لوگوں نے نمبردار سے پروانہ منظوری حاصل کر کے آہستہ آہستہ اس رقبہ کے مختلف حصوں پر قبضہ کر کے اس کو آباد کر لیا ہے۔ کہیں مکان بن گئے ہیں اور کہیں درخت لگا دیئے گئے ہیں اور کہیں گھاس اگتی ہے، جسے ہر سال اسوج کے مہینے یہ لوگ کاٹ لیتے ہیں۔ سب کو پتہ ہے اور گاؤں کے سارے لوگ جانتے ہیں کہ یہ "کانچرائی" سرکاری رقبہ ہے، جس پر وہ ناجائز قابض ہیں، لیکن اگر کوئی دوسرے سے کہہ دے کہ تو سرکاری رقبہ پر قابض ہے تو طوفان اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ سب کہنے والے کو کوستے ہیں اور برا بھلا کہتے ہیں تو وہ مارے خوف کے گاؤں کے کسی فرد کے سامنے اس حقیقت کا تذکرہ نہیں کرتا...... ہاں گھروں میں گاؤں کے بے نوا لوگ جو کانچرائی پر قابض نہیں ہیں، اپنے دل کی خوب بھڑاس نکال لیتے ہیں، مگر پھر بھی ان کے دلوں میں ڈر اور خوف دبکا رہتا ہے......

میرا یہ گاؤں بلند پہاڑی کی ایک ڈھلوان پر واقع ہے۔ ایک طرف زرخیز کھیت ہیں، جہاں گندم، جو اور مکئی کی فصلیں اور دیگر سبزیاں کاشت کی جاتی ہیں اور دوسری طرف پتھریلی سنگلاخ زمین...... مگر یہ زمین بھی سونا اگلتی ہے۔

جہاں چیڑھ، کائل اور کیکر کے درختوں کا گھنا جنگل ہے۔ جس جگہ جنگل نہیں وہاں سنبل، جنڈھ، کھگر اور چمبے کی گھنی جھاڑیاں ہیں اور گھاس ہے۔ ان جگہوں پر گاؤں کے لوگ مویشی چراتے ہیں اور یہی رقبہ کانچرائی ہے۔

لوگوں نے کانچرائی پر تھوڑا تھوڑا کر کے قبضہ کیا...... مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب میں چھوٹا سا تھا، تو اماں کے ساتھ کانچرائی میں جاتا رہتا تھا۔ ہم لوگ جھاڑیوں کی موٹی موٹی جڑیں اکھاڑ کر جلانے کے لیے لاتے تھے۔ مگر ہر برس اماں مجھے بتاتیں کہ

"سند هلو! جہاں سے ہم نے گزشتہ برس جڑیں اکھاڑی تھیں، اس جگہ پر تو بودے نے قبضہ کرلیا ہے اور جھاڑیاں اکھاڑ کر کھیت بنالیا ہے۔ اس طرح ہر سال تھوڑا تھوڑا کر کے لوگ اپنی زمین کی ملکیتی حدود میں توسیع کر لیتے تھے.........

میں اماں سے کہتا کہ "گاؤں کے لوگ اگر اس طرح کاہچرائی پر قبضہ کرتے رہے تو کاہچرائی (سرکاری رقبہ) ختم ہو جائے گی پھر ہم لوگ اپنے مویشی کہاں چرائیں گے؟ جلانے کے لیے سوکھی جھاڑیاں اور ان کی سوکھی جڑیں کہاں سے کھاڑیں گے....؟" ۔ اماں میری ان باتوں کا بس ایک ہی جواب دیتیں کہ "اللہ مالک ہے"۔

ایک دن اماں نے صبح مجھے دو پراٹھے پکا کر دیئے اور کہا "آج تو میرے ساتھ مویشی چرانے جائے گا۔ خوب پیٹ بھر کر ناشتہ کرلے ...... دوپہر ہم نے ادھر ہی چراگاہ میں گزارنا ہے۔ مویشی بھوکے ہیں۔ دن ڈھلے واپس لوٹیں گے"۔

میں خوب ناشتہ کر کے اماں کے ساتھ مویشی چرانے کاہچرائی میں چلا گیا۔ ہماری تین گائیں تھیں۔ دو بکریاں اور ایک بیل .... ہم مویشی چراتے چراتے تھوڑا آگے نکل گئے۔ اماں میرے ساتھ تھیں، جہاں کہیں انہیں سوکھی جھاڑی نظر آتی، درانتی سے کاٹ لیتیں۔ انہوں نے چادر کی بکل مار رکھی تھی اور درانتی ان کے کندھے کے ساتھ لٹکی ہوئی تھی۔ ایک جگہ انہیں وافر سوکھی جھاڑیاں نظر آگئیں، جن کو کاٹنے میں کچھ وقت لگ گیا۔ اس دوران ہمارے مویشی آگے بڑھ گئے تو اچانک نکڑ پر بسنے والا لڑکا ظرفو زور سے پکارا......

"نکالو یہاں سے مویشی........ یہ کس کے مویشی ہیں؟"

اماں نے اس کی پکار سن کر کہا۔

"ہر سال یہاں مویشی چرتے تھے ...... ا[ب] کیوں نکالوں.....؟"

"زیادہ باتیں نہ کر...... مویشی نکال یہاں سے یہ اب ہماری جگہ ہے"......

ظرفو کا لہجہ نہایت گستاخانہ تھا۔

اماں بولیں "میں عورت ہوں ...... تو ہی مو[یشی] واپس ہانک دے"

لڑکا پھر غصہ سے بولا........ "کھنی کھا کر کھنی [پر] نوکر رکھ لے"

یعنی آدھی روٹی کھا کر آدھی پر ملازم رکھ لے میں کیوں مویشی ہانکوں ...... ؟ اماں کی پیشانی پر تاسف اور پریشانی سے بل پڑگئے اور انہوں [نے] حیرانگی سے کہا۔

"تو ہے کتنا اک........ باتیں کیسی کر رہا ہے!؟"

لڑکا جو آمادہ فساد تھا، بولا۔

"آکر کھینچ کر بڑا کر دے" .....

اماں نے پھر کچھ نہ کہا اور مویشی ہانک کر [لے] آئیں۔ تب مجھے معلوم ہوا کہ ظرفو نے سرکاری زمی[ن] کے اس حصے پر قبضہ کرلیا ہے۔ اسی لیے وہ ہمیں موی[شی] چرانے سے منع کر رہا ہے.........

ہمارے گاؤں کے غریب، مفلس اور نادار، بے [بس] لوگوں کی زندگی بڑی ہی دردناک اور مشقت بھر[ی] ہے۔ زندگی بھر کی جفائیں اور قضیے ان کا مقدر ہیں۔ گاؤں کے کھڑپینچوں اور نمبردار کی مرضی کے سوا کچھ بھی نہیں کرسکتے۔ انہیں سب کو نہ صرف راضی رکھنا پڑتا ہے، بلکہ ان کی بیگاریں بھگتنی پڑتی ہیں.........

جب میں چھٹی جماعت میں داخل ہوا تو مجھے ا[پنے]

گاؤں کا پرائمری سکول چھوڑ کر دوسرے گاؤں کے مڈل سکول میں جانا پڑا۔ ہمارے گاؤں کے نمبردار کے لڑکوں کے علاوہ میں واحد لڑکا تھا جس نے مڈل سکول میں داخلہ لیا تھا۔ گاؤں کے لڑکے چوتھی یا پانچویں سے زیادہ نہیں پڑھ پائے تھے۔ چار یا پانچ جماعتیں تعلیم پانے کے بعد ان لڑکوں کو کام پر لگا دیا جاتا۔ وہ بھینسوں اور بیلوں کے لیے چارا کاٹ کر لاتے، کھیتوں میں بوائی کرتے اور جب مکئی کے پودے فٹ ڈیڑھ فٹ بڑھ جاتے تو ان لڑکوں کے تائے، چاچے اور والدین ان کو مکئی کی گوڈی پر لگا دیتے۔ لڑکے ٹولیوں کی شکل میں مکئی کی گوڈی کرتے۔

ایک سال رمضان کا مہینہ شدید گرمیوں میں آیا۔ نواں روزہ تھا، میں نے اماں کے منع کرنے کے باوجود سحری کھا کر روزہ رکھ لیا۔ دن کو پیاس نے بہت ستایا۔ سکول سے واپسی پر ہم لڑکے راستے میں چشمے پر نہائے تو میری پیاس کچھ کم ہوئی۔ افطاری کے لیے اماں ایک جڑی جسے وہ "تسی" کہتی تھی، کوٹ کر رکھتی تھیں۔ اس جڑی کا وہ گڑھ ڈال کر کر شربت بناتی تھیں۔ جسے پیتے ہی دن بھر کی ساری پیاس بجھ جاتی......

یہ گرم دن میں نے بہت مشکل سے گزارا...... ان دنوں میرے چچا "شالو" بھی گھر پر تھے۔ وہ چار ماہ بعد جنگلات کے ٹھیکیدار کے ساتھ مزدوری سے واپس لوٹے تھے۔ سورج کی کرنوں نے جب پہاڑوں کی چوٹیوں پر زردی بکھیرنا شروع کی تو اماں پریشانی سے بولیں۔

"کھانا اور افطاری تیار ہے، شالو ابھی تک واپس نہیں آیا"

میں نے اماں سے پوچھا۔

"شالو چاچا کہاں گئے ہوئے ہیں؟" ....

اماں نے جواب دیا...... "جرگہ تھا...... جرگہ میں گئے ہوئے ہیں" .... "کس بات کا جرگہ" میں بولا "ارے! تجھے نہیں معلوم، سال بھر پہلے تیرے چاچا کا بیاہ ہوا تھا...... تیرے چاچا نے اپنا بیل گروی رکھ کر قرضہ لیا تھا۔ سارا قرضہ چکا دیا مگر بیل واپس نہیں مل رہا"۔

اماں کے بتانے پر مجھے یاد پڑا کہ چاچا جب بیل لے کر جا رہے تھے تو میری آنکھوں سے آنسو نکل آئے تھے۔ بیل جاتے ہوئے مڑ مڑ کر مجھے دیکھ رہا تھا...... مگر چاچا اسے لے کر چلے گئے تھے۔ مجھے کئی دنوں تک بیل کا دکھ اور افسوس رہا، لیکن چاچا نے مجھے تسلی دیتے ہوئے کہا تھا کہ وہ جلد بیل واپس لے آئیں گے۔ چاچا نے نمبردار کے ہاں بیل گروی رکھوا کر قرضہ لیا تھا۔

اماں نے مجھے بتایا کہ:

"نمبردار اب بیل واپس نہیں کر رہا، کہتا ہے کہ شالو نے وعدہ کے برعکس دس دن بعد رقم واپس کی ہے...... اب بیل اسے واپس نہیں مل سکتا"

دس دن تو کچھ زیادہ عرصہ نہیں .... چاچا کام پر تھے۔ کئی ماہ بعد واپس آئے ہیں۔ چند دن اوپر نیچے ہو ہی جاتے ہیں"۔ میں نے کہا۔

"یہ بات نمبردار نہیں مانتا...... اسے تو عذر چاہیے تھا۔ اب نمبردار کا مطالبہ ہے کہ دگنی رقم واپس دو، تب بیل ملے گا۔ اب فصل بوائی اور زمین پر ہل جوتنے کے دن سر پر آگئے ہیں۔ اگر نمبردار نے بیل واپس نہ کیا تو ہم فصل کیسے کاشت کر پائیں گے۔ ہمارے پاس تو ایک ہی بیل رہ گیا ہے"۔

اماں کا لہجہ انتہائی رنجیدہ تھا۔

جب چاچا رات گئے واپس آئے تو اماں نے ان سے پوچھا کہ "جرگہ میں کیا فیصلہ ہوا؟"

چاچا جو بجھے بجھے سے لگ رہے تھے، مریل سی آواز میں بولے۔

"صبح کا نمبردار نے کہا ہے کہ آکر بیل لے جانا"۔

"خدا کا شکر ہے"۔ اماں نے بے ساختہ کہا۔

"لیکن نمبردار کو بیل واپس کرنے پر آمادہ کروانے کی بھی مجھے قیمت چکانا ہوگی ...... وہ ہے نا...... تاباں پیر، اس کو بھی نذر دینی ہے۔ وہ جرگہ میں میرے حق اور تائید میں جو بولا تھا۔"

"کیا خدا واسطے حق، سچ بات کہنے والا اس گاؤں میں کوئی نہیں رہا"۔ اماں دہائی دے کر بولیں.........

"حق سچ کہنے والے لوگ ہیں ...... لیکن وہ نمبردار کے سامنے بول نہیں سکتے...... اسی لیے میں نے تاباں پیر کی منت کی تھی۔ میں نے سوچا تھا کہ پانچ وقتی نمازی ہیں...... میری تائید و حمایت میں انہوں نے بات کی، مگر پیشگی نذرانہ بھی مانگ لیا"۔ چاچا نے افسردگی سے کہا۔

"کیا نذرانہ؟" اماں نے پوچھا.........

"ایک جوڑا نیا سوٹ جو وہ پسند کریں گے یا پھر دو ہزار روپے نقد اور ایک بکری"۔ چاچا نے بتایا۔

"اف خدایا......! اب پیر بھی سچ بات کہنے کا معاوضہ لینے لگ گئے۔ آخر ہم لوگ کہاں جائیں؟...... کہاں بھاگیں؟؟"۔

چاچا نے کہا...... "ہم لوگ اتنے صاحب نصیب کہاں! کہ یہاں سے چلے جائیں۔ ہمارے پرکھوں کی قبریں یہاں، زمین یہاں، رشتے دار یہاں، پڑوسی یہاں، صدیوں سے اس ہی گاؤں میں بستے ہیں...... بھلا کہاں جائیں؟ اور جا کر کہاں سر چھپائیں۔ ہم گاؤں کے غریب اور مزدور لوگ شہروں میں جا کر بسنے سے تو رہے......... شہروں کی فضائیں تاباں پیر کو راس آسکتی ہیں ...... نمبردار کے بیٹوں کو راس آسکتی ہیں ...... ہماری یہ اوقات تو نہیں۔"

چاچا کا جواب پا کر اماں ٹھوڑی کے نیچے ہاتھ رکھ کر منہ بسورنے لگیں۔

اس دن رات بھر میں چاچا کی باتوں پر سوچتا رہا۔ تاباں پیر اکثر ہمارے گھر آتے رہتے تھے۔ جن کی خوب خاطر مدارت کی جاتی تھی .... وہ بہت لمبی نمازیں پڑھتے تھے۔ ایک دن انہوں نے رات کا کھانا ہمارے ہاں کھایا تھا۔ لیکن تقریباً آدھی رات کے وقت ...... کھانا تیار تھا، لیکن تاباں پیر نے کہا کہ پہلے ذرا نماز پڑھ لوں، پھر کھانا کھاؤں گا...... وہ نماز پڑھنے کیا گئے، عشاء کی نماز پر پورے اڑھائی گھنٹے لگا دیئے۔ کم از کم ایک گھنٹہ کی انہوں نے طویل دعا مانگی......

میں سمجھتا تھا کہ ہمارے گاؤں کے سب سے نیک اور سب سے پرہیزگار آدمی تاباں پیر ہیں۔ لیکن چاچا شالو کی باتوں نے میرے اس تاثر اور یقین کو ملیامیٹ کر دیا تھا۔ میں بہت سوچتا رہا، بہت غور کرتا رہا کہ تاباں پیر ایسے بھی ہو سکتے ہیں کہ حق اور سچ بات کہنے کا معاوضہ لیں گے، لیکن چاچا کے بقول انہوں نے معاوضہ چاچا کے حق میں بات کرنے سے پہلے ہی طے کر دیا تھا۔ اس دن کے بعد میری عقیدت جاباں پیر سے ختم ہو گئی۔ اگر وہ میرے راستے میں آجاتے تو میں راستہ بدل لیتا یا الٹے پاؤں واپس پھر جاتا.........

صبح ناشتہ کے بعد شالو چاچا نے مجھے کہا کہ "بکری کھول کر گلے سے باندھ کر لے آ......... میں تاباں پیر کے ہاں جاؤں گا" .... میں نے انہیں بکری کھول کر لا دی...... چاچا بکری لے کر تاباں پیر کے ہاں چلے گئے اور میں نے بستہ اٹھا کر اپنے سکول کی راہ لی۔

سہ پہر کو جب میں سکول سے واپس آیا تو میں نے دیکھا کہ مویشیوں کے باڑے میں دو بیل بندھے ہوئے ہیں۔ چاچا نمبردار سے اپنا بیل لے آئے تھے۔ بیل نے مجھے دیکھتے ہی بولنا شروع کر دیا۔ بیل یقیناً مجھے بلا رہا تھا۔ پورے ایک سال بعد بھی اس نے مجھے پہچان لیا تھا۔ یہ بیل چھوٹا سا بچہ تھا، اس وقت میں اس کو پکڑ کر اس کا منہ گائے کے تھنوں سے لگاتا تھا۔ میں بھی اس کی ماں کا دودھ پیتا تھا...... پھر یہ دیکھتے ہیں دیکھتے بچے سے بڑا ہو کر بیل بن گیا تھا۔ جب پہلی بار اسے ہل میں جوت کر کھولا گیا تو وہ دوڑ کر میرے پاس آیا تھا۔ شاید اسے شکایت تھی کہ اسے ہل میں کیوں جوتا گیا......... میں اس کا گال کھجلاتا رہا......... پھر جب میں نے اس کا گال کھجلانا ختم کیا تو وہ میرے سر کے بال چاٹنے لگا......... وہ اپنی محبت کا اظہار کر رہا تھا۔

میں اس بیل کو گھر میں دیکھ کر بہت خوش ہوا اور بستہ خوبانی کی ٹہنی سے لٹکا کر سیدھا بیل کے پاس جا بیٹھا...... اس نے پہلے اپنے نتھنوں سے مجھے سونگھا اور پھر اپنی آنکھیں بند کر لیں اور جب آنکھیں کھولیں تو ٹپ ٹپ اس کی آنکھوں سے آنسو گر رہے تھے......... میں نے اس کا گال کھجلانا چاہا، لیکن بیل نے زور سے سر ہلا کر گویا مجھے منع کر دیا۔ میں خاموش ہو گیا تو بیل اپنی زبان سے میرا سر چاٹنے لگا۔ یقیناً بیل شکوہ کر رہا تھا کہ میں نے اسے کیوں جدا کیے رکھا....؟

وہ میرا اس وقت ہی دوست بن گیا تھا، جب وہ پیدا ہوا تھا۔ وہ پھر بھی مجھ سے ناراض نہیں تھا۔ اسے دکھ تھا کہ ہم نے اسے نمبردار کے ہاں کیوں بھیج دیا تھا۔ اس دکھ کے سبب وہ رویا بھی تھا۔ میں اس وقت تک بیل کے پاس بیٹھا رہا جب تک اماں نے نظر پڑنے پر مجھے اندر نہ بلا لیا۔

دوسرے دن میں اماں کے ساتھ چراگاہ میں چلا گیا۔ ہماری جلانے کی لکڑیاں ختم ہو گئی تھیں۔ اماں کے پاس درانتی اور رسیاں تھی۔ ہم نے چراگاہ یعنی سرکاری زمین پر جا کر جائزہ لیا اور لکڑیوں کے حصول کے لیے گھنی جھاڑیاں منتخب کیں۔ جن کے درمیان سے راستہ گزرتا تھا۔ میں اماں کے ساتھ سوکھی جھاڑیاں چنتا رہا، جبکہ اماں درانتی سے سوکھی جھاڑیاں کاٹ رہی تھیں۔ پھر میں لکڑیاں چنتے چنتے اماں سے کافی دور چلا گیا۔ کچھ ہی وقت گزرا تھا کہ میں نے دور سے دیکھا کہ ایک آدمی فوجی وردی پہنے اماں کی طرف آرہا ہے......... جب وہ اماں کے پاس پہنچا تو اماں نے درانتی ایک طرف رکھ دی اور فوجی کے پاس کھڑی ہو کر ہنس ہنس کر باتیں کرنے لگیں۔ فوجی نے ٹوپی بھی پہن رکھی تھی۔ پھر اماں اور فوجی دونوں بیٹھ گئے......... میں حیران ہوا کہ اماں فوجی کے پاس بیٹھ کیوں گئی ہیں .... آخر فوجی کون ہے؟......... فوجی کے ہاتھ میں بڑا سا تھیلا تھا۔ اس نے تھیلے سے سرخ سرخ بڑے گیند نما دانے نکالے اور اماں کو دیئے۔ اماں ان دانوں کو توڑ کر کھانے لگیں...... اماں نے ہاتھ کا اشارہ کر کے مجھے اپنے پاس بلایا......... میں تذبذب کی حالت میں اماں کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ اماں کے پاس فوجی نہیں بلکہ میرے ابا بیٹھے ہوئے تھے۔ انہیں فوجی وردی میں، میں نے پہلی بار دیکھا تھا اور پہچان نہ پایا تھا۔ فوجی وردی میں وہ بہت بارعب لگ رہے تھے۔ قریب پہنچنے پر انہوں نے میرے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا اور ایک سرخ دانہ تھیلے سے نکال کر مجھے دیتے ہوئے کہا کہ اسے توڑ کر کھا...... میں نے دانہ کا چھلکا توڑا تو اس میں بالکل سرخ موتیوں کی طرح

چھوٹے چھوٹے رس بھرے دانے تھے...... میں نے کچھ نکال کر کھائے تو اماں سے پوچھا یہ کیا چیز ہے؟...... اماں ہاتھ اٹھا کر ابا سے مخاطب ہوتے ہوئے بولیں۔

"ارے سندلہو کو یہ بھی پتہ نہیں کہ کیا کھا رہا ہے"۔ پھر اماں نے مجھ سے پوچھا۔

"یہ چیز تو نے پہلے نہیں کھائی؟"

میں نے نفی میں سر ہلا دیا۔ اماں بولیں..........

"ارے...... یہ انار ہے...... انار...... پھر ابا سے کہنے لگیں۔

"اس نے انار اس سے پہلے کبھی نہیں کھایا........ انار کو پہچان ہی نہیں رہا......"

ابا نے مجھے ایک اور دانہ تھیلے سے نکال کر دیا........

اماں جو ابا کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں، نے مجھے کہا "کہ چنی ہوئی سوکھی لکڑیاں ایک جگہ اکٹھی کر"........

میں نے جھاڑیاں اکٹھی کر دیں...... اماں نے انہیں رسی سے باندھ کر پروہنی (گٹھا) بنائی اور سر پر اٹھالی اور پھر میں ابا اور اماں گھر آ گئے۔

ابا دو ماہ کی چھٹی پر گھر آئے تھے۔ ابا کی آمد پر چاچا بھی بہت خوش ہو گئے۔ گندم کی فصل کو تیار ہونے میں کچھ ہی دن باقی تھے۔ جب گندم پک کر تیار ہو گئی تو ابا، چاچا اور اماں کئی دنوں تک گندم کاٹتے رہے۔ چاچی نے کھانا پکانا اور گھر کی دیگر ذمہ داریاں سنبھال لیں۔ ابا نے شاید گندم کٹوائی کے دنوں میں ہی چھٹی منظور کروائی تھی...... پھر وہ دن بھی آیا جب ہمارے کھیت کے کھلاڑے میں گندم کا بڑا سا ڈھیر لگ گیا۔ اس ڈھیر کو دیکھ کر ابا اور چاچا خوش ہوتے اور آپس میں باتیں کرتے ہوئے اندازہ لگاتے کہ گندم کی مقدار کتنی ہو گی؟ ایک دن دونوں "چھجے" سے گندم کی دھول اڑا کر کھلاڑے میں بیٹھے ہوئے تھے تو چاچا نے گندم کے ڈھیر پر اچٹتی سی نگاہ ڈالتے ہوئے کہا..........

"ڈیڑھ سو من سے کچھ زیادہ ہی گندم ہو گی........"

ابا بولے۔

"ارے کمال کرتے ہو۔ دو سو من سے کچھ اوپر ہی ہو گی...... اس بار گندم یہاں فروخت نہیں کریں گے بلکہ میں خود شہر جا کر بیچوں گا"........

"پھر تو نمبردار ناراض ہو جائے گا........ آپ کو پتہ ہے نا...... کہ سب گاؤں والوں سے گندم نمبردار ہی خریدتا ہے اور پھر ٹرکوں پر لاد کر خود شہر میں جا کر بیچتا ہے" چاچا مشورے کے انداز میں بولے۔

"نمبردار ظالم ہے...... وہ ہم سے آدھی قیمت میں گندم خریدتا ہے اور دگنی قیمت پر جا کر بیچتا ہے........ میں نے خود شہر میں ایک بیوپاری سے بات کر رکھی ہے۔ میں خود شہر لے جا کر گندم بیچوں گا۔ اس بار نمبردار کو گندم نہیں دیتے۔ نمبردار کیا کر لے گا" ابا نے کہا۔

"وہ تو لاکھوں روپے بچا لیتا ہے ہر سال۔ پچھلے سال پچاس ٹرک نمبردار نے شہر میں جا کر بیچے تھے اور گاؤں والے کہتے ہیں کہ ہم کو نمبردار نے آدھی قیمت بھی نہیں دی...... لیکن نمبردار کی خفگی مول لینا بھی خطرناک ہے" چاچا نے خدشہ کا اظہار کیا۔

"نمبردار ایسا کچھ نہیں کر سکتا۔ ہم اپنی ملکیتی زمین اور اپنے گھر میں رہتے ہیں۔ نمبردار کا خدشہ دل سے نکال دو...... نمبردار ہمارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا۔ اس بار میں خود گندم شہر میں جا کر فروخت کروں گا"

ابا کی وضاحت پر چاچا نے بھی رضامندی کا اظہار کر دیا۔

جمعرات کے دن علی الصبح ابا نے گندم کا ٹرک لادا اور میرے سکول جانے سے پہلے وہ گندم فروخت کرنے کے لیے شہر چلے گئے...... ابا دوسرے دن شام کو گھر آئے تو انہوں نے بتایا کہ "گندم اس نرخ سے دگنی قیمت پر فروخت ہوئی ہے، جو نمبردار نے گاؤں میں مقرر کر رکھا ہے"۔ چاچا یہ سن کر بہت خوش ہو گئے۔ اماں، چاچی بھی پاس ہی چارپائی پر بیٹھی ہوئی تھیں۔ ابا نے آدھی رقم گن کر چاچا کو دی اور پھر کہا کہ "آئندہ ہمیشہ شہر جا کر گندم فروخت کرنا...... میں تمہارا نام دے آیا ہوں کہ فلاں شخص گندم لائے گا۔ مجھے شاید چھٹی نہ مل سکے"۔ چاچا نے ہامی بھر لی۔ چاچی اٹھ کر مٹی کے برتن میں ٹھنڈی لسی لے آئیں اور پھر ہم سب خوشی خوشی لسی پینے لگے۔

اگلی صبح بمشکل سورج طلوع ہوا تھا کہ تاباں پیر، قیصو، نمبردار کا بیٹا نواست اور فضل احمد ہمارے گھر آ گئے۔ ابا نے انہیں صحن میں بچھی بان کی چارپائیوں پر بٹھایا۔ میں اندر کمرے میں چائے کے ساتھ مکھن میں پکا پراٹھا کھا رہا تھا۔ تاباں پیر کی گونجدار آواز اندر بھی پہنچ رہی تھی۔ وہ ابا پر برس رہے تھے۔

"یہ تو نے کیا کر دیا...... آخر نمبردار کا بھی کچھ مقام اور عزت ہے۔ سب گاؤں والوں سے نرالا کام تو نے کیا ہے۔ سب برضا و رغبت نمبردار کو گندم فروخت کرتے ہیں اور تو اٹھا، گندم شہر میں جا کر بیچ دی۔ نمبردار صاحب سخت ناراض ہیں۔ تجھے کچھ شکوہ شکایت تھی، مجھ سے بات کرتا...... فضلو سے بات کرتا۔ براہ راست نمبردار صاحب کے ہاں چلا جاتا۔ کیا وہ تیری بات نہ سنتے!!...... ہمارے نمبردار عام نمبردار نہیں ہیں۔ انہیں سب کے دکھ درد کا احساس ہے۔ سب کے ہمدرد ہیں...... سب کے خیر خواہ ہیں۔ وہ گاؤں والوں کے بھلے کی خاطر ہی ساری گندم اکٹھی کروا کر شہر لے جاتے ہیں...... سب کو جنجال میں نہیں ڈالتے۔ اس طرح اچھی رقم مل جاتی ہے۔ گاؤں کے لوگوں کی دیہاڑاں بھی ضائع نہیں ہوتیں۔ لیکن ایسی گستاخیاں! خدا کی پناہ۔ ابھی پچھلے ماہ کی بات ہے میں نے تیری غیر موجودگی میں تیرے بھائی کو نمبردار صاحب سے بیل واپس دلایا۔ تجھے کیا معلوم مجھے بیل کے لیے کیا پاپڑ بیلنے پڑے...... نمبردار صاحب کا یہ اصول ہے پکا...... کہ گروی رکھی ہوئی چیز تب واپس کرتے ہیں جب دی گئی تاریخ پر انہیں رقم لوٹائی جائے۔ تیرے بھائی نے دس دن تاخیر سے پیسے واپس لوٹائے تھے۔ یہ میری ہمت سمجھ کہ نمبردار صاحب سے بیل واپس لایا ہوں۔ اس کے لیے نمبردار صاحب کو زندگی بھر کا اصول توڑنا پڑا اور انہوں نے میری لاج رکھ لی...... مجھے اب معلوم ہوا ہے کہ گاؤں والے سچ کہتے ہیں کہ کریم خان کے بیٹے خطرناک ہیں۔ سانپ کی طرح ڈنک مارتے ہیں۔ آپ لوگوں نے میرا بھی خیال نہ کیا کہ ناراض ہو جائے گا۔ جگہ جگہ تمہاری تائید و حمایت میں بولتے ہوئے میری زبان تھک گئی ہے۔ اور آپ لوگوں نے اپنی گندم شہر میں جا کر فروخت کر دی۔ مجھے بھی نہ پوچھا...... حد ہی کر دی...... کیا فائدہ دو چار پیسے زیادہ لے لیے لیکن سارے گاؤں کو ناراض کر دیا"۔

میں تاباں پیر کی تیز اور غصیلی آواز سن کر آدھا پراٹھا چھوڑ کر برآمدے میں آ گیا۔ ابا کا چہرہ غصے سے لال بھبھوکا ہو رہا تھا، مگر وہ بالکل خاموش تھے۔ چاچا بھی ایک طرف اضطراب کی حالت میں کھڑے تھے........

تاباں پیر نے ہاتھ اٹھا کر تنبیہ کے انداز میں کہا۔

"آئندہ میرا اور تمہارا تعلق ختم........"

چاچا زیر لب آہستہ سے بولے "خدا کا شکر ہے"۔

چند لمحے توقف کے بعد تاباں پیر دوبارہ گویا ہوئے........ "اپنے نفع و نقصان کے تم لوگ خود ذمہ دار ہو گے........ میری ناک تو آپ لوگوں نے کٹوا دی........ کسی نے سچ کہا ہے۔

"نیچاں دی آشنائی کولوں فیض کسے نہ پایا........

اٹھو........ چلو یہاں سے"........

اپنے دل کا غبار ہلکا کر کے جب تاباں پیر اپنے عقیدت مندوں کے ہمراہ چلے گئے تو چاچا نے ابا سے پوچھا۔ اب کیا بنے گا؟........ ابا بولے "کچھ نہیں ہو گا۔ ان لوگوں کو یوں ہی باتیں کرنے دے۔ ہم ہر سال گندم شہر میں ہی لے جا کر فروخت کریں گے اور نمبر دار و تاباں پیر کی گرفت ٹوٹ جائے گی۔ یہ تو لوگوں کا خون نچوڑتے ہیں۔ ان کی محنت کا صلہ کھاتے ہیں۔ بھلا ہم مارکیٹ ریٹ سے کم قیمت پر گندم کیوں فروخت کریں؟"

چاچا کو سمجھا بجھا کر ابا نے ان کا خدشہ دور کر دیا........ لیکن یہ کسی کو معلوم نہ تھا کہ نمبر دار در پردہ یوں علی الاعلان شہر میں لے جا کر گندم فروخت کرنے کی جسارت کا انتقام لینے پر تلا بیٹھا ہے۔

ابا کی چھٹیوں کا ایک ہفتہ باقی تھا کہ چاچا نے گھر آ کر ابا کو خبر دی کہ ہمارے کھیتوں پر نمبر دار، تاباں پیر، پٹواری، گرداور کے ہمراہ ناپ تول کر رہے ہیں۔ ابا جو بیٹھے گھاس کے جوتے بنا رہے تھے، وہیں چھوڑ کر بھاگے بھاگے چلے گئے۔ اماں اور چاچی گائیوں کا دودھ دوہنے مویشیوں کے باڑے میں گئی ہوئی تھیں........ میں چارپائی پر بیٹھا کاپی لکھ رہا تھا۔ میں نے کاپی وہیں چھوڑی اور ابا کے پیچھے چلا گیا۔ میں نے کھیتوں کے آخری سرے پر پہنچ کر دیکھا کہ گاؤں کے بہت سے لوگ جمع ہیں۔ تاباں پیر ہاتھ لہرا لہرا کا باتیں کر رہے تھے۔ نمبر دار بھی لوگوں کو ہدایات دے رہے تھے۔ جب میں نے قریب پہنچ کر ان لوگوں کی باتیں سن کر سمجھیں تو معلوم ہوا کہ ہمارے کھیتوں کے سرے سرکاری اراضی، "کانجرائی" پر واقع ہیں اور ہم کانجرائی پر غیر قانونی قابض ہیں۔ ابا ان لوگوں کی باتوں کے بیچ میں بولے........

"سارے گاؤں کے لوگ ہی کانجرائی پر قابض ہیں۔ خود نمبر دار صاحب نے سو کنال کے لگ بھگ سرکاری زمین پر قبضہ کر رکھا ہے اور تقریباً تین سو کنال کانجرائی پر گاؤں والے قابض ہیں، لیکن قانون کی آنکھ کو صرف میرا ہی قبضہ نظر آتا ہے"........

ابا کے استفسار پر گرداور صاحب بولے "شکایت صرف تمہارے نام ہوئی ہے، تمہارے خلاف درخواست دی گئی ہے۔ سرکاری زمین پر قبضہ تو سب نے کر رکھا ہے۔ لوگوں نے مکانات تک بنا لیے ہیں"۔

ابا نے جواب دیا "ٹھیک ہے........ میں سرکاری زمین پر قبضہ کر کے اپنی آخرت خراب نہیں کرنا چاہتا۔ یہ کھیت پرکھوں سے ہمارے چلے آ رہے ہیں........ یہ بتاؤ کتنی جگہ پر ہم لوگ قابض ہیں؟"

گرداور صاحب نے کہا "تقریباً چھ کنال پر........ ہم نے ناپ تول کر لیا ہے"۔

"درست........ ان چھ کنالوں کی نشاندہی کر دو........ ہم یہ رقبہ چھوڑ دیتے ہیں۔" ابا بولے۔

"آج تجھے آخرت کی فکر پڑ گئی ہے........ بڑی نیکی کی باتیں تجھے سوجھ رہی ہیں........ لیکن جہاں سے دو پیسے زیادہ ملیں، تجھے آخرت بھول جاتی ہے........" تاباں پیر نے ابا پر طنز کی۔

"پیر صاحب رہنے دیں اپنی نصیحتوں کو۔ ہم لوگ محنت کر کے گندم اگاتے ہیں اور مارکیٹ کے نرخ پر میں نے گندم فروخت کی ہے۔ بتائیے کیا برا کیا ہے؟"

"اب تجھے سمجھ آئی ہو گی کہ میں نے کیا غلط کیا ہے؟ اگر گندم شہر جا کر فروخت نہ کرتا تو تیری چھ کنال زمین محفوظ رہتی"۔ تاباں پیر نے ابا کو اشتعال دلانے کی کوشش کی۔

"نہیں پیر صاحب........ اگر زمین سرکاری ہے تو میں بھلا کیوں قبضے میں رکھوں۔"........ ابا کی بات سن کر تاباں پیر لاجواب سے ہو گئے۔ نمبر دار نے ہماری چھ کنال زمین جو کانجرائی تھی یا نہیں الگ کروا دی اور وہاں پر پتھر لگوا دیئے۔ ہماری زمین کی حدود چھ کنال سمٹ گئی تھی۔

گرداور صاحب جاتے وقت ہمارے گھر آئے۔ انہوں نے ابا کو رازدارانہ مشورہ دیا کہ:

"انہیں کاغذات کی چھان بین کے دوران معلوم ہوا ہے کہ لگ بھگ چار سو کنال سرکاری زمین یعنی کانجرائی پر گاؤں کے لوگوں نے قبضہ کر رکھا ہے۔ آپ ان کے خلاف درخواست دیں تو کارروائی ہو گی اور میرا بھی دال دلیا نکل آئے گا۔"........ ابا بھانپ گئے کہ گرداور صاحب رقم کی لالچ کی خاطر یہ مشورہ دے رہے ہیں۔ ابا نے انہیں لسی پلائی اور سمجھا بجھا کر بھیج دیا کہ وہ کسی کے خلاف درخواستیں نہیں دیں گے۔ اگر آپ کو علم ہو گیا ہے کہ گاؤں والے سرکاری رقبہ پر قابض ہیں تو ان سے رقبہ چھڑوا لیں۔ بہت بعد میں انکشاف ہوا کہ نمبر دار نے ہمیں ڈرانے اور ہراساں کرنے کے لیے پانچ ہزار روپے دے کر پٹواری اور گرداور کو بلایا تھا تاکہ ہم ڈر کر گندم نمبر دار کے علاوہ کسی کو فروخت نہ کریں، لیکن ان کی یہ چال بھی بری طرح ناکام ہو گئی۔ ابا کی دیکھا دیکھی عشرہ ڈیڑھ عشرہ میں تقریباً گاؤں کے سب لوگوں نے اپنی گندم مناسب داموں پر شہر میں جا کر آڑھتی کے ہاتھوں بیچنا شروع کر دی۔ نمبر دار نے اپنی دھونس جمانے کی خاطر بہت واویلہ مچایا، لیکن گاؤں کے سب لوگ آہستہ آہستہ نمبر دار کے چنگل سے آزاد ہوتے چلے گئے۔ ابا کی کوششوں سے رضا کارانہ طور پر لوگوں نے (کانجرائی) سرکار رقبہ کا قبضہ چھوڑ دیا ہے۔ آج یہ حال ہے کہ نمبر دار کا بیٹا چھکڑا چلا کر گھر کے اخراجات پورے کرتا ہے۔ نمبر دار کی بوڑھی بیوی جسے نمبر دار نے مار مار کر کبڑا کر دیا تھا، عرصہ ہوا وفات پا چکی ہے اور بیمار بوڑھا نمبر دار دن بھر گھر میں چارپائی پر پڑا او نگھتا رہتا ہے، جس کو گاؤں کا کوئی فرد آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا اور تاباں پیر بے چارے تین چار برس ہوئے اپنے ہوش و حواس کھو چکے ہیں۔ کبھی کبھی وہ جاڑوں کی سخت سرد راتوں میں پچھلے پہر گھومتے گھامتے کسی مکان کے قریب سے گزرتے ہیں تو انہیں دیکھ کر کتے اتنے زور و شور سے بھونکنے لگتے ہیں کہ جیسے رات کے پرہول سناٹے میں بھونچال آ گیا ہو۔ اس شور سے رات کی یخ سردی میں لحاف میں لپٹی جب کسی بڑھیا کی آنکھ کھلتی ہے تو وہ اپنے آپ کو مخاطب کرتے ہوئے دکھ و تاسف سے کہتی ہے۔ "بے چارا نصیبوں کا مارا تاباں پیر، رات رات بھر آوارہ پھرتا رہتا ہے۔ کم بخت سردی سے بیمار بھی نہیں پڑتا اور ہمیں بھی آرام سے سونے نہیں دیتا"۔

❖

جیتی جاگتی زندگی

زندگی بے شمار رنگوں سے مزین ہے جو کہیں خوبصورت رنگ اوڑھے ہوئے ہے، تو کہیں تلخ حقائق کی اوڑھنی اوڑھے ہوئے ہے۔ کہیں شیریں ہے تو کہیں نمکین، کہیں ہنسی ہے تو کہیں آنسو۔ کہیں دھوپ ہے تو کہیں چھاؤں،، کہیں سمندر کے شفاف پانی کے جیسی ہے تو کہیں کیچڑ میں کھلے پھول کی مانند۔ کہیں قوسِ قزح کے رنگ ہیں۔ کبھی اماوس کی رات جیسی لگتی ہے۔ کبھی خواب لگتی ہے، کبھی سراب لگتی ہے، کبھی خار دار جھاڑیاں تو کبھی شبنم کے قطرے کی مانند لگتی ہے۔ زندگی عذابِ مسلسل بھی ہے۔ توراحت جان بھی ہے،، زندگی ہر ہر رنگ میں ہے، ہر طرف ٹھاٹھیں مار رہی ہے، کہانی کے صفحات کی طرح بکھری پڑی ہے.... کسی مفکر نے کیا خوب کہا ہے کہ "اُستاد تو سخت ہوتے ہیں لیکن زندگی اُستاد سے زیادہ سخت ہوتی ہے، اُستاد سبق دے کے امتحان لیتا ہے اور زندگی امتحان لے کر سبق دیتی ہے۔" انسان زندگی کے نشیب و فراز سے بڑے بڑے سبق سیکھتا ہے۔

زندگی انسان کی تربیت کا عملی میدان ہے۔ اس میں انسان ہر گزرتے لمحے کے ساتھ سیکھتا ہے، کچھ لوگ ٹھوکر کھا کر سیکھتے ہیں اور حادثے ان کے ناصح ہوتے ہیں۔ کوئی دوسرے کی کھائی ہوئی ٹھوکر سے ہی سیکھ لیتا ہے۔ زندگی کے کسی موڑ پر اسے ماضی میں رونما ہونے والے واقعات بہت عجیب دکھائی دیتے ہیں۔ وہ ان پر دل کھول کہ ہنستا ہے یا شرمندہ دکھائی دیتا ہے۔ یوں زندگی انسان پر مختلف انداز میں اپنی تکمیل کرتی ہے۔

اب تک زندگی اَن گنت کہانیاں تخلیق کر چکی ہیں، ان میں سے کچھ ہم صفحہ قرطاس پر منتقل کر رہے ہیں۔

خوشی کا اُجالا

"اماں! میں کل سے اسکول نہیں جاؤں گا۔" محسن روتا ہوا گھر میں داخل ہوا۔ "اماں! میں نے کہہ دیا میں کل سے اسکول نہیں جاؤں گا۔" ساتھ ہی اس نے اپنا بستہ اور تختی بھی زمین پر پٹخ دی۔

"کیا بات ہے میرے لعل....؟" شگفتہ نے آگے بڑھ کر اسے گلے سے لگایا اور پیار سے اس کے بکھرے ہوئے بال سنوارنے لگی۔

"اماں! اسکول میں مجھے سب بچے چھیڑتے ہیں۔ کوئی بات نہیں کرتا، کوئی میرے ساتھ بیٹھنا پسند نہیں کرتا۔ سب مجھے قاتل کی اولاد کہتے ہیں۔ اور.... اور.... وہ اختر تو مجھ سے کہہ رہا تھا کہ میں چاہے جتنا بھی پڑھ لوں، کہلاؤں گا قاتل کی اولاد!.... اور.... اور.... کہہ رہا تھا کہ تمہارے ابا کو پھانسی ہو جائے گی.... اماں!! کیا وہ ٹھیک کہتا ہے....؟ بولو اماں! چپ کیوں ہو، بولتی کیوں نہیں....؟.... کیا ابو اب کبھی نہیں آئیں گے....؟ محسن نے ہچکیاں لے کر ماں سے پوچھا۔

شگفتہ کیا جواب دیتی.... ان سوالوں کے جواب تو اس کے پاس بھی نہیں تھے۔ وہ خود اپنی قسمت کو رو رہی تھی کہ نجانے کون سی منحوس گھڑی اسے رمیز کے پلے باندھا گیا تھا۔ رمیز دل کا بہت اچھا تھا مگر بہت غصے

والا اور مزاج کا بہت تیز! کارخانے میں دن بھر کی محنت مشقت کے بعد تھکا ہارا گھر آتا تو بات بے بات اس کا پارہ چڑھ جاتا:

"آج کھانے میں نمک کیوں تیز ہے....؟"

"محسن رو رو کر میرا سر کھا رہا ہے، چپ کروا اسے...."

"گھنٹے بھر سے پانی کا گلاس مانگ رہا ہوں، اب لا رہی ہے تو....؟"

یونہی بات بات پر کڑھنا، جلنا، پیچ و تاب کھانا اور شور مچانا اس کا روزمرہ کا معمول تھا۔ مگر جب غصہ ٹھنڈا ہو جاتا تو وہ خود ہی نادم ہونے لگتا۔ ایسے میں شگفتہ اسے سمجھاتی "دیکھ رمیز! بات بات پر غصہ نہ کیا کر۔ تو جانتا ہے کہ غصہ حرام ہے۔ غصے میں تو بندہ اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھتا ہے، جب کوئی ہوش کھو دے تو کچھ بھی کر سکتا ہے۔"

"میں جانتا ہوں...." رمیز سر جھکا کر کہتا "مگر کیا کروں....؟ یہ میرے بس میں نہیں ہے۔ جب غصہ آتا ہے تو جی چاہتا ہے کہ اس دنیا کو آگ لگا دوں۔"

"مگر پھر بھی تو کوشش کر کے، اپنے حواس پر قابو رکھ، ٹھنڈا رہا کر!"

"اچھا اچھا! اب بس کر، اپنی نصیحت اپنے پاس رکھ۔ مجھے آرام کرنے دے۔" یہ کہہ کر رمیز بات ہی ختم کر دیتا اور شگفتہ اس کے ٹیڑھے مزاج کے خوف سے خاموش ہو جاتی۔

ایک دن کارخانے میں رمیز کی اپنے ساتھی کاشف کے ساتھ کسی بات پر تلخی ہو گئی۔ بات بڑھی اور تو تکار ہونے لگی۔ گالیوں کا جھاڑ بند گیا پھر ہاتھا پائی تک نوبت آگئی۔ رمیز شدید، غصے میں ہوش و حواس سے بے گانہ ہو گیا۔ ہیجان کے عالم میں اس کا ہاتھ پاس پڑے ہو[ئے] ہتھوڑے سے جا لگا اس نے وہی اٹھا کر کاشف کے سر دے مارا، کاشف کا بھیجا باہر آگیا۔ ورکشاپ میں [ہر] طرف شور مچ گیا:

"ارے ارے دیکھو، کاشف کو کیا ہو گیا....؟"

"لگتا ہے یہ تو مر گیا۔"

"رمیز نے کاشف کو مار ڈالا!"

دو تین کارکنوں نے آگے بڑھ کر کاشف کو اٹھا[نے] کی کوشش کی مگر وہ بیچارہ تو رمیز کے غصے کا شکار ہو[کر] اگلے جہاں کا ٹکٹ کٹوا چکا تھا۔

رمیز کی آنکھوں سے غصے کا پردہ ہٹا تو اسے احسا[س] ہوا کہ وہ کیا کر گزرا ہے! اس کے ہاتھ کاشف کے خو[ن] سے رنگین ہو چکے تھے۔ اس کے سامنے کاشف کی لا[ش] پڑی تھی جس کے گرد ورکشاپ کے لوگ جمع ہو [کر] رمیز کو لعن طعن کر رہے تھے۔ کسی نے پولیس کو فو[ن] کر دیا۔ پولیس آئی، رمیز کو ہتھکڑی لگائی ا[ور] اپنے ساتھ لے گئی۔

کاشف کی شادی کو چھ برس گزر چکے تھے۔ ان [چھ] برسوں میں اس کے گھر عائشہ اور احمد کی شکل میں [دو] پھول کھلے تھے۔ ایک وفا شعار بیوی کلثوم اور ہر [لمحہ] دعائیں کرنے والی شفیق اور مہربان ماں یہی اس کی کل اثاثہ تھے۔

کاشف کے قتل کی اندوہناک خبر جب گھر پہنچی [تو] کہرام مچ گیا۔ بوڑھی ماں کے لیے جوان بیٹے کا صد[مہ] موت سے کم نہ تھا۔ معصوم بچے باپ کا خون آلود چ[ہرہ] دیکھ کر رونے لگے۔ یہ وہ پیار بھرا چہرہ نہیں تھا جس [کی] آمد کے وہ روز منتظر رہتے تھے۔ اپنے پاؤں پر [چل] کر آنے والا باپ آج لوگوں کے کندھوں پر سوار ہو[کر] کیوں آیا تھا....؟

یہ بات بچوں کے معصوم ذہنوں سے بالاتر تھی۔ دیکھتے ہی دیکھتے محلے والے میت کے گرد جمع ہو گئے۔ جتنے منہ اتنی باتیں ہر کوئی اپنی اپنی بولی بول رہا تھا۔ ورکشاپ کے دیگر ملازمین جو کاشف کی لاش کے ساتھ آئے تھے، اصل واقعہ گھر والوں کو سنانے لگے۔

اماں نے اپنا سینہ پیٹنا شروع کر دیا۔ اس کے منہ سے بددعائیں نکلنے لگیں

"جس نے میرے کاشف کو مارا ہے خدا کرے وہ بھی نہ رہے۔ اللہ اس کا منہ کالا کرے۔ اللہ اس کا گھر اجاڑ دے! ہائے ظالم! تو نے میرے ہنستے بستے گھر کو برباد کر دیا"....

اماں زور زور سے رو رہی تھی۔ بچے بھی بلک بلک کر رونے لگے۔ ننھی عائشہ تو خوف کے مارے گنگ ہو کر ماں کی گود میں دبکی بیٹھی تھی۔

رہی کلثوم! تو وہ بے چاری ویران آنکھوں سے کاشف کے بے جان لاشے کو تکے جا رہی تھی۔

ادھر رمیز کے گھر یہ المناک اطلاع پہنچی تو شگفتہ ہوش و حواس کھو بیٹھی۔ رمیز کے غصے اور تیز مزاج سے تو وہ واقف ہی تھی مگر رمیز کے شدید غصے کی عادت اسے لاوارث بنا کر زندگی کے اندھیروں میں پھینک دے گی یہ تو اس نے کبھی سوچا ہی نہ تھا۔ دل کے کسی کونے میں چھپا ہوا بے نام سا خوف اب ایک بھیانک حقیقت بن کر سامنے آن کھڑا ہوا۔

دھیرے دھیرے شگفتہ نے تو اس المیے کو تقدیر کا بے رحم فیصلہ سمجھ کر قبول کر لیا تھا مگر ننھے محسن کے معصوم ذہن میں ابھرنے والے سوالوں کا جواب کس طرح دیتی.... آج تو حد ہی ہو گئی تھی۔ اس نے سوچا بھی نہ تھا کہ ایک جنگ تو وہ خود زمانے اور زندگی سے [لڑ] رہی تھی مگر اس کا معصوم بیٹا بھی حالات کے محاذ پر تھا۔ لوگوں کی طنز بھری نگاہیں، تضحیک سے لتھڑے ہوئے لہجے اور ان کے ہونٹوں پر مچلتے ہوئے ذلت آمیز سوالات صرف اسی کے لیے نہیں اس کے بیٹے کے لیے بھی کرب مسلسل بن گئے تھے۔ ایک سمجھدار عورت ہونے کے ناتے وہ رمیز کے انجام سے اچھی طرح باخبر تھی مگر اس فیصلے کو دل سے قبول کرنا، ظالم زمانے کے بے رحم تھپیڑوں کا سامنا اور پہاڑ سی بے سہارا زندگی بسر کرنا اسے ناممکن نظر آتا تھا۔ وہ اکثر سوچا کرتی تھی کہ کاش رمیز اپنے غصے پر قابو پانا سیکھ لیتا۔ یہ خیال آتے ہی ماضی کے دریچے کھل جاتے اور وہ خیالوں کے ریلے میں کھو جاتی تھی۔

ادھر شوہر کے مرنے کے بعد کلثوم کے بھائی اسے اور اس کے بچوں کو اپنے گھر لے آئے۔ کلثوم اس حقیقت کو تسلیم نہ کر پا رہی تھی کہ کاشف کا ساتھ اس سے بچھڑ چکا ہے۔ اسے دیکھ کر یوں لگتا تھا جیسے وہ مٹی کا بے جان تودہ ہو جس میں زندگی کی کوئی رمق نہیں تھی۔ کلثوم تو کچھ ٹھیک سے سوچ بھی نہ پائی تھی ادھر اس کے بھائی چین سے بیٹھنے والے نہیں تھے۔ ان کا خیال تھا کہ ان کی بہن کا گھر اجاڑنے والے کو زندہ نہیں رہنا چاہیے۔ کلثوم کبھی کبھی اپنے بیتے ہوئے خوشگوار دنوں کی یاد میں کھو جاتی اور کبھی اپنے ننھے بچوں کی حیران آنکھوں میں جھانک کر آبدیدہ ہو جاتی جو ہر وقت دروازے کی طرف تکتے رہتے کہ شاید اب ان کا باپ کھلونے اور پھل لے کر گھر آئے گا۔ کبھی وہ مستقبل کا سوچنے لگتی جو اسے تن تنہا بسر کرنا تھا۔ ایسے میں اس کے ذہن میں خوف کی پرچھائیوں کے سوا کچھ

نہیں ہوتا تھا۔

یونہی دن گزرنے لگے۔ لگتا تھا جیسے شگفتہ اور محسن پر زندگی تنگ ہوتی جارہی ہے۔ شگفتہ کو اپنا سائبان لرزتا ہوا محسوس ہوتا تھا۔ اس کے معصوم بیٹے کے سر پر ہاتھ رکھنے والا دن بدن ان سے اور زندگی سے دور جارہا تھا۔ رمیز کے انجام سے وہ بے خبر نہ تھی۔ پھر وہی ہوا جس کا ڈر تھا.... عدالت نے رمیز کو پھانسی کی سزا سنا دی۔ یہ المناک خبر شگفتہ نے بڑے صبر سے سنی پھر رحم کی ہر اپیل عدالت نے مسترد کردی حتیٰ کہ تاریخ مقرر ہوگئی۔

کلثوم کے بھائیوں کو رمیز کی پھانسی کے فیصلے سے بے انتہا خوشی ہوئی۔ انہیں یوں لگ رہا تھا جیسے ان کی بہن کے سینے میں بھڑکنے والا الاؤ اب ٹھنڈا ہوگیا ہے، جیسے اس کے سر پر پھر سے کسی نے چادر ڈال دی ہے، جیسے کسی انجانے ہاتھ نے اس کے ادھورے رہ جانے والے وجود کو پھر سے مکمل کر دیا ہے، جان کے بدلے جان، یہی تو انہیں کو چاہیے تھا!

مگر کلثوم کا دل کچھ اور ہی سوچنے لگا۔ جان کے بدلے جان کا نظریہ درست مگر مسائل کا صرف یہی حل تو نہیں۔

اس نے سوچا کہ آج تو ایک گھر اجڑا ہے، اس کے بعد دو گھر اجڑ جائیں گے۔ دو گھرانوں کے بچوں کے سر سے باپ کا سایہ اٹھ جائے گا اور ان کا مستقبل ان کے سامنے ہاتھ پھیلا کر آکھڑا ہوگا۔ آج اس کے بچے اپنے باپ کے پیار کو ترستے ہیں تو کل ایک اور بچہ بھی اسی صف میں آکھڑا ہوگا۔ آج وہ اپنے شوہر کے مضبوط اور محبت بھرے سہارے سے محروم ہے تو کل ایک اور عورت اپنے شوہر کو ترسے گی۔ آج ایک ماں کا کلیجہ اپنے بیٹے کو گلے لگانے کو ترستا ہے تو کل ایک اور ما[ں کی] ممتا پھڑکے گی۔

"نہیں.... نہیں.... یہ نہیں ہوگا۔ میں ایسا[...] ہونے دوں گی"..... وہ ہذیانی انداز میں چلائی۔

"کیا ہوا..... کیا ہوا کلثوم بیٹی"..... اندر کمر[ے ...] اس کی ماں بھاگی بھاگی آئی۔ وہ اس کی کرب ناک [...] سے پریشان ہوگئی تھی۔ بھائی بھی جلدی سے [...] آگیا۔ بچے بھی بھاگ کر آئے اور [...] سے چمٹ گئے.....

"کیا ہوا اماں....؟" ننھے احمد نے ماں سے پوچ[ھا]

کلثوم نے اشک بار آنکھوں سے بھائی کو دیک[ھا] کہا "بھائی! میں کچھ کہنا چاہتی ہوں۔"

"ہاں ہاں کہو..... ضرور کہو....." بھائی نے ش[...] سے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"بھائی! میں کاشف کے قاتل کو معاف [کرتی] ہوں۔ مجھے اس کی جان لے کر کیا ملے گا.....! کاشف تو مجھ سے چھن ہی چکا، میرے دل کی د[نیا اجڑ] چکی، میرے بچے یتیم ہو ہی گئے..... مگر اب میں [ایک] اور گھر کو کیوں اجاڑوں.....؟ میں چند اور معصوم[وں کو] باپ کی چھاؤں سے کیوں محروم کروں۔ میں ایک [...] سہاگن کی مانگ کیوں ویران کروں۔ مجھے اپنے [...] کے خون کا بدلہ نہیں چاہیے، میں ان کے خون کی ایک بوند کا صلہ اپنے رب سے وصول کروں گی [...] اپنے سرتاج کا خون معاف کرتی ہوں۔ اس سے [...] میرے دلدار کا قاتل پھانسی کے تختے پر جھولے [...] چھڑوا کر اس گھر میں خوشی کا اجالا پھیلاؤ جہاں [ایک] عورت بیوگی اور دو معصوم بچے یتیمی کے خوف [سے] کانپ رہے ہیں۔

لاوارث

راتوں کو اٹھ اٹھ کر رونے والا شخص آج موت کی آغوش میں سکون کی نیند سوگیا مجھے اس کی موت کا صدمہ نہ تھا بلکہ اس بات کا دکھ تھا کہ تین جوان بیٹیوں کا باپ اپنے آپ کو لاوارث کہتا رہا جب بھی ڈاکٹرز اس کی ہسٹری لیتے تو وہ انجان بنا رہتا اپنے بارے میں کچھ نہ کہتا۔

میں اسی ہسپتال میں نرس کی جاب کررہی ہوں۔ میں بہت حساس طبیعت کی لڑکی ہوں اکثر اس مریض کے بارے میں سوچتی۔ مگر مجھے میرے سوالوں کا جواب نہ ملتا۔

ایک روز اس نے مجھے اپنے پاس بٹھایا اور مجھے ایک ڈائری تھماتے ہوئے کہا

"بیٹا! تمہاری آنکھوں میں مچلنے والا ہر سوال پڑھ چکا ہوں اور اگر تم کچھ جاننا چاہتی ہو تو یہ لو اس ڈائری میں تمہارے ہر سوال کا جواب ہے

اور پھر اس کی حالت بہت بگڑنے لگی میری نائٹ ڈیوٹی تو خیریت سے گزر گئی مگر جب میں شام کو ڈیوٹی پر پہنچی تو صبح کی اسٹاف نرس نے بتایا کہ وہ تیرہ نمبر بیڈ کا مریض شام پانچ بجے انتقال کر گیا اور مزید یہ کہ وہ مجھے یاد کررہا تھا میرے اندر اس کی موت نے ہلچل مچادی رونا بھی چاہا لیکن رو نہ سکی۔

دو دن بوجھل بوجھل سے گزارنے کے بعد آخر تیسرے دن ڈائری کو اٹھایا پھر ڈائری پڑھنا شروع کی لکھا تھا.....!

میرا تعلق ایک کھاتے پیتے گھرانے سے تھا دولت کی ریل پیل تو نہ تھی مگر وقت بہت اچھا گزر رہا تھا۔ میں تین بہنوں کا اکلوتا بھائی تھا۔ گھر بھر کی آنکھوں کا تارا تھا انٹر کیا تو بہنوں کو میری شادی کا شوق چرآیا۔ والدہ بھی چاہتی تھیں کہ شادی کے بعد پڑھائی جاری رکھوں۔ کون سا نوکری کرنی تھی چونکہ ہماری زمینیں اچھی خاصی پیداوار دیتی تھیں سو والدین کا خیال تھا کہ اپنی زمینوں کی دیکھ بھال کروں۔ سو لڑکی کی تلاش شروع ہوگئی اور پھر میری بہنوں کو اپنی ایک دوست کی کزن افشاں پسند آگئی اور یوں چٹ منگنی پٹ بیاہ والا معاملہ ہوگیا۔

افشاں دلہن بن کر ہمارے گھر کے آنگن میں اتر آئی۔ افشاں بہت خوبصورت ہونے کے ساتھ ساتھ خوب سیرت اور سگھڑ بھی تھی۔ اس نے جلد ہی میرے گھر والوں کو اپنا گرویدہ بنالیا اور میری دنیا جیسے سپنوں میں آباد ہوگئی۔ میں نے افشاں کی محبت میں سب کچھ بھلا دیا اور پھر بھلا کیسی پڑھائی۔ یوں میں افشاں کے لاکھ کہنے کے باوجود آگے نہ پڑھ سکا۔ اِسی افشاں کے حسن کے سحر سے باہر آتا تو کچھ کرتا، ہنستے کھیلتے دن گزرتے گئے۔ وقت نے کروٹ لی اور میں تین بیٹوں اور ایک بیٹی کا باپ بن گیا۔ افشاں کی محبت میں کوئی فرق نہ آیا بیٹی مہوش کی شادی ہوئی اور وہ اپنے پیا دیس چلی گئی اور پھر وقت کا ایک زوردار ریلا آیا اور امی جان کو بہا کر لے گیا گھر سونا سونا ہوگیا ابو بھی خاموش خاموش رہنے لگے مگر بچوں کی محبت اور افشاں کی توجہ نے ان کو زندگی کی طرف موڑ لیا اور یوں وقت پھر اپنے موج میں رواں دواں ہوا۔ وقت بدلتا رہا موسم آتے اور جاتے رہے میرے تینوں بیٹوں نے اپنی اپنی منزلیں حاصل کرلیں۔ افشاں کی محبت اب بھی وہی تھی وہ بیٹیوں کے سر پر سہرے کے پھول دیکھنے کے لیے تڑپنے لگی۔ تینوں بیٹوں کی پسند کی شادیاں ہوئیں تینوں بہوئیں گھر میں آئیں تو رونق سی لگ گئی ہر طرف خوشیاں تھیں افشاں اپنی بہوؤں کو اپنی بیٹی مہوش سے زیادہ پیار کرتی وہ اکثر کہتی کہ یہ میری حقیقی بیٹیاں ہیں۔ پھر دن گزرتے رہے۔ نجانے قدرت کو کیا منظور تھا۔ اندر ہی اندر کیا کھچڑی پک رہی

تھی۔ نفرت اور لالچ اندر ہی اندر تناور درخت بن گیا اور ہمیں معلوم ہی نہ ہوا۔ ہمیں اس وقت پتا چلا جب تینوں بیٹے ہمارے سامنے تن کر کھڑے ہو گئے اور اپنے اپنے حصے کا مطالبہ کرنے لگے۔ افشاں نے سب کی بات بڑے اطمینان سے سنی اور پھر بولی ٹھیک ہے اس جائیداد میں تمہارے علاوہ ایک حصہ دار اور ہے اور وہ ہے مہوش اس کا بھی اتنا ہی حصہ ہو گا جتنا تم لوگوں کا ہو گا۔ بہوئیں افشاں کے اس فیصلے کی مخالفت کرنے لگیں۔ افشاں نے ان کی طرف دیکھا وہ جن کو افشاں نے صرف ماں ہی بن کر چاہا مگر وہ بیٹیاں نہ بن سکیں۔ افشاں مجھے اس وقت بہت کمزور لگنے لگی جب بہوؤں نما بیٹیوں نے افشاں کی طرف سے منہ موڑلیا.... تب پہلی مرتبہ میں نے افشاں کو سنبھالا وہ جو تمام عمر مجھے دلاسہ دیتی رہی اس روز ہمت ہار گئی اور میرے گھر کی درو دیوار پکار پکار کر کہنے لگے فانی ہے سب فانی اور پھر لاکھ سمجھانے کے باوجود بھی میرے بیٹے اپنی بات سے نہ ٹلے۔

پھر اس جائیداد کے ٹکڑے ہو گئے جو ان کے دادا دادی چھوڑ گئے تھے۔ میرے بیٹوں نے مڑ کر یہ بھی نہ پوچھا کہ ہم دونوں کیسے رہیں گے....؟ کہاں سر چھپائیں گے....؟ مگر ہماری لاڈلی بیٹی نے ہمیں اپنے حصے میں پناہ دے دی۔ ہمارے داماد نے ہمیں اپنے ساتھ لے جانا چاہا مگر افشاں نہ مانی۔ اس کی آرزو تھی کہ جس گھر میں دلہن بن کر آئی تھی اسی دہلیز سے جنازہ بھی اٹھے۔

وقت گزرتا گیا اور افشاں اکثر بیٹھے بیٹھے کہیں کھو جاتی۔ میں مرد تھا دل پر جبر کر لیتا۔ میں جانتا تھا اس کو بیٹے اب بھی یاد آتے ہیں۔ آخر ماں تھی جب برداشت ختم ہو جاتی تو میرے کاندھے پر سر رکھ کر جی بھر کر رو لیتی اور مجھے بھی رلا دیتی۔ بیٹوں نے مڑ کر نہ دیکھا۔ افشاں اندر ہی اندر بیٹوں کی لاتعلقی کا زہر پیتی رہی اور پھر یہ زہر اس کی روح میں سرایت کر گیا اور وہ جسم کی قید سے رہائی پا گئی۔ افشاں کی جدائی میری روح کو گھائل کر گئی۔ جیون کا سفر اب کٹھن لگنے لگا مہوش اکثر آتی مجھے اپنے ساتھ لے جانے کی ضد کرتی میں اس گھر کو چھوڑ نہ سکا چھوڑ بھی کیسے سکتا تھا اس گھر کے ذرے ذرے میں افشاں کی پیار کی خوشبو بسی تھی۔ وفا کی مہک تھی قربانیوں کی لمبی داستان تھی میں بھلا اس گھر کو کیسے چھوڑ سکتا تھا اور یوں تنہائی میرے اندر جذب ہونے لگی راتوں کو اٹھ اٹھ کر افشان کی یاد میں تڑپتا اس کی روح کے لیے دعا کرتا اور پھر جی بھر کر روتا اور اب تو دلاسہ دینے والا بھی کوئی نہیں تھا جب گھونٹ گھونٹ اپنوں کی بے وفائی کا زہر پیا ہو تو پھر بچنے کی امید کہاں رہتی ہے زندگی کی گاڑی سسک سسک کر دھکیل رہا تھا ایک دن اچانک میں چکرا کر گر پڑا نجانے کون تھا جس نے رحم کھا کر مجھے یہاں پہنچا دیا چیک اپ کے بعد پتا چلا کہ مجھے ہارٹ اٹیک ہوا تھا۔ تین جوان بیٹوں کا باپ آج ہسپتال میں بے یار و مددگار پڑا ہے اور زکوٰۃ کی دواؤں پر گزارا کر رہا ہے۔ ڈاکٹرز جب بھی ہسٹری لیتے ہیں تو میں ان کو بتاتا ہوں کہ میں لاوارث ہوں۔ ہاں میں لاوارث ہی تو ہوں بہت ملنے والوں کے ذریعے بیٹوں کو اپنی بیماری کی خبر دی مگر کوئی نہیں آیا تو پھر میں لاوارث ہی ہوا۔ افشاں کے علاوہ کسی کا کچھ نہیں لگتا۔

چند دن پہلے تمہیں دیکھا۔ تمہاری آنکھوں میں ایک ننھا سا چاہت کا ایک دیپ جلتے دیکھا جیسے تم میری مہوش ہو تم سے بہت باتیں کرنا چاہتا تھا مگر شاید دل نے بیتے دنوں کی خاک اڑانا مناسب نہ سمجھا سو خاموش رہا پھر تم بھی کوشش کر رہی تھیں کہ مجھے کریدو مگر شاید تمہیں

بقیہ: صفحہ 197 پر ملاحظہ کیجیے

اگیا بیتال

26

گزشتہ قسطوں کا خلاصہ: کچھ عرصہ پہلے ہماری ملاقات شہاب صاحب سے ہوئی، جو ایک پڑھے لکھے معزز تجارت پیشہ شخص ہیں، ماورائی علوم و ٹیلی پیتھی اور جنات کے وجود کے موضوع پر ہم دونوں کے خیالات اور ذوق مشترک تھے، جو ہماری دوستی کا باعث بنے۔ شہاب صاحب نے ہمیں بتایا کہ ان کی جنات سے دوستی ہے اور کئی مرتبہ کاروباری مشکلات سے نکلنے اور کاروبار کی ترقی میں ان کے دوست جنات کی مدد شامل رہی اور کئی مرتبہ انہوں نے بھی جنات کی مدد کی۔ میرے استفسار پر انہوں نے بتایا کہ جنات کے ایک معزز خاندان کا نوجوان زائم، کراچی میں رہنے والی ایک دوشیزہ عیشال پر بُری طرح مر مٹا، دونوں گھرانوں کے والدین اس بات سے پریشان تھے، کراچی کے ایک روحانی بزرگ محترم شاہ صاحب نے اس معاملے کو نمٹانے میں اہم کردار ادا کیا۔ چند شیطانی عمل کرنے والے آدمیوں کی وجہ سے ان کو مشکل بھی پیش آئی۔ اس قصے میں ایک کردار اس کا ایک چیلا بھی ہے جس نے گرو کے چرنوں میں کئی برس اس لیے گزار دیے کہ وہ جادو اور جنات پر قابو پانے کا عمل سیکھ سکے۔

انسانوں کی ایک لڑکی عیشال ایک جن لڑکے زائم کی محبت میں گرفتار ہو جاتی ہے۔ زائم کے کی مدد سے سلیم احمد کے کاروبار میں خوب ترقی ہوتی ہے۔ کراچی کے ایک سامری جادوگر نے جن قابو کرنے کی خواہش میں زائم پر حملے شروع کیے اور آخر کار اسے قید کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ سامری جادوگر زائم پر مکمل قابو پانے کے لیے چاند میاں کو زائم کا روپ دے کر عیشال کے گھر بھیجنے کا ارادہ کرتا ہے۔ شاہ صاحب مراقبہ کے ذریعے معلوم کرتے ہیں کہ سلیم احمد اور ان کی فیملی پر جادوئی عملیات کیے گئے ہیں۔ شاہ صاحب سلیم احمد کو رہائش تبدیل کرنے کا مشورہ دیتے ہیں۔ دوسری جانب زائم کی گمشدگی سے جنات کے قبائل میں تشویش پائی جاتی ہے۔ سامری زائم سے ایک سودا کرتا ہے۔ سلیم احمد، شاہ صاحب کے کہنے پر ایک اپارٹمنٹ کرائے پر لے لیتے ہیں۔ سامری زائم کو کچھ شرائط پر اپنی خیریت سے آگاہ کرنے کے لیے جنات کی بستی میں لے جاتا ہے۔ جہاں زائم جنات کے ایک قبیلے کے سردار سے کہتا ہے کہ میری خیریت سے میرے گھر والوں کو آگاہ کر دیا جائے۔ اب آگے پڑھیں....

قسط نمبر26

ہم شکاری ہیں اور دوسروں کے لیے شکار کے انتظامات بھی کرتے ہیں.... سامری نے جواب دیا

اس علاقے میں شکار کہاں ہے....؟

ابھی نہیں ہے لیکن چند ماہ بعد ہو گا....

کیا مطلب....؟

جناب....! سردیاں شروع ہونے والی ہیں۔ سردیوں میں شمالی برفیلے علاقوں سے بے شمار پرندے اڑ کر سندھ کے ساحلی علاقوں میں آتے ہیں۔ ان پرندوں کی آمد پر شکار بھی کھیلا جاتا ہے۔

مگر ابھی تو سردیاں شروع نہیں ہوئیں۔

یہ بات ٹھیک ہے لیکن شکار کے لیے مناسب

مقامات کی نشاندہی اور اس کے لیے انتظامات سردیوں سے پہلے ہی شروع کرنے پڑتے ہیں۔

سامری نے اتنی صفائی سے جھوٹ بولا کہ چاند میاں بھی چکرا کر رہ گیا۔

اچھا.... تمہارا نام کیا ہے اور تم کہاں رہتے ہو۔

میرا نام خمیسو اور اس لڑکے کا نام جُمن ہے۔ ہم کراچی کے قریب ایک جزیرے پر رہتے ہیں۔

سامری ایک کے بعد ایک جھوٹ بہت صفائی سے بولے جارہا تھا۔ چاند میاں حیرت اور خاموشی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

او لڑکے.... بتا تیرا نام کیا ہے....؟

میں نے بتایا نا کہ اس کا نام جُمن ہے۔ سامری نے چاند میاں کو یاد دلانے کے لیے لفظ جُمن کو کچھ زور سے ادا کیا۔

ہاں ہاں.... میرا نام جُمن ہے.... میں جُمن ہوں۔

تو کہاں رہتا ہے۔

میں صاب کے ساتھ رہتا ہوں میں ان کا نوکر ہوں۔

تم لوگ کس جگہ رہتے ہو۔ چاند میاں سے پوچھا گیا

ہم کراچی کے قریب ایک جزیرے میں رہتے ہیں۔ سامری نے ایک بار پھر مداخلت کی۔

تم لوگ خود کو پرندوں کا شکاری بتاتے ہو لیکن اس علاقے میں تو پرندے نہیں اترتے۔

جی یہ بات ہمیں معلوم ہے لیکن شکار کے انتظامات کے لیے آس پاس کے علاقوں کا جائزہ بھی لینا ہوتا ہے۔

اچھا ٹھیک ہے۔ تم لوگ جاسکتے ہو....

شکریہ جناب.... آپ نے ہم سے بات کی۔ اب آپ لوگ اپنا تعارف بھی تو کروادیں۔

بس ہمارا تعارف رہنے دو.... ہاں اتنا کافی ہے کہ ہم یہاں کے رہنے والے ہیں اور اپنے علاقے میں آنے جانے والوں پر نظر بھی رکھتے ہیں۔ کبھی ضرورت محسوس ہو تو کسی آدمی کو روک کر اس سے بات بھی کرلیتے ہیں جیسے تم سے بات کی، اب تم لوگ جاسکتے ہو۔

سامری نے چاند میاں کو چلنے کا اشارہ کیا اور وہ دونوں تیز تیز قدموں سے چلنے لگے۔ ان کا رخ بائی وے کی طرف تھا۔

❀❀❀

جمیلہ بیگم کو اپنے شوہر سے عشق تھا۔ چوبیس سالہ ازدواجی زندگی میں سلیم احمد نے انہیں بہت زیادہ پیار، بے انتہا چاہت سے نوازا تھا۔ انہیں بہت زیادہ خوشیاں دی تھیں۔ سلیم احمد کی ذات جمیلہ بیگم کی زندگی کا مرکز و محور تھی۔

دو دن تو سلیم احمد کی طبیعت ٹھیک رہی لیکن تیسرے دن دفتر میں کام کے دوران سلیم احمد کو ایک بار پھر شدید گھبراہٹ محسوس ہونے لگی۔ کچھ دیر تو انہوں نے اپنی اس کیفیت کو نظر انداز کیا لیکن تکلیف میں شدت آ گئی۔ اب گھبراہٹ کے ساتھ ساتھ سلیم احمد کو اپنے سینے میں گھٹن اور سانس میں تنگی بھی محسوس ہونے لگی تھی۔ انہوں نے اپنے ساتھیوں کو بلایا۔ چند منٹ گزرے ہوں گے کہ سلیم احمد کے ماتھے اور چہرے پر پسینے کے قطرے نمودار ہوئے پھر سارا جسم ہی پسینے میں شرابور ہوگیا۔ ان کے منیجر نے فوراً گھر فون کرکے جمیلہ بیگم کو طبیعت کی خرابی کی اطلاع دی۔

آپ انہیں فوراً ہسپتال لے جائیں۔ جمیلہ بیگم نے منیجر صاحب کو ہدایت کی۔

اسی دوران سلیم احمد بے ہوش ہوچکے تھے۔ انہیں اسی حالت میں ہسپتال پہنچایا گیا۔

ہسپتال میں طبی امداد ملنے کے آدھے گھنٹے بعد سلیم احمد ہوش میں تو آگئے لیکن ان کے اوسان بحال نہ تھے۔ وہ اپنی اہلیہ جمیلہ بیگم اور بیٹی عیشال کو بھی پہچان نہیں پا رہے تھے۔

ڈاکٹروں نے بتایا کہ ابتدائی طور پر جو ٹیسٹ ہوئے ہیں وہ سب تو ٹھیک ہیں، ای سی جی نارمل ہے، اب ان کا سی ٹی اسکین ہوگا۔ اس سے پتہ چلے گا کہ دماغ میں خون کی کوئی شریان تو نہیں پھٹ گئی یا خون کسی جگہ جم تو نہیں گیا یا پھر دماغ میں کوئی رسولی تو نہیں بن گئی۔

سلیم احمد میں ان بیماریوں کے امکانات کا سن کر جمیلہ بیگم اور عیشال کی حالت تو ایسی ہوگئی جیسے ان کے قدموں تلے زمین نہ رہی ہو۔

جمیلہ بیگم کو اپنے شوہر سے عشق تھا۔ چوبیس سالہ ازدواجی زندگی میں سلیم احمد نے انہیں بہت زیادہ پیار، بے انتہا چاہت سے نوازا تھا۔ انہیں بہت زیادہ خوشیاں دی تھیں۔ سلیم احمد کی ذات جمیلہ بیگم کی زندگی کا مرکز و محور تھی۔

سلیم احمد کے سر میں ہلکا سا بھی درد ہوتا تھا تو جمیلہ بیگم بے چین اور بے قرار ہوجاتی تھیں۔ سلیم احمد ہنستے تھے تو جمیلہ بیگم کھل اٹھتی تھیں۔ سلیم احمد اداس ہوتے تو جمیلہ بیگم غمگین ہوجاتیں۔ کسی تکلیف کے بعد جب سلیم احمد دوبارہ ہنسنے مسکرانے لگتے تو جمیلہ بیگم کھل اٹھتی تھیں۔

اس دن سلیم احمد کو ہسپتال کے بیڈ پر اس حالت میں دیکھ کر جمیلہ بیگم کو اپنی زندگی میں اندھیرا محسوس ہو رہا تھا۔

سی ٹی اسکن کے ذریعے معلوم ہوا کہ دماغ میں کوئی جریان خون یا رسولی نہیں ہے۔

رپورٹ کے بہتر آنے پر جمیلہ بیگم اور عیشال نے اللہ کا شکر ادا کیا، لیکن ان کی تشویش میں اضافہ ہوگیا تھا۔

جب ساری رپورٹیں ٹھیک ہیں تو پھر ان کی حالت اتنی خراب کیوں ہے.....؟

شاہ صاحب کو سلیم احمد کی حالت سے باخبر رکھا جارہا تھا۔ انہوں نے جو دعائیں بتائیں جمیلہ بیگم اور عیشال وہ دعائیں مسلسل پڑھ رہی تھیں۔

❀❀❀

ہائی وے پر سامری اور چاند میاں کراچی جانے والی بسوں کو روکنے کے لیے ہاتھوں سے اشارے کررہے تھے لیکن اس ویرانے میں کوئی بس نہ رکی۔ اب ان دونوں نے ٹرک والوں سے لفٹ مانگنا شروع کی۔ کئی ٹرک وہاں سے بغیر رکے گزر گئے۔ آخر کار ایک ٹرک جس پر مویشی سوار کیے گئے تھے وہاں رُک گیا۔

ٹرک ڈرائیور نے پوچھا... ہاں بابا کیا بات ہے....؟

ہمیں کراچی جانا ہے.... وہاں ہمارا چاچا بہت بیمار ہے اور ہسپتال میں داخل ہے۔

اچھا چلو ٹھیک ہے.... ہمارے پاس یہاں تو کوئی جگہ نہیں ہے تم دونوں چاہو تو پیچھے بھینسوں کے ساتھ جاکر بیٹھ جاؤ۔

سامری اور چاند میاں جلدی سے اس ٹرک پر سوار ہوگئے۔ ٹرک کے ڈالے میں بھینسوں کے لیے

پرال پھیلائی گئی تھی۔ اس پرال پر جگہ جگہ بھینسوں کا گوبر اور پیشاب بھی پھیلا ہوا تھا۔ چاند میاں نے تھوڑا ناک منہ بنایا تو سامری نے اسے سخت جھاڑ پلائی۔

تو ایسی شکل کیوں بنا رہا ہے....؟

گرو.... آپ دیکھ نہیں رہے کہ یہاں کتنی گندگی ہے اور کس قدر سخت بدبو آ رہی ہے۔

گندگی اور بدبو تو شیطان کی پسندیدہ چیزیں ہیں۔ تجھے گندگی بری لگ رہی ہے.... اس کا مطلب ہے کہ تیرے اندر اچھائیوں کے جراثیم ابھی تک موجود ہیں۔

او لڑکے.... یاد رکھ.... اگر تو شیطان کا اچھا پیروکار بننا چاہتا ہے تو تجھے گندگی سے اور برائیوں سے محبت کرنا ہوگی۔ صفائی سے اور اچھائیوں سے نفرت کرنا ہوگی۔

آپ کے ساتھ رہوں گا تو روز بروز برائیوں کے تقاضے بھی سمجھتا رہوں گا۔

انہیں ٹرک میں بیٹھے بیٹھے کچھ دیر ہوگئی تو چاند میاں سامری سے بولا

گرو.... اب مجھے بدبو محسوس نہیں ہو رہی۔

ہاں.... اس لیے کہ تیری ناک اس بدبو کی عادی ہو رہی ہے مگر یہ عارضی اثر ہے۔ تھوڑی دیر بعد ہم ٹرک سے اتر کر کسی باغیچے میں جائیں گے تو وہاں پھولوں کی خوشبو تیری ناک میں بس جائے گی۔

دیکھ.... شیطان چاہتا ہے کہ اس کے پیروکار گندگی کو، بری باتوں کو مستقل اپنالیں۔

اس کا طریقہ کیا ہوگا....؟

اس کا طریقہ یہ ہوگا کہ جہاں گندگی ہو وہاں تجھے ناگواری اور اکتاہٹ محسوس نہ ہو بلکہ برے ماحول، گندے ماحول سے تجھے خوشی محسوس ہو۔

اور....

اور جہاں اچھائیاں ہوں اس جگہ تیرا دم گھٹنے لگے اور تو اس جگہ برائیاں پھیلانے کی اور گند اچھالنے کی کوشش کر۔

یہ کام کیسے کیا جائے....؟

جہاں اچھائیاں ہوں وہاں کیا کرنا چاہیے....؟

جہاں اچھائیاں ہوں وہاں لوگوں میں ایک دوسرے کے خلاف بدگمانیاں پھیلانے کی کوشش کی۔ ایک اچھے آدمی کو بتا کہ دوسرا شخص تیرا مخالف ہے، دوسرے اچھے آدمی کو بتا کہ پہلا شخص تجھ پر اعتماد نہیں کرتا۔

دیکھ.... حسد کرنا، کینہ رکھنا، دوسروں کا حق مارنے کی خواہش رکھنا، انسانوں کے لیے یہ سب گندے کام ہیں۔ آپس میں محبت اور اخلاص کے ساتھ رہنا، دوسروں کے لیے ایثار کرنا یہ اچھے کام ہیں۔ جو لوگ محبت، اخلاص اور ایثار جیسے جذبات رکھتے ہوں شیطان ان کے راستے میں رکاوٹیں ڈالنا چاہتا ہے اور جو لوگ حسد اور کینہ رکھتے ہوں شیطان ان سے خوش ہوتا ہے۔

گرو.... ایک بات پوچھوں

ہاں پوچھ....

کیا جنات میں بھی حسد اور کینہ ہوتا ہے....؟

ہاں جنات میں بھی حسد ہوتا ہے۔ بعض اوقات تو جنات کا حاسدانہ جذبہ انسانوں کی نسبت کہیں زیادہ ہوتا ہے۔

اس کی کوئی خاص وجہ ہے....؟

اس کی وجہ یہ ہے کہ جنات آگ سے بنے ہیں اور حسد بھی ایک آگ ہے۔

جنات اپنے حسد کا اظہار کس طرح کرتے ہیں....؟

جیسے انسان کرتے ہیں یعنی دوسرے کا برا چاہ کر.... حسد کے علاوہ اکثر جنات انتقام لینے میں بھی بہت شدت دکھاتے ہیں۔

انتقام....؟

ہاں.... جنات کے کئی قبیلے تو دشمنیاں پالنے میں بہت مشہور ہیں۔

گرو.... آپ کو یہ باتیں کیسے معلوم ہوئیں....؟

شیطان کے سینئر پجاریوں سے.... شیطان کے پیروکار برائی کے راستوں پر چلنے والے اپنے شاگردوں کو، جادوگروں کو انسانوں کی کمزوریاں بتانے کے ساتھ ساتھ جنات کے بارے میں بھی بتاتے ہیں۔

اچھا.... جادوگروں کو جنات کے بارے میں کیا کیا بتایا جاتا ہے....؟

بہت کچھ بتایا جاتا ہے مگر تو ابھی بچہ ہے۔ جیسے جیسے شیطان کی باتیں اپناتا جائے گا شیطان کے پیروکار تجھے مزید معلومات دیتے رہیں گے۔ تجھے سکھاتے پڑھاتے رہیں گے۔

ٹھیک ہے گرو.... آپ جنات کے انتقام کے بارے میں بتا رہے تھے۔

جنات کا انتقام.... زیادہ تر تین طرح کا ہوتا ہے۔

تین طرح کا....؟

ہاں.... ایک تو وہ انتقام جو ایک جن کسی دوسرے جن سے لیتا ہے۔ اسے تو ذاتی انتقام کہہ سکتا ہے۔

اور دوسرا....

دوسرا وہ انتقام جو جنات کا ایک قبیلہ کسی دوسرے قبیلے کے کسی ایک جن یا پورے قبیلے سے لینا چاہتا ہے۔

ایسا تو انسانوں میں بھی ہوتا ہے۔

ہاں جنات اور انسانوں کی بعض باتیں آپس میں ملتی بھی ہیں۔

اور تیسرا انتقام....

تیسرا انتقام وہ ہے جو جنات کا کوئی ایک قبیلہ یا زیادہ قبیلے مل کر انسانوں سے لیتے ہیں۔

انسانوں سے انتقام.... جنات کا انتقام انسانوں سے....؟

ہاں اور یہ انتقام بہت شدید اور بہت تکلیف دہ ہو سکتا ہے۔

جنات انسانوں سے انتقام کیوں لیتے ہیں....؟

اکثر جنات خود کو انسانوں سے برتر مخلوق سمجھتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ انسانوں سے پہلے اس زمین پر جنات کی حکومت ہوا کرتی تھی۔ ان انسانوں کی وجہ سے جنات کا سارا اختیار ختم ہو گیا۔

کیا سب جنات ایسا کہتے ہیں....؟

سمجھ بوجھ والے جنات تو یہ کہتے ہیں کہ اس زمین پر اقتدار سے محرومی کا سبب خود جنات کے گناہ ہیں لیکن اکثر جنات یہ بات نہیں مانتے اور انسانوں سے حسد میں مبتلا ہوتے ہیں۔

اگر کسی انسان کی جانب سے غلطی سے بھی کسی جن کو نقصان پہنچ جائے تو جنات کا یہ حاسدانہ جذبہ انہیں غصہ اور اشتعال دلاتا ہے۔ اس غصے میں جنات

اگر کسی انسان کی جانب سے غلطی سے بھی کسی جن کو نقصان پہنچ جائے تو جنات کا یہ حاسدانہ جذبہ انہیں غصہ اور اشتعال دلاتا ہے۔ اس غصے میں جنات انسانوں سے انتقام کی باتیں شروع کر دیتے ہیں۔

انسانوں سے انتقام کی باتیں شروع کر دیتے ہیں۔

اوہ..... تو یہ بات ہے۔

ہاں.....

اور جو انسان جنات کو جان بوجھ کر تکلیف دیں یا انہیں نقصان پہنچائیں.....؟

ایسے انسانوں کو جنات اپنے بڑے دشمنوں کی فہرست میں شامل کر لیتے ہیں اور موقع ملتے ہی ان پر وار کرتے ہیں۔

تو گرو..... یہ کہتے ہوئے چاند میاں کی آواز میں لرزہ آنے لگا۔

تیرا گھبرانا اور ڈرنا درست ہے۔ سامری کے ساتھ ساتھ اب تو بھی جنات کے بڑے دشمنوں کی فہرست میں آچکا ہے۔

م م م..... میں..... میں..... ڈ ڈ ڈر..... ت ت ت تا نہیں ہوں گرو..... بس ایسے ہی پوچھ رہا تھا۔

ابے..... تو چیز ہی کیا ہے۔ یہاں تو اچھے اچھوں کی............ لگتی ہے۔

گرو..... آپ بہت جی دار ہو۔ آپ کے ساتھ رہتے ہوئے میں بھی مضبوط ہو جاؤں گا۔

ہاہاہاہا..... سامری ہنسنے لگا

گرو ایک بات اور پوچھوں..... ؟

ہاں ہاں..... پوچھ.....

جب آپ نے جن زادے کو لوہے کے ڈبے میں بند کر دیا تھا اور ہم واپس آرہے تھے، اس وقت سفید کپڑے پہنے ہوئے وہ تین آدمی کون تھے.....؟

تیرا کیا خیال ہے وہ تینوں کون تھے.....

مجھے پتہ نہیں لیکن ان کے اچانک سامنے آجانے سے میں بہت ڈر گیا تھا۔ مجھے اس بات پر بھی حیرت ہوئی کہ وہاں تھوڑی دیر پہلے گرد بہت اڑ رہی تھی لیکن ان کے کپڑے اتنے صاف ستھرے کیسے تھے..... وہ تینوں کون تھے گرو.....؟

وہ تینوں آدمی نہیں بلکہ اس علاقے میں رہنے والے جنات تھے۔

وہ تینوں جنات تھے..... چاند میاں نے بہت حیرت سے پوچھا

ہاں وہ تینوں جنات تھے۔

آپ نے انہیں کب پہچانا کہ یہ تینوں انسان نہیں جن ہیں.....؟

میں انہیں فوراً ہی پہچان گیا تھا۔

لیکن آپ ذرا بھی نہیں گھبرائے اور ان کے سوالوں کے بہت صفائی سے جواب دیئے۔

میں گھبرایا تو نہیں لیکن میں اپنے قیدی اس جن زادے کی طرف سے فکر مند ہو گیا تھا۔ اگر وہ جنات ہمیں تھوڑی دیر اور روک کر ہماری تلاشی لینا چاہتے تو معاملہ بگڑ سکتا تھا۔

معاملہ کس طرح کا بگڑتا.....؟

سامری کی ان جنات سے لڑائی ہو سکتی تھی، ہو سکتا تھا کہ میں ان تینوں جنات کو جلا کر راکھ کر دیتا۔

کچھ بھی ہو سکتا تھا.....

کچھ بھی سے مطلب.....

ابے..... لڑائی لڑائی ہوتی ہے۔ لڑائی میں کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ ہو سکتا کہ سامری جنات کو مار دیتا یا پھر یہ بھی ہو سکتا تھا کہ وہاں کہیں سے ایک دم بہت سارے جنات آجاتے اور سامری کو اور تجھے اپنا قیدی بنا لیتے اور اس جن زادے کو آزادی مل جاتی۔

اوئے..... گرو..... جنات آپ کو قید کر لیتے.....

ابے..... ایسے ہی کہہ رہا ہوں۔ لڑائی میں کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ ویسے سامری پر ہاتھ ڈالنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ سامری نے سو گھاٹ کا پانی پیا ہے۔ سامری کے وار کا کوئی توڑ نہیں۔ سامری کے جادو کی کوئی کاٹ نہیں۔ ہاہاہا..... ہاہاہا.....

ٹرک پر بھینسوں کے گوبر اور پیشاب سے لتھڑے ڈالے پر بیٹھا ہوا سامری پاگلوں کی طرح ہنسنے لگا۔

گرو..... جادو کی کاٹ پر ایک بات یاد آئی۔

کیا.....

وہ میرے صاب لوگوں کے گھر پر آپ نے جو جادو کا سامان پھنکوایا تھا اس کا اثر کب ہو گا.....

اس جادو کی وجہ سے تیرا وہ صاب سخت بیمار پڑ چکا ہو گا اور اس جادو کی کاٹ بھی..... کوئی نہ کر پائے گا۔

اگر ان لوگوں نے کسی عالم سے جادو اتروانے کی کوشش کی تب بھی نہیں.....؟

نہیں اور..... ایسے عالم کو بھی پتہ پڑ جائے گا کہ اس کا پالا کس جادوگر سے پڑا ہے۔

❀❀❀
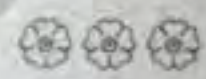
سلیم احمد تھوڑی دیر کے لیے ہوش میں آئے لیکن وہ کسی کو پہچان نہیں رہے تھے۔ بس خالی خالی نظروں سے جمیلہ بیگم اور عیشال کو دیکھے جا رہے تھے۔ ان کی کلائی پر کنولہ لگا کر انہیں ڈرپ بھی دی جا رہی تھی۔ ان کے دل کی دھڑکن، بلڈ پریشر، سانس کی رفتار وغیرہ کی مانٹرنگ کے لیے بیڈ کے سرہانے لگے مانیٹرز میں لکیریں حرکت کر رہی تھیں، ہندسے کم زیادہ ہو رہے تھے۔ مانیٹر سے جلدی جلدی ٹنٹ ٹنٹ کی آوازیں آنے لگی۔ سلیم احمد کا بلڈ پریشر تیزی سے کم ہو رہا تھا۔ چند ہی لمحوں میں وہ دوبارہ بے ہوش ہو گئے۔

اب جمیلہ بیگم مزید ضبط نہ کر سکیں۔ ان کا کرب ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کی شکل میں ظاہر ہونے لگا۔ جمیلہ بیگم رو رہی تھیں۔

عیشال بہت پریشان تھی۔ ایک طرف اس کے والد کی حالت بہت تشویشناک تھی اور دوسری طرف اس کی والدہ کا حوصلہ ختم ہو رہا تھا.....

سلیم احمد بے ہوش تھے۔ ڈاکٹر ان کے گرد جمع ہو کر ان کی صحت کے لیے تدبیریں کر رہے تھے۔ عیشال کی توجہ تو اپنے والد کی طرف تھی لیکن وہ اپنی ماں کو بھی سنبھالنے کی کوشش کر رہی تھی۔ اسی دوران عیشال نے شاہ صاحب کے مرکز میں بھی فون ملایا اور فون اٹینڈینٹ سے کہا کہ وہ شاہ صاحب کو سلیم احمد کی موجودہ حالت کے بارے میں بتادیں۔

اب سلیم احمد کا بلڈ پریشر کچھ نارمل ہو گیا تھا لیکن وہ ابھی تک بے ہوش تھے۔

ڈاکٹر صاحب..... آخر مسئلہ کیا ہے.....؟

ابھی تو ہم کچھ نہیں بتا سکتے کیونکہ ان کے اب تک کے سب ٹیسٹ ٹھیک ہیں۔

پھر..... ڈاکٹر صاحب..... پھر میرے ابو کی ایسی حالت کیوں ہے.....؟

دیکھئے..... ان کا ہارٹ، لنگز، کڈنی سب بالکل ٹھیک کام کر رہے ہیں۔ دماغ کے ٹیسٹ بھی نارمل آئے ہیں۔ اب یہ ہو سکتا ہے کہ انہیں اچانک کوئی صدمہ پہنچا ہو..... شدید اسٹریس کی وجہ سے بھی ایسا ہو سکتا ہے، مگر فی الحال وی آر ناٹ شیئور کہ اصل مسئلہ کیا ہے..... ہم ان کا کیس سمجھنے کی پوری کوشش کر رہے ہیں۔ آپ اللہ سے دعا کیجئے۔

جمیلہ بیگم نے بمشکل خود کو سنبھالا اور ماں بیٹی ایک مرتبہ پھر اللہ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو کر دعائیں کرنے لگیں۔

مغرب کے بعد شاہ صاحب بھی ہسپتال تشریف لائے۔ شاہ صاحب کو دیکھتے ہی جمیلہ بیگم کے ضبط کے سارے بندھن ٹوٹ گئے اور وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔

اللہ کرم فرمائے گا۔ حوصلہ رکھیں، اللہ سے دعا کرتی رہیں۔ شاہ صاحب نے ماں بیٹی کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔

شاہ صاحب.... ڈاکٹر کہہ رہے ہیں کہ ان کی سب رپورٹس بالکل ٹھیک آئی ہیں۔ ڈاکٹروں کی سمجھ میں نہیں آرہا کہ ان کی ایسی حالت کیوں ہے....

اللہ حفاظت فرمائے گا.... اللہ شفا دے گا۔ آپ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں۔

اللہ کرم فرمائے.... یا اللہ میرے ابو ٹھیک ہو جائیں۔ آمین

شاہ صاحب.... آپ کے آنے سے ہماری بہت ڈھارس بندھی ہے۔

اسی وقت تک سلیم احمد کا بلڈ پریشر تو نارمل ہو چکا تھا مگر وہ ابھی پوری طرح ہوش میں نہیں آئے تھے۔ اس وقت ان کی حالت کچھ نیم غنودگی کی سی تھی۔

آپ ان پر دم بھی کر دیجئے۔

جمیلہ بیگم نے شاہ صاحب سے درخواست کی۔

شاہ صاحب سلیم احمد کے بیڈ کے قریب کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے۔ چند لمحے تو وہ کرسی پر بیٹھے رہے پھر اٹھ کر سلیم احمد کے سرہانے آکر کھڑے ہو گئے۔

بیڈ کے دوسری طرف ہسپتال کے اسٹاف کے دو افراد کھڑے ہوئے تھے۔

شاہ صاحب دم کرتے ہوئے اپنا ہاتھ عموماً سر پر رکھتے ہیں یا پھر مریض کے ماتھے پر ہاتھ رکھ کر کچھ پڑھ کر اس پر دم کرتے ہیں لیکن اس روز سلیم احمد کو دم کرتے ہوئے شاہ صاحب نے اپنا ہاتھ سلیم احمد کے ماتھے پر نہیں بلکہ انہوں نے اپنا ہاتھ ماتھے سے کچھ اوپر رکھا اور زیر لب کچھ پڑھنے لگے۔

شاہ صاحب دم کرنے میں پوری طرح محو تھے۔ ان کا ایک ہاتھ سلیم احمد کے ماتھے سے کچھ اوپر تھا اور ایک ہاتھ بیڈ کے سرہانے پر لگی لکڑی کی چھوٹی سے دیوار پر تھا۔

شاہ صاحب کو سلیم احمد پر دم کرتے ہوئے ابھی پندرہ بیس سیکنڈ ہی ہوئے ہوں گے کہ انہیں بہت زور سے چکر آیا۔ شاہ صاحب نے پہلے تو اپنے قدموں پر زور ڈال کر توازن برقرار رکھنا چاہا لیکن چکر کے اثرات کم نہ ہوئے تو انہوں نے بیڈ کے سرہانے رکھے ہاتھ سے لکڑی کی دیوار کو زور سے پکڑ لیا۔

ہسپتال اسٹاف نے شاہ صاحب کی حالت میں تغیر محسوس کیا تو وہ جلدی سے شاہ صاحب کی طرف آئے اور انہوں نے شاہ صاحب کے بازو پکڑ کر انہیں کرسی پر بیٹھا دیا۔ شاہ صاحب کو بہت شدید چکر آرہے تھے۔

اچانک ہونے والی اس کیفیت کی وجہ سے شاہ صاحب سلیم احمد کو دم نہ کر سکے بلکہ اب تو انہیں خود بھی طبی امداد کی ضرورت پیش آگئی تھی۔

کیا شاہ صاحب کی حالت سامری کے جادو کی وجہ سے خراب ہوئی تھی....؟

(جاری ہے)

دلچسپ، عجیب و غریب اور حیرت انگیز واقعات و آثار
سائنس جن کی حقیقت سے آج تک پردہ نہ اُٹھا سکی.....

انسان سائنسی ترقی کی بدولت کہکشانی نظام سے روشناس ہو چکا ہے، سمندر کی تہہ اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر کامیابی کے جھنڈے گاڑ رہا ہے۔ زمین کے بطن میں اور ستاروں سے آگے نئے جہانوں کی تلاش کے منصوبے بنا رہا ہے۔ یوں تو سائنس نے انسان کے سامنے کائنات کے حقائق کھول کر رکھ دیے ہیں لیکن ہمارے ارد گرد اب بھی بہت سے ایسے راز پوشیدہ ہیں جن سے آج تک پردہ نہیں اُٹھایا جاسکا ہے۔

آج بھی اس کرۂ ارض پر بہت سے واقعات رونما ہوتے ہیں اور کئی آثار ایسے موجود ہیں جو صدیوں سے انسانی عقل کے لیے حیرت کا باعث بنے ہوئے ہیں اور جن کے متعلق سائنس سوالیہ نشان بنی ہوئی ہے۔

ذہن کے ذریعہ خیال کی منتقلی کی قوت کو ٹیلی پیتھی Telepathy کہا جاتا ہے، جبکہ ذہن کی قوت کو استعمال کر کے کسی مادی چیز کو حرکت دینا یا اس میں تبدیلی پیدا کرنے کی ذہنی قوت کو سائیکو کائناسس Psychokinesis یعنی P.K کا نام دیا گیا ہے۔

دنیا میں ایسے بہت سے لوگ آج بھی موجود ہیں جو اپنے ذہن کی طاقت استعمال کر کے کسی چیز کو چھوئے بغیر موڑ دیتے ہیں یا پھر ہوا میں معلق کر دیتے ہیں۔

ایک برطانوی نوجوان یوری گیلر (Urigeller) نے ٹیلی ویژن کے پروگرام کے دوران ایک چمچ کو اپنے ذہن کی قوت سے ہاتھ لگائے بغیر موڑ کر دوہرا کر دیا.... حتیٰ کہ [illegible] کیمرے کو گھورا تو گھروں میں ٹی وی کے سامنے [illegible] چمچ اور کانٹے وغیرہ حیرت انگیز طور پر مڑ گئے....

کئی سال قبل ٹیلیویژن پر ایک انگریزی فلم میتھیو اسٹار نشر ہوا کرتی تھی۔ جس میں فلم کا ہیرو میتھیو اسٹار محض اپنی ذہنی قوت کے بل پر آنکھوں کے ذریعے گھورتے ہوئے کوئی بھی چیز ہوا میں معلق کر دیتا تھا۔
مختلف چیزوں کو متحرک کر دیتا تھا یا ان کو توڑ موڑ دیتا تھا۔

حال ہی میں بننے والی ہالی ووڈ کی مشہور فلم سیریز "ایکس مین" کی کہانی بھی کچھ سپر نیچرل صلاحیتیں رکھنے والے کرداروں کے گرد گھومتی ہے۔ اس فلم کے دو کردار.... پروفیسر ایکس چارلس زاویر قدرتی طور پر ایسی صلاحیتوں کے حامل ہیں کہ خیال خوانی کے ذریعے نہ صرف اپنی بات دور دراز کسی شخص کے دماغ تک پہنچا سکتے ہیں بلکہ دماغی طور پر اسے کنٹرول کرتے ہوئے اپنے اشارے پر چلنے پر مجبور بھی کر سکتے ہیں۔ جبکہ ایرک لینشر جو بعد میں میگنیٹو کا منفی کردار ادا کرتا ہے، کسی بھی میٹل کو اپنی مرضی سے استعمال کرنے پر قادر ہے، جس طرح مقناطیس لوہے کو اپنی جانب کھینچتا ہے ایرک بھی لوہے اور اسٹیل کو اپنے اشارے پر حرکت میں لا سکتا ہے۔

یہ تو خیر فلمی دنیا کی بات ہے۔ ناظرین کی توجہ حاصل کرنے کے لیے فلم میں فینٹیسی شامل کرنا کہانی کار کی مجبوری ہوتی ہے لیکن ایک سوال ضرور ذہن میں ابھرتا ہے کہ کیا حقیقی دنیا میں واقعی سپر نیچرل صلاحیتیں رکھنے والے ایسے لوگ موجود ہیں جو مذکورہ قوتوں کے حوالہ سے اپنی مثال آپ ہوں۔

بعض حیوانات اور نباتات قدرتی طور پر اس صلاحیت کے حامل ہوتے ہیں، چونکہ حیوان نطق سے محروم ہوتے ہیں اس لیے قدرت نے انہیں یہ صلاحیت دے دی ہے کہ وہ اپنی بات اپنے ہم جنسوں کو خیال خوانی کے ذریعے پہنچا سکیں۔

انسانوں میں بھی قدرتی طور پر یہ صلاحیت موجود ہے۔ ہر انسان میں یہ خارق العادات مظاہر چھپے ہیں لیکن چونکہ ہم اپنے دماغ کا ایک محدود حصہ استعمال کرتے ہیں اس لیے ان صلاحیتوں کا ادراک ہر کسی کو نہیں ہوتا۔ بعض لوگ مسلسل ریاضت سے اپنی ان صلاحیتوں کو استعمال میں لے آتے ہیں۔ مثال کے طور پر ہپناٹزم کے ماہر اپنے معمول کو ہپناٹائز کر کے جو بھی حکم یا ہدایت دیتے ہیں بیدار ہونے پر معمول مقررہ وقت پر وہی کام کرتا ہے۔

ریسرچرز نے ذہن کے ذریعہ خیال کی منتقلی کی قوت کو ٹیلی پیتھی Telepathy کہا ہے، جبکہ ذہن کی قوت کو استعمال کر کے کسی مادی چیز کو حرکت دینا یا اس میں تبدیلی پیدا کرنے کی ذہنی قوت کو سائیکو کائنسس Psychokinesis یعنی P.K کا نام دیا ہے۔

دنیا میں ایسے بہت سے لوگ آج بھی موجود ہیں جو اپنے ذہن کی طاقت کو استعمال کر کے کسی چیز کو چھوئے بغیر موڑ دیتے ہیں یا پھر ہوا میں معلق کر دیتے ہیں۔ ایسے لوگوں میں برطانوی نوجوان یوری گیلر Urigeller کا نام سر فہرست آتا ہے۔

بی بی سی ٹیلی ویژن کے پروگرام میں وہ پہلی دفعہ منظر عام پر آیا تھا... لوگوں نے دیکھا کہ وہ اسمارٹ سا ایک نوجوان ہے جو کہ گھبرایا گھبرایا سا لگ رہا ہے... ظاہر ہے اسے اس دن لاکھوں ناظرین کے سامنے وہ کچھ پیش کرنا تھا جو کہ اس سے پہلے کبھی پیش نہیں کیا گیا تھا.... نہ لوگوں نے کبھی دیکھا اور نہ سنا تھا.... اس لیے اس کی گھبراہٹ فطری تھی.... اس پروگرام سے

یوری گیلر، عمر کے مختلف ادوار میں....

پہلے صرف دو مضامین میں اس کی خوبیوں کا ذکر کیا گیا تھا جو کہ برطانیہ کے دو رسالوں میں چھپ چکے تھے۔ اب وہ اس پروگرام میں اپنی اسی خوبی کا مظاہرہ کرنے والا تھا... اس نے پروگرام میں ایک چمچ کو اپنے ذہن کی قوت سے صرف اُسے دیکھ کر دوہرا کر دیا... اُسے ایسا کرتے لاکھوں افراد نے دیکھا... اور وہ سب حیران تھے...

لیکن اس پروگرام کا سب سے حیرت انگیز پہلو یہ تھا کہ گیلر نے اپنے ناظرین اور سامعین سے کہا کہ وہ اپنے اپنے گھروں میں اپنے ٹی وی سیٹ کے سامنے کچھ چمچے اور کانٹے وغیرہ رکھ دیں، وہ یہیں اسٹوڈیو میں بیٹھے بیٹھے ان کو بھی موڑ دے گا۔ یہ پروگرام براہ راست نشر کیا جا رہا تھا.... چنانچہ لوگوں نے اپنے گھروں میں چمچے اور کانٹے اپنے اپنے ٹی وی کے سامنے رکھ دیئے.... گیلر نے ٹی وی کیمرے کی طرف گھورنا شروع کر دیا.... اس طرح وہ لوگوں کے ٹی وی اسکرین پر "گھورتا" ہوا نظر آرہا تھا.... اور پھر لوگوں کی حیرت کا کیا پوچھنا کہ جب انہوں نے اپنے گھروں میں چمچوں اور کانٹوں کو دوہرا ہوتے ہوئے دیکھا۔

اس پروگرام کے بعد بی بی سی والوں کو لوگوں کے فون موصول ہونے لگے کہ ان کے گھروں میں ٹی وی کے سامنے موجود چمچ اور کانٹے وغیرہ مڑ گئے ہیں.... تو اخبارات اور رسالوں میں دھڑا دھڑ گیلر کی خبریں شائع ہونے لگیں....

اس تجربہ کے بعد برطانیہ میں یوری گیلر urigeller کی شہرت کو یکایک چار چاند لگ گئے۔ دنیائے سائنس میں بھی تہلکہ برپا ہو گیا اور لاکھوں لوگوں میں تجسس پھیل گیا۔ اس وقت گہرے سیاہ بالوں کے مالک جاذب نظر 26 سالہ نوجوان شعبدہ باز کو خود بھی علم نہیں تھا کہ کیا اور کیوں کر ہوا اور آج بھی اس کا تاثر یہ ہے کہ شاید یہ کوئی ایسی طاقت ہے جسے ہر شخص بروئے کار لا سکتا ہے کیونکہ یہ ہر ایک میں موجود ہوتی ہے۔ لیکن اسے ابتداء میں گاڑی کے اگنیشن کی طرح کچھ قوت کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ یہ چل پڑے یا متحرک ہو جائے۔ اس کا کہنا ہے کہ یہ قوت دراصل توانائی کی ایسی قسم ہے جس کا تعلق عقل سے ہے۔

گیلر کے بقول وہ ان عجیب و غریب توانائیوں کو تین سال کی عمر سے محسوس کرتا رہا ہے۔ اس کے والد کا خاندان کچھ روحانی پس منظر رکھتا ہے۔ اس کے دادا ایک مذہبی پیشوا تھے۔ بچپن میں اسے ایک گھڑی دی گئی جو کبھی صحیح وقت نہیں بتلاتی تھی۔ کیونکہ وہ جب بھی گھڑی دیکھتا تھا تو اس کی سوئی پانچ چھ گھنٹہ آگے بڑھ جاتی تھی۔ اس لئے اس نے گھڑی باندھنی چھوڑ دی۔ اس کی والدہ جب گھڑی دیکھتیں تو وہ ٹھیک وقت بتاتی لیکن گیلر کے دیکھتے ہی سوئی بے قابو ہو کر گھومنے لگتی اور وقت کئی گھنٹے آگے ہو جاتا۔

ایک دن سوپ پیتے ہوئے اس کا چمچ از خود مڑنا

شروع ہوگیا اور سوپ کا پیالہ اُلٹ گیا۔ ایک دن وہ والدین کے ہمراہ ایک ریسٹورنٹ میں تھا کہ ساتھ والی میز کے تمام چمچے اور چھریاں دوہرے ہوگئے۔ جلد ہی وہ جان گیا کہ ان انہونی باتوں کا سبب وہ خود ہے۔

تیرہ سال کی عمر میں اس نے اس صلاحیت پر قابو پالیا یعنی اب یہ سب کچھ آزادانہ نہیں بلکہ اس کی مرضی شامل ہونے پر ہوتا تھا۔ جب اس کے والدین کے مابین طلاق ہوگئی تو وہ کچھ عرصہ پریشان رہا اور اس دوران یہ قوت کمزور رہی اور جب اس نے ایک اسکول میں ملازمت اختیار کرلی تو یہ قوت اس کے اندر پھر ابھر آئی۔ اس نے پرائیوٹ پارٹیوں اور اسکولوں میں شعبدہ دکھانا شروع کیا۔ 1968ء تک وہ کافی مشہور ہوچکا تھا لیکن 1974ء میں بی بی سی ٹیلیوژن کا شو تو اُسے شہرت کی بلندیوں پر لے گیا....

سائنسدان اپنی جگہ حیران تھے کہ یہ کیسے ممکن ہے اور ہمارا تو کوئی نظریہ بھی اس واقعہ پر پورا نہیں اترتا۔ چنانچہ کئی سائنسدانوں نے کہنا شروع کردیا کہ یہ فراڈ ہے اور گیلر میں کوئی پُراسرار خوبی نہیں ہے.... اس پر گیلر نے کہا کہ وہ ہر قسم کے تجربات کے لیے تیار ہے چنانچہ برطانیہ کے بہت سے سائنسدانوں نے تحقیق کے لیے رابطہ کیا.... گیلر نے لیبارٹری میں بھی وہ سب کچھ پیش کیا جو وہ ٹی وی پر پیش کرچکا تھا۔ سائنسدانوں نے ہر طرح چیک کیا کہ فراڈ نہ ہو مگر وہ یہ بات ثابت نہ کرسکے.... ان تجربات کے بعد بہت سے سائنسدانوں نے اپنے اپنے خیالات ظاہر کیے....

میکس پلانک انسٹیٹیوٹ فار پلازما فزکس Max Planck Institute of Plasma Physics کے ڈاکٹر فریڈرک کرگر Dr Friedbert Karger نے کہا "ابتدائی تجربات کے بعد میں نے یہ جانا ہے کہ گیلر فراڈ نہیں ہے.... لیکن جو قوتیں اس میں موجود ہیں انہیں علم طبیعات Physics کی مدد سے نہیں سمجھا جاسکتا"....

امریکی خلائی ادارے ناسا کے سائنسدان ڈاکٹر ورنر فان بران Dr. Wernher von Braun نے تسلیم کیا "گیلر نے میری انگوٹھی میرے ہاتھ کی ہتھیلی میں بغیر چھوئے موڑ دی.... میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس نے یہ کیسے کیا ہے"....

لندن یونیورسٹی کے برک بیک کالج Birkbeck College, University of London کے پروفیسر جان بی ہاسٹڈ Prof. John Hasted نے بتایا "گیلر جس طرح دھات کی چیزوں کو موڑ دیتا ہے وہ ایسا ہی ہے جیسے کسی دھات کو 600 ڈگری سینٹی گریڈ کے درجہ حرارت پر موڑ دیا جائے.... میں نہیں سمجھ سکتا کہ وہ یہ کیسے کرتا ہے"....

فرانس کی ٹیلی مینٹری لیبارٹری Telemetry Laboratory کے ڈاکٹر البرٹ ڈکروک Dr Albert Ducrocq نے کہا "دھات کی چیزوں میں جو خم گیلر نے اپنی پُراسرار طاقت سے ڈالے وہ کوئی ہاتھ سے بھی نہیں ڈال سکتا"....

آسٹریا کی گریز یونیورسٹی University of Graz کے ماہر نفسیات پروفیسر ایرک مٹینکر Prof. Erich Mittennecker نے واضح کیا "گیلر میں ٹیلی پیتھی کی بے پناہ قوت موجود ہے"۔

یوری گیلر کو ٹیلی پیتھی کے لیے بھی ٹیسٹ کیا گیا، حیرت کی بات یہ تھی کہ وہ ہر "خیال" صحیح بتا دیتا تھا.... ایک بار ایک ٹیسٹ میں ایک آدمی ایک تصویر

یوری گیلر، ناسا سائنسٹسٹ ڈاکٹر ورنر فان بران(1)، برک بیک کالج لندن کے پروفیسر جان بی ہاسٹڈ(2)، میکس پلانک انسٹیٹیوٹ فار پلازما فزکس کے فریڈرک کرگر(3) اور ٹیلی مینٹری لیبارٹری فرانس کے ڈاکٹر البرٹ ڈکروک کی ٹیم(4) کے ہمراہ....

لیے ایک کمرے میں بیٹھ گیا.... گیلر کو دوسرے کمرے میں بٹھایا گیا.... اسے ایک کاغذ اور پنسل دے دی گئی.... اور کہا گیا کہ ساتھ والے کمرے میں ایک شخص تصویر لے کر بیٹھا ہے اور تصویر کو دیکھ رہا ہے.... تم نے اس شخص کے ذہن سے معلومات لے کر کاغذ پر تصویر بنانی ہے.... گیلر آنکھیں بند کرکے کچھ دیر بیٹھا رہا پھر اس نے تصویر بنانی شروع کی.... اور کچھ ہی دیر میں تصویر تیار تھی....

تجربہ کرنے والوں نے تصویر کو دیکھا.... وہ ایک انگوروں کے گچھے کی تصویر تھی جو کہ گیلر نے بنائی تھی اور جو تصویر ساتھ والے کمرے میں تھی وہ بھی انگوروں کے گچھے کی ہی تھی.... یعنی کہ گیلر اپنے امتحان میں پورا اترا تھا.... مگر ایک بات اور بہت زیادہ حیرت انگیز یہ تھی کہ جتنے انگور اصل تصویر والے گچھے میں تھے اتنے ہی

ٹیلی پیتھی کے ذریعہ یوری گیلر کی بنائی ہوئی ڈرائنگ جو حیرت انگیز طور پر لیبارٹری میں بیٹھے دوسرے شخص کی ڈرائنگ سے مماثلت رکھتی ہیں۔

انگور گیلر نے اپنی تصویر میں بنائے تھے.... یہ ٹیلی پیتھی کی ایک شاندار اور سب سے عمدہ مثال تھی جو کہ ایک جدید لیبارٹری میں پیش کی گئی....

گیلر سے جب پوچھا جاتا ہے کہ اس کے ذہن میں دوسروں کے خیالات کیسے آجاتے ہیں.... تو وہ کہتا ہے کہ میرے دماغ میں گویا ایک اسکرین موجود ہے.... جب میں آنکھیں بند کرتا ہوں تو اس اسکرین پر خود بخود منظر ابھر آتے ہیں جسے دیکھ کر میں بتا دیتا ہوں....

اور جب اس سے پوچھا جاتا ہے کہ وہ دھات کی چیزوں میں خم کیسے ڈال دیتا ہے؟.... تو وہ کہتا ہے کہ مجھے صرف اتنا معلوم ہے کہ بچپن میں اسکول لائف کے دوران میں اپنی آنکھوں سے گھڑی کی سوئیاں روک دیتا تھا یا سوئیوں کو بغیر ہاتھ لگائے جدھر چاہے گھما لیتا تھا۔ اس وقت میرے کلاس فیلو بہت شوق سے یہ

مظاہرہ دیکھتے تھے لیکن مجھے نہیں معلوم تھا کہ مجھ میں یہ بات بہت انہونی ہے یہ تو مجھے وقت گزرنے کے بعد پتہ چلا....

گیلر میں جو خوبیاں ہیں وہ خداداد ہیں.... عام طور پر یہی سمجھا جاتا ہے کہ ہر شخص میں ایسی خوبیاں نہیں ہوتیں.... مگر کیمبرج یونیورسٹی کے پیراسائیکلوجسٹ ڈاکٹر کارل سارجنٹ کچھ اور کہتے ہیں....

اُن کے مطابق ہم میں سے ہر شخص میں یہ خوبیاں موجود ہیں مگر ہم ان کا استعمال بھول گئے ہیں.... ٹیلی پیتھی کی صلاحیت کا استعمال ہم اس لیے نہیں کرپاتے کہ ہم اپنی آنکھوں اور کانوں کو اس حد تک استعمال کرتے ہیں کہ ہم اپنے دماغ میں آنے والے ٹیلی پیتھک خیالات کو بالکل اہمیت نہیں دیتے ہیں.... یعنی ہم ہر وقت ان چیزوں کا "تجزیہ" کرتے رہتے ہیں جو کہ ہماری آنکھوں کے ذریعے منعکس ہو کر ہمارے دماغ میں پہنچتی ہیں یا وہ آوازیں جو ہم کانوں سے سنتے ہیں.... چنانچہ ان عکسوں اور آوازوں کے ہجوم میں ذہنی اطلاعات کو وصول نہیں کرپاتے....

ماہرین نے اندازہ لگایا ہے کہ ہزارہا اقسام کی لہریں اور توانائیاں ہمارے اردگرد بکھری ہوئی ہیں۔ یہ توانائیاں آزاد الیکٹرون ہیں، ان لیکٹرونز کی قوت کو استعمال کرنے کے لئے انہیں یکساں توانائی کے گچھوں کی صورت میں باندھنا پڑتا ہے، اس توانائی کی مدد سے نظر آنے والی چیزوں کے الیکٹرونز کو بغیر گرم کیے نرم بنایا جا سکتا ہے موڑا، توڑا جاسکتا ہے، حرکت دی جاسکیں ہے۔

یوری گیلر آج بھی مختلف ممالک میں اپنے کمالات کا اظہار کر رہا ہے۔

سائنس نے توانائی کے استعمال کا ایک ہی طریقہ سیکھ رکھا ہے، وہ ہے دھکیلنا، جس طرح ایک بھاری شے کو لیور کے ذریعے طاقت استعمال کرکے اُٹھایا اور کسی دوسری جگہ رکھا جاتا ہے، راکٹ کے ذریعہ ایک سیٹلائٹ کو خلاء میں پہنچا دیا جاتا ہے۔ توانائی کے استعمالات کے لئے قوانین بھی وضع کئے گئے ہیں اور انہیں موٹر گاڑیوں، لفٹ، کرین، ٹرین، ہوائیجہاز، پرنٹنگ پریس غرض کہ ہر جگہ استعمال کیا جاتا ہے۔

لیکن توانائی کو استعمال کرنے کے اور بھی طریقے ہیں۔ ان کی طرف اتنی توجہ نہیں دی گئی۔ اب علم کی ترقی کے بعد ان طریقوں کو استعمال کرنے کا ڈھنگ بھی سیکھا جارہا ہے۔ لہروں کے ذریعے ماحول میں موجود توانائی کو ترتیب دیکر یکجا کرنا اور اپنی مرضی کے مطابق اس توانائی کو استعمال کرنا سائیکو کائنا سس ہے۔ اس تیکنیک کے ذریعہ مضبوط خیالی قوت اردگرد کے ماحول میں موجود بکھری ہوئی توانائی کو یکجا کرکے ایک قوت مدرکہ میں تبدیل کرسکتی ہے، اس توانائی کی مدد سے نظر آنے والی چیزوں کے الیکٹرونز کی گردش میں اضافہ کرکے اس چیز کو بغیر گرم کئے نرم بنایا جاسکتا ہے، موڑا، توڑا، کھینچ کر لمبا یا ٹیڑھا کیا جاسکتا ہے۔

یوری گیلر کی شہرت صرف ستر کی دھائی تک محدود نہیں رہی بلکہ بعد میں کئی اخبارات، میگزین اور ٹیلیویژن کی زینت بنارہا۔ 10 اپریل 2006ء کو ج

بقیہ: صفحہ 197 پر ملاحظہ کیجیے

مردہ غائب، قبر خالی

احسان دانش کی روایت

مشہور شاعر احسان دانش نے اپنی کتاب میں کئی عجیب وغریب واقعات بیان کیے ہیں۔ احسان دانش نہ مبالغہ کرتے تھے نہ انہیں پراسرار باتیں کرنے کا شوق تھا۔ عمومی رائے یہی ہے کہ جو واقعات انہوں نے بیان کیے ہیں وہ اسی طرح ہی رونما ہوئے ہوں گے جس طرح انہوں نے بیان کیے ہیں۔ ایک واقعہ انہوں نے "مردہ غائب" کے عنوان سے لکھا ہے جو کچھ یوں ہے....؟

میرٹھ شہر سے باہر کی طرف ایک محلہ "ابو کا مقبرہ" ہے۔ یہ مقبرہ کبھی تو جنگل کے پہلو میں قبرستان کا جزو ہوگا لیکن اب آبادی نے بڑھ کر اسے ساتھ لگالیا ہے اور وہ میرٹھ کا اچھا گنجان حصہ بن گیا ہے جیسے عموماً آبادیاں قبرستان کی طرف بڑھ جاتی ہیں۔

اسی محلے میں ایک بڑا ہی نیک سیرت درزی رہتا تھا.... بھلا آدمی تھا۔ روزہ، نماز کے علاوہ اس کے دن مزدوری اور راتیں عبادت میں گزرتی تھیں۔ شہر میں جہاں قوالی یا میلاد شریف ہوتا، اس میں یہ ضرور شریک ہوتا اور ساری ساری رات حق ھو کے ہنگامے میں گزار دیتا۔

آخر میں تو وہ باقاعدہ صوفی ہوگیا تھا اور محفل سماع میں اس پر صوفیا جیسی کیفیت بھی طاری ہوجاتی تھی اور وہ گھنٹوں حال کی کیفیت میں رہتا اور اس کے حال کے لیے عام صوفیوں کی طرح ہارمونیم اور ڈھولک ضروری نہیں تھی۔ حیرے کی بات یہ ہے کہ اسے میلاد کی محفل میں نعت خوانی سے بھی یہ کیفیت طاری ہوجاتی تھی۔ وہ پہروں روتا رہتا اور پھر بے ہوش ہوجاتا تھا۔ اسی بات پر اس کے جاننے والے سب لوگ اس کا احترام کرتے تھے۔

ایک مرتبہ رات کے دو بجے محفل میلاد ختم ہوئی اور وہ وہاں سے عجیب وغریب کیفیت میں سرشار گھر کی طرف آرہا تھا۔ جب کمبوہ دروازے پر آیا تو اس نے دیکھا کہ ایک جنازہ آرہا ہے مگر اسے تین آدمی اٹھائے ہوئے ہیں، دو آگے کے پایوں پر اور ایک پیچھے!۔ یہ دیکھ کر اس پر تو ایک دوسرا ہی عالم طاری ہوگیا اور اس نے

ازراہ ہمدردی لپک کر پچھلے ایک پائے کو کندھے پر لے لیا اور چلنے لگا۔ قبرستان وہاں سے زیادہ دور نہیں تھا چنانچہ دس پندرہ منٹ میں قبرستان پہنچ گئے۔ ساری رات کی چاندنی تھی اور اتنی رات کا سناٹا جہاں اتقا کے جذبے کو تسکین دے رہا تھا وہیں جنگل کی سفید خاموشی ایک عجیب و غریب خوف سا بھی پیدا کر رہی تھی۔

انہوں نے جنازہ ایک نئی کھدی ہوئی قبر پر جا کر رکھ دیا اور درزی سے بصد منت کہا کہ براہ کرم اسے قبر میں بھی آپ ہی اتار دیں۔

یہ فرط خلوص میں قبر میں اتر گیا اور ان تینوں نے مردے کو اس کے ہاتھوں قبر کی تہہ تک پہنچا دیا۔ وہ مردے کو قبر کے سپرد کر کے باہر آنے لگا تو انہوں نے کہا کہ بھائی میت کے بند بھی تو کھول دو۔ وہ بند کھولنے کے لیے جھکا تو اس نے دیکھا کہ مردہ غائب اور قبر خالی۔ یہ گھبرا کے باہر آیا تو وہ تینوں بھی غائب تھے۔ اس نے چاندنی میں بڑی دور تک نظر دوڑائی، کہیں کسی کا دور دور تک پتہ نہ لگا۔ اس نے ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہو گیا اور پھر صبح تک وہیں سر راہ پڑا رہا۔

جب دن چڑھا اور راستے چلنے لگے تو لوگوں نے اسے بے ہوش دیکھ کر ہسپتال پہنچا دیا۔ وہ ایک ماہ اسی طرح بے ہوش رہا۔ ایک ماہ کے بعد اسے ہوش آ[یا] اس نے واقعہ بیان کیا! سننے والے حیران رہ گئے۔

فیض الحسن اسی طرح کام پر جانے لگا اور اس[کا] قوالی و میلاد کا شوق پھر ہرا ہو گیا۔ لیکن اب یہ عشاء [کی] نماز کے بعد فوراً گھر آ جایا کرتا تھا۔ دن گزرتے گئے۔

تین چار ماہ بعد محلے میں ایک میت ہو گئی ا[ور] ہمسائیگی کے خیال سے اسے بھی ہمراہ قبرستان جانا پڑ[ا] لوگوں نے میت کھدی ہوئی قبر کی مٹی پر رکھ دی اور [یہ] وہیں قبر کے پاس کچھ پڑھنے کے لیے بیٹھ گیا۔ اس[ے] پڑھتے ہوئے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ ہوا کا ایک تی[ز] جھونکا آیا اور میت کی چادر اڑ کر دور جا گری۔ اس کے م[نہ] سے ایک چیخ نکلی اور پھر وہ بے ہوش ہو گیا.... سب نے مل جل کر اسے ہسپتال میں داخل کرایا۔ پندرہ دن بع[د] اسے ہوش آیا اور آنکھ کھولتے ہی اس نے پانی مانگا۔ پانی حلق میں اترنا تھا کہ اس نے آنکھیں بند کر لیں اور [دم] دے دیا۔

میری آج تک سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ کوئی مرغ[...] تھا یا انہی تینوں کا کام جو میت اٹھائے لا رہے تھے یا خوف جو برداشت نہ ہو سکا۔

چین کا تھیم پارک: ایک ہی دن میں آپ پوری دنیا گھوم سکتے ہیں

اگر آپ ایک ہی دن میں پوری دنیا کی اہم عمارتوں اور مقامات کی سیر کرنا چاہتے ہیں تو دیر کیسی چین کا یہ دلچسپ [اور] وسیع و عریض تھیم پا تک آپ ہی کے لیے تعمیر کیا گیا ہے۔ یہ انوکھا تھیم پارک جسے گلوبل ولیج بھی کہا جاتا ہے چار لا[کھ] 80 ہزار اسکوئر میٹر کے وسیع و عریض رقبے پر پھیلا ہوا ہے۔ اس پارک میں سیاحوں، مقامی اور ملکی افراد کی دلچسپی کو نظر رکھتے ہوئے دنیا بھر کی اہم عمارتوں، مجسموں اور مقامات کی ہو بہو نقل کر کے اسی ڈیزائن اور انداز لیکن سائز [میں] چھوٹا بنا کر مکمل کیا گیا ہے۔ یہ پارک اپنے اندر لندن، پیرس، برازیل، نیویارک، بھارت، مصر امریکہ اور دنیا [کے] سموئے ہوئے ہے جس کے گیٹ سے اندر آتے ہی ایک دن میں پوری دنیا گھومی جا سکتی ہے۔

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ

اسلام کی ترویج و اشاعت میں اولیاء اللہ اور صوفیائے کرام نے کارہائے نمایاں سرانجام دیے۔ چٹائی نشین اور گلیم پوش یہ صوفیائے کرام جہاں بھی گئے وہاں انہوں نے اپنے اعمال و کردار سے کفر کی ظلمتوں میں بھٹکتے انسانوں کے دلوں میں توحید کی شمع کو روشن کیا۔

ایسی ہی ایک بزرگ ہستی حضرت لعل شہباز قلندرؒ ہیں جنھوں نے سندھ دھرتی کو اسلام کی روشنی سے منور کیا۔

ساتواں حصہ

محمد اقبال جیلانی

راجہ جیر جی بظاہر تو غضبناک ہو رہا تھا لیکن اس کے دل میں ایک انجانا خوف بھی سمایا ہوا تھا۔ مادی لحاظ سے ایک طاقت ور حکمران ایک درویش سے سہما ہوا تھا۔ اس خوف کا اظہار اس بات سے ہو رہا تھا کہ ایک نہتے درویش کو گرفتار کرنے کے لیے راجہ نے سو سے زائد سپاہیوں پر مشتمل دستہ روانہ کیا تھا۔

راجہ کے حکم پر اس کے سپاہی گھوڑے دوڑاتے ہوئے اس مقام کی طرف جا رہے تھے جہاں خیموں میں شہباز قلندرؒ اور ان کے ساتھیوں کا قیام تھا۔

درویشوں سے یہ علاقہ خالی کروانے کے لیے راجہ جیر جی کے حکم پر علاقے کا وڈیرا درپن کمار اپنی سی کوشش کر کے دیکھ چکا تھا۔ ہبت اور چند دیگر مزارعوں کے اندھے ہو جانے پر درپن کمار کے دل میں درویش کی عظمت کا احساس جاگا تھا۔ اس نے سوچا کہ یہ درویش یقیناً خدا کا کوئی پیارا ہے۔ اس درویش کے ساتھ ادب سے پیش نہ آئیں تو اس کے ساتھ لڑائی جھگڑا بھی نہیں کرنا چاہیے۔ درپن کمار چاہتا تھا کہ راجہ جیر جی بھی اس بات کو سمجھ لے مگر حکمراں جب طاقت کے نشے میں بدمست ہو جائیں تو انہیں ہر اچھی بات بری لگتی ہے۔ ایسے میں وہ کوئی نصیحت سننا نہیں چاہتے۔

راجہ جیر جی کے سپاہی پہلے درپن کمار کی حویلی پر پہنچے۔ ان سپاہیوں کے کمان دار نے درپن کمار کو درویشوں کے لیے راجہ کے حکم کے بارے میں بتایا۔

سائیں، مملکت کے معاملات تو راجہ صاحب ہی بہتر جانتے ہیں ہم تو ان کے نوکر ہیں مگر.....

اتنا کہہ کر درپن کمار خاموش ہو گیا۔

ہاں ہاں بتاؤ..... مگر کیا.....؟

سائیں، میں سوچتا ہوں کہ یہ چند درویش جو یہاں آئے ہوئے ہیں ان کے مقابلے کے لیے ہمارے راجہ کو اتنی بڑی فوج بھیجنے کی کیا ضرورت ہے۔ جو کام تدبیروں سے ہو جائے اس کے لیے طاقت استعمال کیوں کی جائے۔

ہم سپاہی ہیں، ہمارا کام حکم کی تعمیل ہے۔ راجہ نے ہم سے کوئی مشورہ نہیں مانگا۔ راجہ نے ہم سے زنجیروں میں جکڑا درویش مانگا ہے۔ بس اب یہ کام کرنا ہمارے لیے لازم ہے۔ اس کام کے لیے کسی تدبیر کی ضرورت نہیں اور ویسے بھی طاقت تدبیر کی محتاج نہیں ہوتی طاقت خود ایک تدبیر ہوتی ہے۔

راجہ کے افسر کی بدن بولی اور لہجے میں بھی متکبر راجاؤں جیسا غرور سمایا ہوا تھا۔ فرعون سمندر میں غرق ہو گیا اس کی بادشاہت ختم ہو گئی مگر فرعون کے کبر کو کئی نادان انسانوں نے اپنالیا۔ فرعونیت کے پروردہ ایسے لوگ چاہتے ہیں کہ عام انسان ان کے غلام بن کر رہیں۔ عام انسانوں کو غلام بنائے رکھنے کے لیے انہیں ایسے لوگوں کی ضرورت ہوتی ہے جو خود بھی لوگوں پر ظلم کر کے خوشی محسوس کریں۔ حکمرانوں کو، وڈیروں کو، اپنے افسروں اور مزارعوں میں سے ایسے لوگ مل ہی جاتے ہیں جو دولت اور معمولی سا اختیار حاصل کر کے اپنے حکمران یا وڈیرے کے لیے لوگوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑتے ہیں۔ کوئی شخص ظلم اور برائیوں کے اس چکر سے نکلنا چاہے تو فرعونیت کے پروردہ اس بُرے چکر سے باہر نکلنے سے روکتے ہیں۔

ایسا ہی اس وقت درپن کمار کے ساتھ بھی ہو رہا تھا۔ راجہ کے سپاہیوں کا کمان دار فرعونیت کا پرچار کر رہا تھا لیکن درپن کمار کے رویے سے لگ رہا تھا کہ وہ کمان دار کی بات بے دلی سے سن رہا ہے۔

ہبت کو پیش آنے والا واقعہ درپن کمار کی زندگی کا اہم موڑ بن گیا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ دنیا دار بادشاہوں کی خاطر اپنی زندگی برباد کر دی جائے یا حق کے پیروکار درویش کی قدم بوسی کی جائے۔

بادشاہ کی خوشنودی پانے سے مال و دولت اور آسائشیں ہیں تو درویشوں کی صحبت میں دل کا سکون اور نجات کا سامان ہے۔

بادشاہوں کے قرب میں دنیاوی فائدے تو بہت ہے لیکن ان کا قرب خطروں سے خالی نہیں ہے۔ درباروں میں قدم قدم پر سازشوں کے جال بچھے ہوئے ہوتے ہیں۔ شاہوں کا ہر مصاحب دوسرے کو شک کی نظر سے دیکھتا ہے۔ بادشاہ کو بھی یہ باور کروایا جاتا ہے کہ وہ دوسروں پر بھروسہ نہ کرے۔ فکر اور خوف سے گھرے بادشاہوں کا مزاج پل میں تولہ، پل میں ماشہ ہوا کرتا ہے۔ ابھی کسی سے خوش ہیں تو اسے گاؤں کے گاؤں بخش رہے ہیں۔ کسی معمولی سی بات پر ناراض ہو گئے تو اس کے قتل کا حکم جاری کر رہے ہیں۔ دوسری طرف درویش ہیں کہ جو ان کے در سے وابستہ ہو گیا وہ ہمیشہ کے لیے محفوظ اور مامون ہو گیا۔

دیکھو کمان دار..... تم راجہ کے حکم کے پابند ہو لیکن اس کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے درویشوں پر شاہی قہر بن کر نازل نہیں ہونا بلکہ ان کے ساتھ نرمی سے پیش آنا۔ انہیں بتا دینا کہ تمہارے پاس ان درویشوں کی گرفتاری کے احکامات ہیں۔

تمہارا کیا مطلب ہے.....! راجہ جیر جی کی فوج اتنی کمزور ہو گئی ہے کہ وہ چند پر درویشوں کی گرفتاری میں بھی مصلحتوں سے کام لے گی..... نہیں، ایسا ہر گز نہیں ہو گا۔ راجہ کی ریاست اور اس کی فوج بہت طاقتور ہے۔ ہم ایسے معمولی درویشوں سے ڈر جائیں۔ ہونہہ.....

بات ڈر کی نہیں ہے..... کمان دار..... تم میری بات سمجھنے کی کوشش کرو۔ جن لوگوں کو تم معمولی درویش کہہ رہے ہو وہ مجھے باطنی طاقتوں کے مالک معلوم ہوتے ہیں۔ ان درویشوں کے خلاف اپنی سپاہ بھیجنے سے پہلے راجہ مجھ سے مشورہ چاہتا تو میں یہ کہتا کہ ان درویشوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔

درپن کمار سنو..... راجہ کے پاس مشیروں کی کمی نہیں ہے اور راجہ کے کئی مشیروں سے اسے یہ مشورہ بھی دیا ہے جو تمہارے من میں ہے مگر راجہ نے ان کی بات قبول نہیں کی۔ مملکت کے رموز سمجھنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں ان معاملات کو راجے مہاراجے ہی بہتر سمجھ سکتے ہیں۔

تمہاری بات ٹھیک ہے کمان دار کہ مملکت کے رموز کو سمجھنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں ہے مگر یہ بھی تو دیکھو کہ درویشوں اور ولیوں کے معاملات کو، ان کی باطنی طاقتوں کو دیکھنے والی نظریں بھی ہر کسی کے پاس نہیں ہوتی۔ اگر قدرت ہمیں موقع دے رہی ہے کہ ہم ان کی دعائیں لے سکیں تو پھر ہمیں ان سے جھگڑنے کی کیا ضرورت ہے۔

درپن کمار لگتا ہے کہ ہبت کے اندھا ہو جانے سے تم سہم گئے ہو۔ میری نظر میں ہبت کا محض اک اتفاق تھا۔

تم اسے اتفاق کہو یا درویش کی کرامت۔ بہر حال ہبت کے اندھا ہونے سے مجھے تو بینائی مل گئی ہے۔ میری آنکھیں کھل گئی ہیں۔ تم راجہ کی فوج کے افسر ہو، ساتھ میں میرے پرانے دوست بھی ہو۔ اسی لیے میں تمہیں کہتا ہوں کہ تم حکم کی تعمیل ضرور کرو لیکن درویش کے ساتھ بد سلوکی نہ کرنا.....

درویش اگر آسانی سے گرفتاری دے دیں تو میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ ان کے ساتھ کوئی بد سلوکی نہیں ہو گی، دوسری صورت میں میرے سپاہی انہیں وہ مزہ چکائیں گے کہ ان کی نسلیں بھی یاد رکھیں گی۔

کیا تم ان درویشوں کو اتنی آسانی سے گرفتاری پر آمادہ کرسکتے ہو۔ کمان دار نے اچانک ہی درپن کمار سے سوال کردیا۔

میرے ان درویشوں سے تعلقات یا رابطے نہیں ہیں لیکن اگر تم کہو تو میں ان درویشون کو کوئی پیغام بھجوا سکتا ہوں....

✦✦✦

راجہ کے جاسوں نے اسے اطلاع دی کہ کمان دار نے درویشوں پر اچانک یلغار کرنے کے بجائے علاقے کے بارسوخ وڈیرے پر درپن کمار کی حویلی میں قیام کیا ہے۔

سرکار.... علاقے کا وڈیرا درپن کمار تو اس درویش سے پہلے ہی خائف ہے۔ کہیں وہ راجہ کے سپاہیوں کو بھی درویش کی کرامتیں سنانے نہ بیٹھ جائے۔

سرکار.... کمان دار آپ کا وفادار اور جانثار افسر ہے لیکن درویشوں کی گرفتاری سے پہلے درپن کمار کی حویلی میں اس کا رکنا مناسب معلوم نہیں پڑتا۔

راجہ صاحب.... ہوسکتا ہے کہ درویش نے درپن کمار کو ساتھ ملا لیا ہو۔ ہوسکتا ہے کہ درپن کمار اس علاقے کا راجہ بننے کے خواب دیکھ رہا ہو اور درویش کی یہاں موجودگی کی صورت میں اسے اپنے خوابوں کی تعبیر نظر آرہی ہو۔

ہمارے پرکھوں نے درپن کمار کے باپ دادا پر احسانات کئے ہیں۔ درپن کمار آج جو کچھ بھی ہے وہ ہماری وجہ سے ہی ہے۔ کیا وہ ہماری نمک حرامی کرے گا....؟

سائیں سلطنت میں باغی بھی تو پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ زیادہ تر باغی کہیں باہر سے نہیں دربار کے قریبی لوگوں میں سے ہی ابھرتے ہیں۔

قید خانے سے بودلہ کے پراسرار انداز میں فرار سے راجہ جیرجی پہلے ہی غضب ناک ہوا تھا۔ مطلب پرست خوشامدی مصاحبوں کی ان باتوں نے اس کے حواس کو مزید شکستہ کردیا۔ اسے اپنے چاروں طرف سازشوں کی بدبو محسوس ہونے لگی۔ اپنے ساتھیوں سے اس کا اعتماد اٹھنے لگا۔

✦✦✦

راجہ کے دربار میں اور درپن کمار کی حوالی میں یہ معاملات اور یہ باتیں چل رہی تھیں۔ دوسری طرف درویش کی خیمہ بستی میں ہر طرف سکون تھا۔ ذکر اور تعلیم کے حلقے معمول کے مطابق قائم تھے۔ درویشوں کی تربیت اور تذکیہ کے اہتمام ہورہے تھے اور اس علاقے میں تبلیغ دین کے بارے میں بھی سوچا جارہا تھا۔

حضرت گو دریا یہاں سے زیادہ دور نہیں مگر جہاں آپ کا قیام ہے وہاں پانی کی کمی ہے۔ پانی کی کمی کی وجہ پھل دار درخت بھی نہیں ہیں۔

اللہ بہت مہربان ہے۔ پانی اور سبزے کا انتظام بھی ہو ہی جائے گا....

لعل شہباز قلندر کے یہاں قیام کے دوران قریب میں واقع ایک پہاڑ چشمہ پھوٹنے پڑنے کی اطلاع ملی۔ اس مقام کو اب لعل باغ یا لال باغ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ پہاڑی چشمے سے آنے والا پانی یہاں شجر کاری میں استعمال ہوا اور چند سال بعد ہی یہاں ایک بہت اچھا باغ وجود میں آگیا۔ سنگلاخ پہاڑوں سے چشمے کا پھوٹ پڑنا حضرت لعل شہبار قلندر کی کرامت بیان کی جاتی ہے۔

✦✦✦

بس بہت ہوگیا.... ایک معمولی درویش نے لوگوں کو پاگل بنانا شروع کردیا ہے۔ میرے بھروسے والا کمان دار بھی درویش پر ٹوٹ پڑنے کے بجائے درپن کمار کے پاس بیٹھ کر نجانے کیا سوچ رہا ہے۔ مجھے کسی پر بھروسہ نہیں رہا۔ اب میں خود فوج لے کر جاؤں گا اور اس درویش کو مزہ چکھاؤں گا۔

سرکار.... یہ بہت بڑا فیصلہ ہے، ہم آپ کے وفادار ہیں۔ ہم پر بھروسہ کیجئے۔

درویشوں کے خلاف کاروائی میں تاخیر پر ہم آپ سے معافی مانگتے ہیں۔ آپ اس کمان دار کی بجائے کسی اور افسر کو موقع دیجئے لیکن اس معمولی کام کے لیے خود آپ کا نکلنا تو ہم سب کے لیے ڈوب مرنے کا مقام ہو گا۔

تو ڈوب مرو....

میرے شاہی دستے کو کوچ کے لیے تیار کیا جائے۔

راجہ کے اس حکم کے ساتھ محل میں وہ خاص نقارہ بجایا گیا جو راجہ کی کسی مہم پر راونگی کے وقت بجایا جاتا تھا۔

درویش لعل شہبار قلندر کے گرد حلقہ بنائے بیٹھے تھے۔ لعل شہباز قلندر نے اپنے مرید کو آواز دی

بودلہ....

حاضر سائیں....

بودلہ اب تمہارے زخم کیسے ہیں....؟

مرشد کی نظر میرے لیے شفاء بن گئی ہے، میرے سائیں، راجہ کے لگائے ہوے سارے زخم آپ کے پاس آتے ہی بھر گئے تھے۔ بس ان کے نشان باقی رہ گئے ہیں۔

ان نشانوں کا کرنا ہے....؟

لعل شہباز قلندر کا لہجہ کچھ عجب سا تھا۔

اسی اثناء میں ایک درویش نے آکر اطلاع دی کہ راجہ جیرجی کے محل میں تیاریاں ہورہی ہیں۔ درویشوں پر حملہ کرنے کے لیے راجہ خود فوج لے کر آرہا ہے۔

ہم تو نہتے لوگ ہیں۔ ہمارا کسی سے کیا لڑائی جھگڑا....؟ مگر بودلہ تمہارے اوپر جو ظلم ہوا اس کا حساب تو راجہ سے ضرور لیا جائے گا۔

لعل شہباز قلندر کے ہاتھ میں اس وقت ایک پیالہ تھا۔ آپ نے دونوں ہاتھوں سے یہ پیالہ اٹھایا ہوا تھا۔ آپ یہ پیالہ پکڑے ہوئے اپنی جگہ سے اٹھے اور زمین سے کچھ بلند ایک چبوترے پر جاکر بیٹھ گئے۔ اس وقت قلندر کے چلنے کا انداز بہت عجیب تھا۔ ان کی آنکھوں سے چھلکنے والے جلال کو مجلس میں موجود ہر درویش محسوس کررہا تھا۔

راجہ اپنی فوج کے ساتھ محل سے روانگی کے لیے تیار تھا۔

چبوترے پر بیٹھے ہوئے لعل شہباز قلندر نے اپنے ہاتھوں میں پکڑے ہوئے پیالے کو پلٹ دیا۔ اسی وقت راجہ جیرجی کے محل کے درودیوار لرزنے لگے اور محل کی چھت ایک خوفناک دھماکے کے ساتھ زمین پر آگری۔

راجہ جیرجی اور محل میں موجود اس کے سپاہی، ہاتھی، گھوڑے اور سب اسباب ملبے تلے دب کر پیوند خاک ہوا۔

(جاری ہے)

توحید و رسالت

پوری نوعِ انسانی میں ایک باہمی ربط اور تعلق ہے اور یہ ربط اور تعلق انسان کو یقین فراہم کرتا ہے کہ انسان مخلوق ہے، مخلوق سے مراد یہ ہے کہ اس کا کوئی سرپرست ہے جس نے اسے پیدا کیا اور زندگی گزارنے کے لئے وسائل مہیا کئے۔

علمائے دین اور دنیا کے مفکرین کو چاہیے کہ وہ مل کر خالق اور مخلوق کے تعلق کو صحیح طرزوں میں سمجھنے کی کوشش کریں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ قلبی تعلق استوار کرنے کے لئے جدوجہد کریں، یہی وہ یقینی عمل ہے جس سے نوعِ انسانی کو ایک مرکز پر جمع کیا جاسکتا ہے۔

اس وقت نوعِ انسانی مستقبل کے خوفناک تصادم کی زد میں ہے۔ دنیا اپنی بقا کی تلاش میں لرز رہی ہے۔ آندھیاں چل رہی ہیں، سمندری طوفان آرہے ہیں، زمین پر موت رقص کررہی ہے۔

انسانیت کی بقا کے ذرائع توحید باری تعالیٰ کے سوا کسی اور نظام میں نہیں مل سکتے۔

ترجمہ: اے لوگو! اپنے پروردگار کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔ جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا اور آسمان کو چھت بنایا اور آسمان سے پانی برسا کر تمہارے کھانے کے لئے پھلوں کو نکالا، پس تم اللہ کے ساتھ شریک نہ بناؤ اور تم جانتے تو ہو۔ (سورۃ البقرہ۔21-22)

خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا "یارسول اللہ ﷺ! کونسا گناہ اللہ کے نزدیک سب سے بڑا ہے؟"......

آپ ﷺ نے فرمایا "یہ کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرو حالانکہ تمہیں پیدا کرنے والا اللہ ہے"۔ (صحیح بخاری، کتاب الایمان، جلد اوّل صفحہ نمبر 180)

اللہ تعالیٰ کو یکتا اور وحدہٗ لاشریک ماننا، اللہ کے آخری پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی رسالت اور ختمِ نبوت کو زبان اور دل سے قبول کرنا ایک مسلمان کے لئے لازم ہے۔ عقیدۂ توحید و رسالت اور ختمِ نبوت میں گہرا تعلق ہے اور ان عقائد میں سے کسی ایک کو دوسرے سے جدا نہیں کیا جاسکتا۔

ازطرف: ایک بندۂ خدا

فکرِ حسینی

عارف صدیقی

زندہ قومیں اپنے بزرگوں کی قربانیوں کی قدر کرتی ہیں، ان قربانیوں کا تذکرہ کرتی ہیں اور ان کے کردار اور طرزِ فکر سے سبق حاصل کرتی ہیں۔ حضرت امام حسینؓ کی شہادت نہ صرف امتِ مسلمہ کے لیے سب سے بڑا سانحہ ہے بلکہ پوری نوعِ انسانی کے لیے حق کی خاطر ڈٹ جانے اور اپنی جان کی پرواہ تک نہ کرنے کا ایک بے مثال سبق ہے۔

صدق خلیل بھی ہے عشق
صبرِ حسین بھی ہے عشق
معرکہ وجود میں
بدر و حنین بھی ہے عشق

ہر سال محرم کی آمد کے ساتھ ہی مسلمانوں کی بڑی تعداد اس المناک واقعے کی یاد میں غم کی تصویر بن جاتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ حضرت امام حسینؓ کی شہادت کو تیرہ سو سال گزر جانے کے باوجود یہ واقعہ کیوں فراموش نہیں کیا جاسکا؟.....

اس کی کئی وجوہات ہیں۔ حضرت امام حسینؓ امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے چہیتے نواسے، خاتونِ جنت حضرت فاطمہ زہراؓ اور حیدرِ کرار حضرت علیؓ کے صاحبزادے تھے۔ حضرت امام حسینؓ خانوادۂ رسول ﷺ تھے۔ چنانچہ امتِ مسلمہ کی اصلاح و ہدایت کی ذمہ داری بھی آپؓ کے کاندھوں پر تھی۔ امتِ مسلمہ کو حق گوئی اور بے باکی کا سبق دینے کے لئے آپؓ نے اپنی اور اپنی اولاد کی قربانی پیش کردی۔

عقیدت و محبت کے علاوہ ہمیں امام حسینؓ کی اس طرزِ فکر کو سمجھنا بھی ضروری ہے جس کے تحت امام حسینؓ کی شہادت رہتی دنیا تک کے لئے امر ہوگئی۔

قافلہ حجاز میں ایک حسین بھی نہیں
گرچہ ہے دابدار، ابھی گیسوئے دجلہ و فرات

امام حسینؓ کی شہادت سے یہ سبق ملتا ہے کہ پیغمبرانہ طرزِ فکر کا وصف یہ ہے کہ ایسے بندہ کے ہاتھ

سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا

☆.... دنیا اپنے بسنے والوں کو ایک حال سے دوسرے حال میں متغیر کرنے والی ہے۔

☆.... ایسے شخص پر کبھی ظلم مت کرنا جس کا اللہ کے سوا کوئی مددگار نہ ہو۔

☆.... علم سیکھنا حصولِ معرفت کا ذریعہ ہے۔

☆.... تم دنوں کا مجموعہ ہو۔ جو دن گزر گیا تمہارا ایک جزو کم ہو گیا۔

☆.... قرآن کا ظاہر خوشنما اور باطن بہت گہرا ہے۔

میں دنیا بھر کے وسائل آجائیں یا کوئی ایسا مرحلہ آجائے کہ اس کی اور قریبی رشتہ داروں کی جان بھی خطرے میں پڑ جائے لیکن وہ ہمیشہ اللہ کی پسندیدہ راہ کا انتخاب کرتا ہے اور اپنی مرضی پر اللہ کی مرضی ومنشاء کو فوقیت دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے کوئی اختیار یا ذمہ داری عطا فرما دیں تو وہ ظلم کی راہ کبھی اختیار نہیں کرتا۔ یعنی وہ حالتِ خوشی میں ہو یا حالتِ غم میں بہر صورت حق اور درست بات پر قائم رہتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ آپ نے دوسری طرزِ فکر کا بھی مطالعہ کیا جس پر عمل پیرا شخص جب بے اختیار ہوتا ہے تو چاپلوسی اور سازش کے تحت ایسا ماحول بناتا ہے کہ وہ اقتدار پر قابض ہو جائے اور جب اقتدار ہاتھ میں آجائے تو اپنی کرسی کو مضبوط کرنے کے لئے ہر طرح کے ظلم و ستم کو روا رکھتا ہے۔

امام عالی مقامؓ کی شہادت کے واقعہ میں ہمارے لیے بہت سے سبق پوشیدہ ہیں جس میں پہلا تو یہ ہے کہ حق بات کے لیے طاغور کا دباؤ ہرگز قبول نہ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کے مشن کو پھیلانے اور اس کی راہ میں حائل رکاوٹیں دور کرنے میں اپنی اولاد یا اپنی جان بھی قربان کرنا پڑے تو بسر و چشم جھکا دیا جائے۔

غریب و سادہ و رنگین ہے داستان حرم
نہایت اس کی ہے حسین اور ابتدا اسماعیل

امام حسینؓ کے واقعہ شہادت میں حسینیؓ طرزِ فکر اور یزیدی طرزِ فکر ہمارے سامنے ہے۔ طرزِ فکر کے یہ دونوں رخ قالب بدل کر ہر دور میں سامنے آسکتے ہیں۔ ظلم کا ہر نظام اور ظلم کا ہر فعل یزیدیت ہے جبکہ علم و معرفت خدا ترسی انصاف اور انسان دوستی حسینیؓ طرزِ فکر ہے۔ آج بھی اگر ہم اس حسینیؓ طرزِ فکر کو اپنا لیں تو ہم اپنے آپ کو اور اپنے معاشرے کو بے شمار خرابیوں سے نجات دلا سکتے ہیں

قتلِ حسینؓ اصل میں مرگِ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

شاہ است حسینؓ بادشاہ است حسینؓ
دین است حسینؓ دیں پناہ است حسینؓ
سر داد نداد دست در دستِ یزید
حقا کہ بنائے لا الٰہ است حسینؓ
(خواجہ معین الدین چشتیؒ)

کیفیاتِ مراقبہ

ترقی یافتہ ممالک میں مراقبے کے موضوع پر سائنسی بنیادوں پر تحقیقی کام شب و روز جاری ہے۔ جدید سائنسی آلات سے اخذ کیے جانے والے نتائج سے یہ ثابت ہوا ہے کہ مراقبے سے انسان کو ہمہ جہت فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔ ان تحقیقی نتائج کے پیشِ نظر مغرب میں تو مراقبہ کو ایک ٹیکنالوجی کی حیثیت دے دی گئی ہے۔ ان تحقیقات سے یہ بات بھی سامنے آئی ہے کہ مراقبے سے ہماری عام زندگی پر بھی کئی طرح کے خوشگوار اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ مراقبے کے ذریعے کئی جسمانی اور نفسیاتی بیماریوں سے نجات مل سکتی ہے، کارکردگی اور یادداشت میں اضافہ ہوتا ہے اور ذہنی صلاحیتوں کو جلا ملتی ہے۔

ماضی میں مشرق کے اہلِ روحانیت نے ماورائی علوم کے حصول میں مراقبے کے ذریعے کامیابیاں حاصل کیں۔

ان صفحات پر ہم مراقبے کے ذریعہ حاصل ہونے والے مفید اثرات مثلاً ذہنی سکون، پرسکون نیند، بیماریوں کے خلاف قوتِ مدافعت میں اضافہ وغیرہ کے ساتھ روحانی تربیت کے حوالے سے مراقبے کے فوائد بھی قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ اگر آپ نے مراقبے کے ذریعے اپنی شخصیت اور ذہنی کیفیت میں مثبت تبدیلی محسوس کی ہے تو صفحات کے ایک طرف تحریر کر کے روحانی ڈائجسٹ کے ایڈریس پر اپنے نام اور مکمل پتے کے ساتھ ارسال کر دیجیے۔ آپ کی ارسال کردہ کیفیات اس کالم میں شائع ہو سکتی ہیں۔

کیفیاتِ مراقبہ۔
روحانی ڈائجسٹ 1/7, D-1 ناظم آباد۔ کراچی 74600

خواہشات اور امنگوں کی کثرت بھی بعض اوقات انسان کو مایوسی میں مبتلا کر دیتی ہے۔ میری طرح کچھ لوگ ذہن میں اپنے مستقبل کے بارے میں بہت اچھے اچھے پروگرام بناتے رہتے ہیں مگر جب یہ سپنے پورے نہیں ہوتے پھر انسان کبھی مقدر سے شکوہ کرتا ہے اور کبھی حالات کی آندھی کو ناکامی کا باعث سمجھتا ہے۔ میری زندگی بھی کچھ ایسی انداز سے گزر رہی تھی۔

لوگ میری خواہشات کا مذاق اڑاتے، گھر والے بھی میری وجہ سے سخت پریشان تھے۔ میں باتیں تو بڑی بڑی کرتا مگر عملی طور پر صفر تھا۔ اپنی ناکامیوں کا ذمہ دار تقدیر کو سمجھتا تھا۔ جب کوئی خواہش پوری نہیں ہوتی تو کہتا کہ قسمت میں یہ ہی لکھا تھا۔ امی بہت سمجھاتیں۔ بیٹا اپنی قسمت ہر انسان خود بناتا ہے۔ اللہ کسی کی محنت ضائع نہیں کرتا لیکن مجھے ان کی نصیحت بری لگتی۔ لوگ میرا مذاق اڑانے لگے اور کہتے کہ یہ زندگی میں صرف خیالی پلاؤ بنا سکتا ہے۔

لوگوں کے طعنوں اور طنز نے مجھے تنہائی پسند، چڑ چڑا بنا دیا تھا۔ میرا اعتماد ختم ہو گیا تھا، گفتگو کے دوران ہکلانے لگتا۔ چند آدمیوں کو دیکھ کر پسینہ آنے لگتا۔ پڑھنے کی کوشش کرتا مگر یکسوئی نہ ہونے کی وجہ سے پڑھ نہ پاتا۔ مستقبل کی طرف سے فکر مند رہنے لگا۔ مگر ان مشکل سے نکلنے کی کوئی صورت دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ میں نے اپنے والدین کے کہنے پر کئی ڈاکٹرز اور ماہرین نفسیات سے مشورے کیے مگر میری مایوسی برقرار رہی۔ کچھ دوستوں نے یوگا کی مشقوں سے ذہنی اور جسمانی بہتری کے حصول کا مشورہ دیا۔ کتابوں کی مدد سے یوگا کی کئی مشقیں بھی کیں لیکن یکسوئی اور غیر یقینی کیفیت کی وجہ سے فائدہ نہ ہوا۔ پھر ایک دوست نے مشورہ دیا کہ ہر کام کے لیے اس کے ماہر سے مشورہ لینا ضروری ہوتا ہے۔

میرے دوست نے کہا کہ میرے ایک جاننے والے ہیں وہ یوگا سمیت کئی تھراپیوں کے ماہر ہیں۔ تم میرے ساتھ ان کے پاس چلو اللہ نے چاہا تو بہتر صورت سامنے آئے گی۔

میں دوست کے ساتھ ان صاحب سے ملا اپنی کیفیات ان کے گوش گزار کی۔ انہوں نے میری گفتگو کے دوران میرے چہرے اور جسم کی ہر حرکت پر نظر رکھی۔ میرے حالات جاننے کے بعد بولے۔

دیکھو! بیٹا آپ کی گفتگو سے میں نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ آپ بڑے آدمی بننا چاہتے ہیں مگر یکسوئی، اعتماد کی کمی، منتشر خیالی، انا پرستی اور احساس کمتری کی وجہ سے کسی ایک شعبے پر مکمل توجہ نہیں دے پا رہے۔ سب سے پہلے تو ذہن کو پرسکون اور یکسو کریں۔ میں نے کہا کہ یکسوئی حاصل کرنے کا کیا طریقہ ہے تو انہوں نے بتایا۔ اس کے حصول کے لیے کئی طریقے ہیں میں یوگا سمیت کئی تھراپیوں کے بارے میں کچھ علم رکھتا ہوں اور ان تمام تھراپیوں کے بہتر نتائج کے لیے یکسوئی بہت ضروری ہے اور اس کے حصول کا بہترین ذریعہ میں نے "مراقبہ" کو پایا۔

ان صاحب کا کہنا تھا کہ جدید دور کا انسان یا تو ماضی میں رہتا ہے یا مستقبل کے بارے میں خواب دیکھتا رہتا ہے مگر حال سے پورا پورا فائدہ کم ہی اٹھاتا ہے۔ مراقبہ کی تکنیک آپ کو حال میں رہنا سکھاتی ہیں۔

مراقبہ کے بارے میں یہ آگہی دینے کے بعد انہوں نے مراقبہ کرنے کا طریقہ بھی آسان انداز میں بیان کیا اور مراقبہ کے بارے میں کچھ تحریریں بھی میرے مطالعے کے لیے دیں بھی مراقبہ کے متعلق مجھے ریا اور تاکید کی کہ اگر کوئی مشکل پیش آئے تو فوراً ان سے رابطہ کروں۔ (میں یہ تمام باتیں کیفیات مراقبہ میں اس لیے تحریر کر رہا ہوں کہ جو لوگ مراقبہ سے مطلوبہ فوائد حاصل کرنا چاہتے ہیں انہیں آسانی ہو)۔

تین چار روز خوب سوچ بچار کے بعد میں نے مراقبہ کی مشق شروع کی۔ کئی روز تک ذہنی یکسوئی قائم نہیں ہوئی۔ مراقبہ میں بے چینی رہتی اور کچھ دیر بعد ہی دل کرتا کہ مشق ختم کر دی جائے۔ مگر بے چینی اور کے باوجود مراقبہ اس امید پر جاری رکھا کہ شاید میرے مسائل کا حل ثابت ہو۔

مراقبہ جاری رکھنے سے کچھ کچھ یکسوئی ہونے لگی۔

اک روز مراقبہ میں دیکھا کہ میں ساحل سمندر پر ہوں۔ ٹھنڈی ہوا اور سمندر کی لہریں ذہن کو سکون پہنچا رہی ہیں۔ پرندے فضا میں محو پرواز ہیں۔ سورج غروب ہو رہا ہے۔

ایک روز مراقبہ میں ہر طرف پھول ہی پھول دکھائی دیے۔ لال، گلابی، نیلے، پیلے اودھے ہر قسم کے پھول تھے۔ ان سے ایسی خوشبو آ رہی تھی کہ ذہن کو فرحت و تازگی محسوس ہو رہی تھی۔

ساحل سمندر، پرندے، پھول اور خوشبو کے احساس نے میری ذہنی اور جسمانی کیفیات پر کافی بہتر اثرات مرتب کیے۔

ایک روز مراقبہ میں نیلی روشنی کا تصور کر رہا تھا۔ میرے چاروں طرف نیلی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ پردوں کا رنگ، دیوار کا رنگ یہاں تک کہ جو کپڑے میں نے زیب تن کیے ہوئے تھے ان سب کا رنگ بھی نیلا تھا۔

چند ہفتوں کے مراقبہ سے یکسوئی اور ذہنی سکون حاصل ہوا ہے۔ اب میرا چڑ چڑا پن بہت کم ہو گیا ہے۔ خیالی پلاؤ کے بجائے عملی جدوجہد پر یقین مستحکم ہوا ہے۔ حافظے کی بہتری نے پڑھائی میں دلچسپی بڑھا دی ہے۔ اپنی ان خوبیوں اور اچھے نتائج کی وجہ سے مراقبہ اب میرے روزمرہ کا حصہ بنتا جا رہا ہے۔

❀

قارئین کرام سے گزارش

ادارہ روحانی ڈائجسٹ قارئین کرام کی سہولت کی خاطر خط لکھنے والے کرم فرما قارئین سے گزارش کرتا ہے کہ آپ روحانی ینگ رائٹرز کلب، میری پسندیدہ کتاب، قند سخن، معلوماتِ عالم، بچوں کا روحانی ڈائجسٹ، اس ماہ کے بہترین مضامین اور روحانی سوال وجواب کو ایک ہی لفافے میں ارسال کرنے کے ساتھ ساتھ روحانی ڈاک، محفل مراقبہ، اور شعبہ سرکولیشن کے خطوط بھی اسی لفافے میں ارسال کر سکتے ہیں۔ اگر آپ کسی بھی شعبہ کے خطوط کے ساتھ روحانی ڈاک بھی ایک ہی لفافے میں ارسال کر رہے ہوں تو لفافہ پر اس شعبے کے نام کے ساتھ ساتھ روحانی ڈاک لکھنا نہ بھولیں۔ نگارشات کے ہمراہ اپنا پورا نام اور مکمل ایڈریس اور تاریخ ضرور تحریر کریں۔ بصورتِ دیگر نگارشاتِ کی اشاعت ممکن نہیں ہوگی۔ سرکولیشن سے متعلق استفسارات کے ساتھ اپنا رجسٹریشن نمبر لازماً تحریر کریں۔

اِس ماہ

دسمبر 2013ء
صفر 1435ھ

اگر ہم انسانی تاریخ پر نظر دوڑائیں تو یہ بات ہمارے سامنے آتی ہے کہ ہر ملت و قوم و معاشرہ پر کوئی نہ کوئی شخصیت، مذہب، ثقافت یا واقعات اثر انداز ہوتے رہے ہیں اور اقوام نے انہیں یاد رکھنے کے لیے کچھ دن مخصوص کیے ہیں۔ یہ اہم دن، قوموں کی ثقافت کا حصّہ بن کر تہواروں کا درجہ حاصل کر جاتے ہیں۔ دیکھا جائے تو ہر اقوام میں کوئی نہ کوئی دِن منسوب ہے اور ہر آنے والا مہینہ تہواروں، خوشیاں، غموں، تجربات اور یادوں کے نقوش مرتب کر رہا ہے۔ ان صفحات پر ہر مہینے کا مختصر جائزہ لیا جائے گا۔

حضرت امام حسن

3 دسمبر 2013

28 صفر نواسہ رسولؐ، حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کے بڑے بیٹے اور اسلام کے دوسرے امام، حضرت امام حسنؓ کا یوم وصال ہے۔ امام حسنؓ 15 رمضان المبارک سن تین ہجری کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے اور اپنے والد اور والدہ کی طرح اپنے نانا رسول اللہ ﷺ کی آغوش میں پرورش پائی۔ مورخین کے بقول آپؓ، نبی کریم ﷺ سے مشابہت رکھتے تھے۔ رسول ﷺ آپ سے بے پناہ محبت کرتے تھے اور خود رسول ﷺ نے آپ کا نام حسن رکھا تھا۔ حضرت علیؓ کے دور حکومت میں بھی آپ تمام امور میں حضرت علیؓ کے شریک رہے، مختلف جنگوں میں شرکت کی اور سنہ 40 ہجری میں حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد عالم اسلام کی قیادت و امامت کی ذمہ داری آپ نے اپنے کاندھوں پر سنبھالی اور مسلمانوں کی بڑی تعداد نے آپ کی بیعت کی۔ ایک سازش کے تحت آپ کو زہر دیا گیا، 28 صفر سنہ 50 ہجری کو آپ اس دارِ فانی سے رحلت فرما گئے۔ آپ کی تدفین جنت البقیع مدینہ منورہ میں ہوئی۔

صفر اور توہمات

4 دسمبر 2013

ماہ صفر دوسرا اسلامی مہینہ ہے، اس مہینے سے متعلق بعض گھرانوں میں کچھ عجیب نظریات بھی پائے جاتے ہیں، ان نظریات کے مطابق کہا جاتا ہے یہ مہینہ اچھا نہیں سمجھا جاتا، اس مہینے میں بلائیں اور آفات اترتی ہیں، کوئی کام کارآمد نہیں ہوتا۔ بعض نے اس مہینے کا نام تیرہ تیزی رکھا ہے، ان کا یہ خیال ہے کہ اس ماہ کے ابتدائی 13 روز بہت سخت اور بھاری ہوتے ہیں، چنانچہ وہ تیرہویں روز چنے اُبال کر یا چُوری بنا کر تقسیم کرتے ہیں، تاکہ بلائیں ٹل جائیں۔

اسلام دینِ فطرت ہے اور پہلا سبق ہی درس توحید ہے، دین میں ایسے توہم کی کہاں گنجائش ہو سکتی ہے۔ ان جاہلانہ تصورات کے خاتمے کے لیے اس مہینے کے نام صفر کے ساتھ المظفر یا الخیر لگایا گیا، جس کا مطلب بھلائی اور کامیابی ہے۔ رحمت دوعالم ﷺ کی تعلیمات کے مطابق صفر کے مہینے کی نحوست کی باتیں بے حقیقت ہیں۔

عربی زبان کا عالمی دن

18 دسمبر 2013

اليوم العالمي للغة العربية

تعلیمی، سائنسی اور ثقافتی تنظیم (یونیسکو) کے زیر اہتمام 18 دسمبر کو دنیا میں عربی زبان کا عالمی دن منایا جاتا ہے۔ عربی زبان کا عالمی دن منانے کا مقصد مختلف زبانیں بولنے والے لوگوں کو ایک دوسرے کے قریب لانا ہے، ان کے درمیان ثقافتی ہم آہنگی پیدا کرنا اور مختلف تہذیبوں کے درمیان ڈائیلاگ کو فروغ دینا ہے۔ یونیسکو کے مطابق آج عرب دنیا میں بیالیس کروڑ بیس لاکھ سے زیادہ کی مادری زبان عربی ہے اور دنیا بھر سے تعلق رکھنے والے ڈیڑھ ارب سے زیادہ مسلمان عربی زبان کو کسی نہ کسی شکل میں استعمال کرتے ہیں۔ وہ روزانہ پنج وقتہ نماز عربی الفاظ میں ادا کرتے اور اللہ کی آخری الہامی کتاب قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں۔

حضرت علی بن عثمان ہجویری المعروف داتا گنج بخش ؒ

21 دسمبر 2013

برصغیر کے عظیم صوفی بزرگ حضرت سید ابوالحسن شیخ علی بن عثمان ہجویریؒ برصغیر میں داتا گنج بخش کے عرف سے مشہور ہیں۔ غزنی میں ہجویر و جلاب میں قیام رہا، سفر و سیاحت میں اکثر رہا کرتے تھے۔ علم باطن کے علاوہ علوم ظاہری پر بھی وسیع نظر رکھتے تھے۔ شیخ ابو الفضل بن حسن ختلی سے بیعت کی اور اپنے مرشد کے حکم سے برصغیر آکر لاہور میں سکونت اختیار فرمائی۔ تصوف وطریقت [پر] متعدد کتابیں لکھیں، لیکن کشف المحجوب کے سوا سب ناپید ہیں۔ آپؒ کی وفات 465ھ میں ہوئی ہے اور لاہور میں بھاٹی [گیٹ] کے باہر آپ کا مزار مرجع خلائق ہے۔ ہر سال کی طرح اس سال بھی 20,19,18 صفر (21 تا 23 دسمبر 2013ء) کو حضرت داتا گنج بخشؒ کے نوسوسترویں (970) عرس کی تقریبات جوش وخروش سے منائی جائیں گی۔

شیخ الاسلام حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی ؒ

10 دسمبر 2013

سلسلۂ سہروردیہ کے روحانی بزرگ شیخ الاسلام حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانیؒ اپنے وقت کے بہت بڑے صاحب کمال ولی تھے، خطۂ پنجاب کے عظیم اولیاء اللہ میں آپ کا شمار ہوتا ہے، آپ نے ایک بہت بڑے علاقہ کو شمع اسلام سے منور فرمایا، آپ 578ھ میں ملتان پیدا ہوئے۔ حصول علم کے لئے خراسان اور پھر بغداد تشریف لے گئے۔ شیخ حضرت شہاب الدین سہرورویؒ نے آپ کو خرقۂ خلافت سے نوازا، آپ کا وصال 7 صفر 661[ھ] ہوا۔ اس سال بھی 10 دسمبر 2013ء کو آپؒ کے سات سو تہترویں (773) عرس کی تقریبات ملتان میں منائی جائیں گی۔

حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی ؒ

17 دسمبر 2013

وادی مہران سندھ کے عظیم المرتبت بزرگ، صوفی شاعر اور تاریخ دان، شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ 1689ء میں حیدرآباد ضلع، ہالہ میں پیدا ہوئے۔ پھر ہالہ کو خیرآباد کہہ کر کوٹری میں آکر مقیم ہوئے۔ شاہ لطیفؒ بے حد متقی اور پرہیزگار تھے، ساری عمر عبادت وریاضت میں گزری۔ آپؒ کے زمانے میں عربی اور فارسی زبان وادب کو مقبولیت حاصل تھی، لیکن آپؒ نے شاعری کے لیے عوامی زبان کا انتخاب کیا۔ شاہ عبداللطیف بھٹائی کا قابل قدر کارنامہ شاہ جو رسالو ہے۔ آپ نے بے حد سادہ زبان اور تمثیل کے انداز میں جہالت کے چراغوں کو گل کرنے اور اخلاقیات کا بہترین درس دیا ہے۔ شاہ عبداللطیف بھٹائی نے 14 صفر 1165 ہجری بمطابق 1752 عیسوی میں وفات پائی کی تدفین بھٹ شاہ میں کی گئی۔ جہاں 14 صفر (17 دسمبر 2013ء) کو آپ کا دوسوسترواں (270) عرس منایا جائے گا۔

پہاڑوں کا عالمی دن

10 دسمبر 2013

دنیا کی 10 فیصد آبادی کے مسکن اور خشک زمین کے ایک چوتھائی حصہ پر پھیلے پہاڑوں اور کہساروں کا عالمی دن پاکستان سمیت دنیا بھر میں 11 دسمبر 2013ء کو منایا جارہا ہے۔

پاکستانیوں کے لئے یہ امر قابل اطمینان ہے کہ دنیا کی دوسری بلند ترین چوٹی کے ٹو (8611 میٹر) اور نویں بلند ترین چوٹی نانگا پربت (8126 میٹر) سمیت 8 ہزار میٹر سے بلند 14 اولین چوٹیوں میں سے 5 پاکستان میں ہیں۔ عالمی سطح پر ہر سال 5 کروڑ سیاح پہاڑی علاقوں کا رخ کرتے ہیں تاہم اس کی قیمت پہاڑی علاقوں میں بڑھتی ہوئی آلودگی کی صورت میں چکانی پڑرہی ہے۔ یہ عالمی دن منانے کا مقصد پہاڑوں کا قدرتی [...] برقرار رکھنے کے لئے اقدامات [...] اجاگر کرنا ہے۔ پہاڑوں کا عا[...] منانے کا آغاز گیارہ دسمبر 2002 کیا گیا اور یہ دن مناتے ہر[...] بھر میں پہاڑیوں کی حالت بہتر [...] اوران کے قدرتی ماحول کو برقرا[ر ...] کے لئے خصوصی اقدامات کی ضر[...] پر زور دیا گیا۔

انسانی حقوق کا عالمی دن

11 دسمبر 2013

دنیا بھر میں ہر سال 10 دسمبر کو انسانی حقوق کا عالمی دن منایا جاتا ہے، عالمی حقوق انسانی سے مراد انسانی حقوق کا وہ عالمی منشور ہے جو دوسری جنگ عظیم (1939ء تا 1945ء) کے خاتمے کے بعد ایک بڑے بحث و مباحثے اور تدریجی مراحل کے بعد امن اور انسانی حقوق کی حفاظت کے لیے اقوام متحدہ کی کوششوں سے متفقہ طور پر 10 دسمبر 1948ء کو منظور ہوا۔ اس منشور میں انسانی حقوق کی وضاحت کی گئی ہیں اور قوانین بنائیں گئے ہیں۔ اس انسانی حقوق کے قوانین کا ایک ہی منشاء ہے کہ انسان اس دنیا میں آزاد اور پرامن رہے۔

اس دنیا میں یہودی، عیسائی، مسلمان، سکھ، ہندو، پارسی، بدھ مت، سب رہتے ہیں۔ آج دنیا گلوبل ویلیج بن چکی ہے۔ جدید ٹیکنالوجی کی وجہ سے ہم سب ایک دوسرے کے قریب آئے ہیں لیکن یہ ہماری دنیا کے لئے ایک بڑا المیہ ہے کہ ہر سال منائے جانے والے اس عالمی دن کی پینسٹھویں سالگرہ کے موقع پر بھی دنیا بھر میں حقوق انسانی کی پامالی کا سلسلہ جاری ہے۔

امام احمد رضا خان بریلوی ؒ

28 دسمبر 2013

امام احمد رضا خان بریلویؒ 1865ء کو شمالی بھارت کے شہر بریلی میں پیدا ہوئے۔ آپ ایک بلند پایہ فقیہہ، محقق، بہترین نعت گو، بزرگ اور مشہور عالم دین تھے۔ برصغیر پاک وہند میں اہلسنت کی ایک بڑی تعداد آپ ہی کی نسبت سے بریلوی کہلاتی ہے۔ آپ کے علمی مقام کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے تقریباً 54 علوم وفنون پر کوئی نہ کوئی تصنیف ضرور چھوڑی ہے۔ قرآن حکیم کے ترجمے کے علاوہ ان تصانیف کی تعداد ایک ہزار سے زائد ہے۔ امام احمد رضا خان کی تعلیمات وتصانیف میں جو چیز سب سے نمایاں ہے وہ حُبِ رسول ﷺ ہے۔ شعر و شاعری سے بھی لگاؤ تھا۔ رسول ﷺ کی شان میں بہت سی نعتیں اور سلام لکھے۔ 25 صفر المظفر 1340ھ مطابق 1921ء کو آپؒ کا انتقال ہوا، آپؒ کا مزار بریلی شریف محلہ سوداگران میں آج بھی زیارت گاہ خاص وعام بنا ہوا ہے۔

بابائے قوم قائد اعظم محمد علی جناح

25 دسمبر 2013

قائد اعظم محمد علی جناح، 25 دسمبر 1876 کو کراچی پیدا ہوئے۔ آپ نے باقاعدہ تعلیم کراچی مشن ہائی سکول سے حاصل کی۔ سولہ سال کی عمر میں میٹرک کیا اور انگلستان بیرسٹری کی تعلیم کے لیے بھیج دیے اور بیس سال کی عمر میں بیرسٹر بن کر واپس آئے۔ آپ نے ممبئی میں وکالت شروع کی اور جلد ہی بہت نام کمایا۔ آپ نے سیاست میں بھی حصہ لینا شروع کر دیا۔ آغاز میں آپ انڈین نیشنل کانگرس میں شامل ہوئے اور مسلم ہندو اتحاد کے حامی تھے لیکن کانگرس سے اختلافات کی وجہ سے آپ مسلم لیگ میں شامل ہوگئے اور مسلمانوں کے حقوق کے لیے جدوجہد کا آغاز کیا۔ علامہ محمد اقبال نے جب تصور پاکستان پیش کیا تو قائد اعظم نے اس جدوجہد کے لیے خود کو وقف کر دیا۔ مسلمان جوق در جوق قائد اعظم کے مطالبہ پاکستان کی حمایت کرنے لگے۔ 1940 میں مسلم لیگ کے اجلاس لاہور میں پاکستان قائم کرنے کی قرارداد منظور ہوئی۔ 1946 کے انتخابات میں مسلم لیگ نے مسلمانوں کی بیشتر نشستوں میں کامیابی حاصل کی۔ آخر چند سال بعد 14 اگست 1947 کو پاکستان قائم ہوگیا اور قائد اعظم اس کے پہلے گورنر جنرل مقرر ہوئے۔ سالہا سال کی مسلسل محنت سے قائد اعظم کی صحت بہت خراب ہوچکی تھی۔ وہ بیماری کی حالت میں بھی پاکستان کی ترقی کے لیے جدوجہد کرتے رہے، قیام پاکستان کے صرف تیرہ مہینے بعد 11 ستمبر 1948 کو بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح اس دنیا سے رخصت ہوئے۔

ایڈز کا عالمی دن

یکم دسمبر 2013

یکم دسمبر ایڈز کے عالمی دن کے طور پر منایا جاتا ہے۔ ایڈز کے مرض کو دریافت ہوئے پچیس سال سے زائد گزر چکے ہیں۔ اس عرصے میں اس مہلک مرض نے دنیا بھر میں کم از کم ڈھائی کروڑ افراد کو ہلاک کیے اور چار کروڑ مزید افراد اس مرض کا شکار ہیں۔ اس طرح یہ انسانی تاریخ کے مہلک ترین امراض میں شامل ہے۔ اس مرض کا اب تک کوئی علاج دریافت نہیں ہو سکا لیکن مرض کی رفتار سست کرنے کی ادویات ضرور موجود ہیں جن کے بر وقت اور درست استعمال سے مریض کو کئی سال زندہ رکھا جا سکتا ہے۔

ہر سال دسمبر کی پہلی تاریخ کو اس مرض اور اس کے خلاف وعدوں کی یاد دلانے کے لیے دنیا بھر میں لوگ لال رنگ کا ربن سینے یا بازو پر لگاتے ہیں۔

معذوروں کا عالمی دن

3 دسمبر 2013

پاکستان سمیت دنیا بھر میں ہر سال تین دسمبر کو معذوروں کا دن منایا جاتا ہے۔ یہ دن منانے کا مقصد دنیا بھر میں معذوروں کو درپیش مسائل کا اجاگر کرنا اور معاشرے میں ان افراد کی افادیت پر زور ڈالنا ہے۔ ورلڈ ہیلتھ ارگنائزیشن کے مطابق دنیا میں اس وقت چھ سو ملین افراد معذور ہیں یعنی دنیا میں ہر دس میں ایک شخص معذور ہے۔ ترقی پزیر ممالک میں اسی سے نوے فیصد خصوصی افراد کو زندگی میں آگے بڑھنے کے مواقع میسر نہیں، جب کہ ترقی یافتہ میں اس کا تناسب پچاس سے ستر فیصد ہے۔ جبکہ ان میں سے اسی فیصد کا تعلق ترقی پزیر ممالک سے ہے۔

انسداد کرپشن

9 دسمبر 2013

ملک میں کرپشن اور ناانصافی کے خاتمہ اور ہر کام میرٹ کے مطابق چلانے کے لئے ضروری ہے کہ عوام میں بڑھتی ہوئی مایوسی اور ناامیدی کو ختم کیا جائے قانون کی حکمرانی کو یقینی بنایا جائے۔ کوئی بھی شخص قانون سے بالاتر نہیں ہونا چاہئے کرپشن ہمارے معاشرے کا حصہ بنتی جا رہی ہے۔ والدین، اساتذہ، سول سوسائٹی اور میڈیا کو اس کے خلاف تحریک چلانی چاہئے۔ کرپشن ایک سنگین جرم ہے جو معاشرتی و معاشی ترقی میں سب سے بڑی رکاوٹ سمجھا جاتا ہے۔ ہر سال نو دسمبر کو انسداد کرپشن کے حوالے سے عالمی دن منایا جاتا ہے۔

رضاکاروں کا عالمی دن

پاکستان سمیت دنیا بھر میں رضاکاروں کا عالمی دن 5 دسمبر کو منایا گ جاتا ہے، یہ دن منانے کا مقصد دنیا بھر میں رضاکاروں کے حقوق کا تحفظ اور ان[illegible] معاشرہ میں ان کو جائز مقام دلانا[illegible] مقامی، قومی اور بین الاقوامی سطح پر جا[illegible] ترقیاتی کاموں میں مل جل کر کام کر[illegible] اقتصادی اور سماجی ترقی کو ممکن بنانا[illegible]

کرسمس

25 دسمبر 2013

25 دسمبر کو عیسائی برادری کرسمس کا تہوار مناتی ہے۔ یہ دن اللہ کے بندے اور رسول حضرت عیسیٰ کا یوم پیدائش ہے۔ دنیا کے دی[illegible] ملکوں کی طرح پاکستان میں بھی مقا[illegible] مسیحی برادری اپنے مرکزی مذہبی تہو[illegible] کی تیاریوں میں مصروف ہوتی ہے۔

کرسمس کے موقع پر دنیا بھر میں گر[illegible] گھروں میں خصوصی دعائیہ تقاریب [illegible] بعد مسیحی برادری کی ایک بڑی تعداد [illegible] اپنے عزیز اقربا سے ملنے یا تفریح[illegible] مقامات کا رخ کرتی ہے۔ عیسائی اپ[illegible] گھروں اور دیگر عمارات میں صنوبر [illegible] درخت (کرسمس ٹری) لگاتے ہیں [illegible] رنگ برنگے قمقموں اور آرائشی چیزو[illegible] سے سجایا جاتا ہے۔ ایک دوسرے کو تح[illegible] تحائف دئے جاتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ کا یوم پیدائش تمام [illegible] برادری اور مسلمانوں کو مبارک ہو....

نوٹ: اس مضمون میں کوشش کی گئی ہے کہ ہجری تاریخوں کی متبادل ممکنہ [illegible] تاریخیں دیں جائیں، البتہ درست ہجری تاریخیں چاند کے نظر آنے سے مشروط [illegible]

مرتبہ: ہرمیس

انکشافات

ہوائی کے ماہرین فلکیات کی ایک ٹیم نے کی۔ سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ انہوں نے زمین کے حجم جتنے 22 فیصد سورج نما ستارے بھی دریافت کئے ہیں جہاں پانی بھی موجود ہے۔

اس سے قبل ماہرین فلکیات یہ دریافت کر چکے ہیں کہ محض ہماری کہکشاں میں زمین کے برابر حجم رکھنے والے سترہ ارب سیارے پائے جاتے ہیں اور ہر چھ ستاروں میں سے ایک کے مدار میں ایسا ایک سیارہ گردش کر رہا ہے۔ لیکن ان میں سے اکثر ہیبٹ ایبل زون میں نہیں ہیں۔

کائنات میں زمین جیسے 8.8 ارب سیارے ہیں

سائنسدانوں نے انکشاف کیا ہے کہ کائنات پر زمین جیسے 8.8 ارب سیارے ہیں۔ ایک نئی ریسرچ میں ماہرین فلکیات کا کہنا ہے کہ یہ سیارے حجم میں زمین کے برابر ہیں جسے سائنسدانوں نے "گولڈی لاک زون" قرار دیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ سیارے بہت زیادہ گرم ہیں اور نہ ہی بہت زیادہ ٹھنڈے ہیں اور زندگی کے ارتقاء کے لئے ان کا حجم موزوں ہے۔ یہ تحقیق یونیورسٹی آف کیلیفورنیا، بارکیلی اور یونیورسٹی آف

انسان دس بنیادی بوئیں سونگھ سکتا ہے

امریکی سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ انسان جو ہزاروں قسم کی بو سونگھ سکتا ہے انہیں دس بنیادی درجوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ بیٹس کالج کے پروفیسر جیسن کاسترو اور یونیورسٹی آف پٹس برگ کے پروفیسر چکارا نے ان خوشبوؤں اور بدبوؤں کے بنیادی اجزا کی شناخت کے لیے کمپیوٹر پروگرام کی مدد لی۔ ان دونوں سائنسدانوں کا کہنا تھا کہ انہوں نے 144 بوؤں کا تجزیہ کیا جس سے پتا چلا کہ انھیں دس بنیادی درجوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

پروفیسر کاسترو کا کہنا ہے کہ آپ کے پاس دس بنیادی اقسام ہیں اور اگر آپ ان دس اقسام کے بارے میں جانتے ہیں تو آپ ان کی مدد سے کسی بھی قسم کی خوشبو بنانے کے بارے میں سوچ سکتے ہیں۔

پروفیسر کاسترو نے کہا کہ درحقیقت کوئی بھی قدرتی بو دس مختلف اقسام کا مجموعہ ہو سکتی ہے۔ دس بنیادی بوئیں یہ تھیں۔ مہک دار، چوبی، پھل دار، کیمیائی، پودینے والی، میٹھی، پاپ کارن، لیموں، تیز کڑوی اور گلی سڑی....

نیا مشینی دل ایجاد

اس دل کی بیٹری آپ کی جیب میں ہوگی

تقریباً ہر سال دنیا میں ایک کروڑ70لاکھ افراد دل کی بیماریوں سے ہلاک ہو جاتے ہیں۔ ترقی پذیر ممالک میں بھی دل کی بیماریاں اموات کی بڑی وجوہات میں سے ایک ہیں۔ ان حالات میں امید کی ایک کرن ہے واشنگٹن ہاسپٹل سینٹر کی ایک نئی ایجاد ہے جس کی مدد سے دل کی بیماریوں سے ہونے والی اموات پر قابو پانے میں مدد مل سکتی ہے۔

امریکی فوڈ اینڈ ڈرگ ایڈمنسٹریشن سے منظور شدہ ہارٹ میٹ ii نامی اس آلے کو ان مریضوں کے دل کی جگہ لگایا جاسکتا ہے جو عمر رسیدہ ہونے کے باعث تبدیلی قلب کے آپریشن سے نہیں گزر سکتے یا وہ افراد بھی جنکے دل کسی وائرس کی وجہ سے کمزور ہو چکے ہوں۔ یہ مشینی آلہ جسم میں خون کی گردش کو رواں رکھتا ہے، اسے دل سے براہ راست لگادیا جاتا ہے اور بیٹری باہر رکھی جاتی ہے۔ بیٹری اور تاریں آپ کی بیلٹ پر لگ سکتی ہیں یا آپ انھیں اپنی جیکٹ میں یا بیگ میں بھی ڈال سکتے ہیں۔

پاکستان میں لوڈشیڈنگ جہاں بہت سے شعبوں میں مالی نقصانات کا سبب بن رہی ہے وہیں یہ رابطے کے ذریعے، موبائل فون پر بھی اثر انداز ہو رہی ہے۔ لیکن لگتا ہے کہ اب اس مسئلے کا بھی حل آنے والا ہے۔ امریکی سائنسدانوں نے نئے تجربوں کے بعد یہ ثابت کیا ہے کہ فون کی ایسی بیٹریاں بنائی جاسکتی ہیں جو منٹوں میں چارج ہوں گی اور ہفتوں تک چلیں گی۔ ٹینیسی (امریکہ) کی وینڈربلٹ یونیورسٹی کے شعبہ انجینیئرنگ کے سائنسدانوں نے سُپر کیپیسیٹرز کے سائز اور اس پر آنے والی لاگت کو کم کرنے کے لیے متعدد تجربات کیے ہیں۔ سائنسدانوں نے سلیکون کے ایسے آلات بنائے ہیں جن سے فوری طور پر بیس سیکنڈ میں بیٹری کو چارج کیا جاسکتا ہے اور موجودہ بیٹریوں کے مقابلے یہ بیٹریاں نسبتاً زیادہ وقت تک موبائل فون کو توانائی مہیا کرسکے گی۔

ڈولفن سے متاثر ہو کر نئی ریڈار تکنیک ایجاد

ریڈار کے ذریعے ہدف کی موجودگی کی نشان دہی ایک عمومی طریقہ ہے تاہم اس طرح وہ سگنلز بھی ہم تک پہنچ جاتے ہیں، جن کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ان سگنلز کو کلٹر (Clutter) کہا جاتا ہے۔

برطانوی محققین نے ڈولفن کی شکار کی نشان دہی کی حس کی تکنیک سے متاثر ہو کر ایک نیا ریڈار نظام ایجاد کیا ہے، جو غیر ضروری سگنلز کو الگ کرنے کی صلاحیت کا حامل ہے۔

یونیورسٹی آف ساؤتھ ہیمپٹن سے وابستہ ریسرچرز کے مطابق ڈولفن مچھلیاں بھی اسی نظام کے تحت آوازیں منتشر کرتی ہیں، جن کی مدد سے وہ اپنے کھانے کے سائز کی مچھلیوں کو دیگر مچھلیوں سے الگ کرتی ہوئی ان تک پہنچتی ہیں۔ محققین نے ڈولفن کی اس تکنیک کو TWIPR کا نام اور اس سے تیار کردہ ریڈار کو Twin Inverted Pulse Radar کا نام دیا گیا ہے۔

یہ صرف آبجیکٹس ہی کی نشان دہی نہیں کرتا بلکہ اس کی مدد سے زمین میں چھپائے گئے بموں میں موجود برقی تاروں، جاسوسی کے آلات اور عمارتوں کی دیواروں کے پیچھے موجود نیوٹرل آبجیکٹس مثلاً پتھروں اور درختوں کی نشان دہی بھی ہوسکتی ہے۔

آسٹیوپروسس... باقاعدہ ورزش سے بچاؤ ممکن

آسٹیوپروسس کا مرض بڑھاپے میں ہڈیوں کے ٹوٹنے کی بڑی وجہ ہے۔ ماہرین طب نے کہا ہے کہ آسٹیوپروسس ہڈیوں کے بھربھراپن کی بیماری ہے جو بڑھاپے میں ہڈیوں کے ٹوٹنے کی سب سے بڑی وجہ ہے۔ ہر دو میں سے ایک خاتون اور ہر چار میں سے ایک مرد 50 سال کی عمر کے بعد آسٹیوپروسس کا شکار ہو سکتا ہے۔ خواتین میں بڑھاپے میں ماہواری کے رک جانے کے بعد اس مرض کا خطرہ بڑھ جاتا ہے کیونکہ ہارمونز میں تبدیلی کی وجہ سے ہڈی کی کثافت متاثر ہوتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ نوجوانی میں 30سال کی عمر تک انسان کا ڈھانچہ مکمل ہوجاتا ہے۔ کیلشیم کا زیادہ استعمال، سورج کی روشنی میں بیٹھ کر وٹامن ڈی حاصل کرنے، باقاعدہ ورزش کرکے، شراب نوشی اور تمباکو نوشی ترک کرکے بڑھاپے میں آسٹیوپروسس جیسے پیچیدہ مرض سے بچا جاسکتا ہے۔

آپریشن کے ذریعے بچوں کی پیدائش میں اضافہ

عالمی ادارہ صحت کے حال ہی میں جاری کردہ اعداد و شمار کے مطابق پاکستان میں آپریشن کے ذریعے بچوں کی پیدائش کا رجحان خطرناک حد تک بڑھ رہا ہے، جس کی وجہ سے خواتین کی صحت پر مضر اثرات میں اضافہ ہوتا جارہا ہے۔

رپورٹ کے مطابق دنیا بھر میں آپریشن کے ذریعے بچوں کی پیدائش کی شرح 15 فیصد تک ہونی چاہیے تاہم ترقی یافتہ ممالک میں یہ شرح 25 سے 28 فیصد، بھارت اور چین میں 30 سے 35 فیصد جبکہ پاکستان کے شہری علاقوں میں 40 فیصد سے بھی زیادہ ہے۔

ماہرین کے مطابق آپریشن سے بہت سی پیچیدگیاں پیدا ہوسکتی ہیں، جیسا کہ مختلف قسم کے انفیکشن، بانجھ پن، اندرونی زخم، خون کی بیماریاں، بچے کو لاحق ہونے والی سانس کی بیماریاں، بچے کا وزن کم ہونا، وقت سے پہلے پیدائش اور بعض اوقات تو اموات بھی ہوجاتی ہیں۔

سیزیرین کیسز کی شرح میں اضافے کی بڑی وجہ بعض ایسے نجی ہسپتال اور زچہ و بچہ کے مراکز بھی ہوسکتے ہیں، جہاں تعینات طبی عملے کی طرف سے زیادہ تر بچوں کی پیدائش کے لیے صرف آپریشن کا طریقہ ہی تجویز کیا جاتا ہے۔

کم نیند، بیماریوں کا موجب

ایک حالیہ امریکی تحقیق کے مطابق جو لوگ چھ گھنٹے سے کم نیند لیتے ہیں، وہ بہت سی بیماریوں کو دعوت دیتے ہیں۔ ان بیماریوں میں ہائی بلڈ پریشر، ہائی کولیسٹرول، ذیابیطس اور موٹاپا شامل ہے۔ 2008ء کے بعد سے امریکہ بھر سے حاصل کیے گئے ڈیٹا کے مطابق تحقیق دانوں نے 5,000 سے زائد افراد کے نتائج کو تین حصوں میں تقسیم کیا۔ پہلا گروپ ان افراد پر مشتمل تھا جو بہت کم نیند لیتے ہیں یعنی ہر رات پانچ گھنٹے یا اس سے بھی کم کی نیند، دوسرا گروپ پانچ سے چھ گھنٹے نیند جبکہ تیسرا گروپ ان افراد پر مشتمل تھا جو نو گھنٹے سے زائد کی نیند لیتے ہیں۔ تحقیق دانوں نے نتیجہ اخذ کیا کہ پانچ گھنٹے یا پانچ گھنٹے سے چھ گھنٹے نیند لینے والے دونوں گروپوں کے افراد کئی بیماریوں میں مبتلا تھے۔ پانچ گھنٹے یا اس سے بھی کم نیند لینے والے افراد میں ہائی بلڈ پریشر اور ہائی کولیسٹرول میں مبتلا ہونے کے امکانات ان لوگوں کی نسبت تقریباً دو گنا تھے جو آٹھ گھنٹے یا اس سے زائد کی نیند لیتے ہیں۔ بہت کم نیند لینے والے افراد میں ذیابیطس میں مبتلا ہونے کے امکانات 75٪ جبکہ موٹاپے میں مبتلا ہونے کے امکانات تقریباً 50٪ زیادہ تھے۔ زیادہ نیند لینے والے افراد کو خرابی صحت کے مسائل کا سامنا نہیں تھا۔
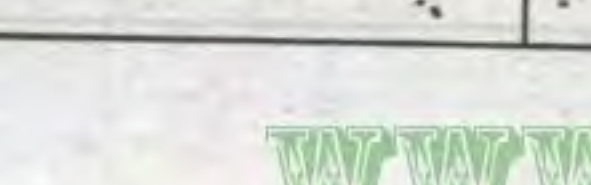
اسمارٹ واچ، اب سب کچھ کلائی پر

اسمارٹ فونز کے بعد ٹیکنالوجی کے میدان میں، جس چیز کے چرچے اب کافی زیادہ ہو رہے ہیں وہ ہاتھوں پر باندھے جانے والے کمپیوٹرز یا اسمارٹ واچز ہیں۔ گزشتہ چند مہینوں کے دوران اسمارٹ فونز اور ٹیبلیٹ پی سی بنانے والی بڑی کمپنیوں کی طرف سے بہت جلد ہاتھوں پر باندھے جانے والے ننھے منھے کمپیوٹرز یا اسمارٹ واچز متعارف کرائے جانے کی خبریں سامنے آئی ہیں۔ جس کے ذریعے اسمارٹ فون کو کنٹرول کیا جاسکے گا۔

دیگر ڈیوائسز کے ساتھ منسلک ہونے والی گھڑیوں کا خیال کم از کم بھی ایک دہائی پرانا ہے۔ مائیکروسافٹ کی طرف سے ایسی گھڑی 2003 میں تیار کی گئی تھی۔ اس وقت بھی معروف جاپانی ٹیکنالوجی کمپنی سونی، پیبل اور اطالوی کمپنی آئی ایم کی ڈیوائسز تیار ہو چکی ہیں۔ ماہرین کے مطابق، اسمارٹ واچ بھی ویسی ہی انقلابی ایجاد ثابت ہو سکتی ہے جیسے اسمارٹ فونز۔ ہماری کلائی پر بندھی یہ انٹیلیجنٹ ڈیوائس ہمارے جسم کو ڈیٹا سے جبکہ ہمیں پوری دنیا سے جوڑ دے گی۔

اب تک موجود اسمارٹ واچز میں یہ سہولت موجود ہے کہ وہ آپ کے اسمارٹ فونز کے ساتھ بغیر کسی تار کے منسلک ہو جاتی ہیں اور جب بھی کوئی نیا پیغام یا ای میل آتی ہے تو اس سے آپ کو خبردار کر دیتی ہیں۔ اس کے علاوہ ان میں سے بعض آپ کو ویب سائٹس تک محدود رسائی بھی دیتی ہیں۔ اب نئی اسمارٹ واچ کے ذریعے نا صرف ایس ایم ایس، ای میل، ٹیلی فون کالز پر نظر رکھنا آسان ہوگا بلکہ اسے روزمرہ معمولات زندگی میں کئی چیزوں کے ساتھ منسلک بھی کیا جاسکتا ہے۔ اس اسمارٹ گھڑی کو اسمارٹ فونز کے ساتھ لنک کرتے ہوئے نا صرف سماجی نیٹ ورکنگ ویب سائٹس پر اسٹیٹس اپ ڈیٹس حاصل کی جاسکتی ہیں بلکہ اپنے موسیقی کے ہوم ڈیوائسز کو بھی ریموٹ انداز میں کنٹرول کیا جاسکتا ہے۔ بائی ٹیک اسکرین والی اس گھڑی کو بائی سائیکل چلاتے ہوئے اسمارٹ فونز کے جی پی ایس نظام کے تحت بائیک کمپیوٹر کے طور پر بھی استعمال کیا جاسکتا ہے جس سے میپنگ سروسز استعمال کرنے کے ساتھ ساتھ رفتار اور طے کیے جانے والے فاصلے کا تعین کرنا بے حد آسان ہے۔ اسی طرح فون کے ذریعے تصاویر کھینچنے اور تصاویر یا پریزنٹیشنز کو پروجیکٹر کی طرح دیکھنے کے لیے اس گھڑی کو استعمال کرنا بھی ممکن ہے۔

اسمارٹ واچ بلیوٹوتھ، جی پی ایس، وائی وائی اور بلٹ ان کیمرے جیسے فیچرز سے لیس اور گھڑی واٹر پروف ہوگی۔ اسمارٹ واچ بلیوٹوتھ ٹیکنالوجی کے ذریعے اسمارٹ فون یا کمپیوٹر سے منسلک ہوگی اور فاصلے پر موجود صارف تمام کمانڈز استعمال کر سکے گی۔ یہ کنیکٹیوٹی کے لیے بلٹ ان این ایف سی، مائیکرو یو ایس بی 2.0 کی سہولت بھی موجود ہوگی۔ اسے اینڈرائیڈ 4.0 یا اس کے بعد والی تمام ڈیوائسز کے ساتھ منسلک کرنے کے لیے بھی استعمال کیا جاسکے گا۔ بیٹری لائف کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ اوسط استعمال پر 4 دن چلے گی۔ یہ موبائل سے کنیکٹ نہ ہونے کی صورت میں عام گھڑی کی طرح بھی کام کر سکتی ہے۔ اسمارٹ فونز کی طرح اس گھڑی کے لیے بھی ایپس دستیاب ہوں گے۔ تاہم، ٹیکنالوجی سے منسلک تجزیہ کاروں کا خیال ہے کہ ایک مرتبہ یہ اسمارٹ واچز مارکیٹ میں آجائیں گی تو پھر ڈویلپرز ان میں نئے نئے فنکشنز کے لیے ایپلیکیشنز تیار کرنے میں جت جائیں گے۔ توقع ہے کہ اسمارٹ واچز رواں برس کے اختتام تک مارکیٹ میں دستیاب ہوں گی یا پھر سال دو ہزار چودہ کی ابتداء میں صارفین کی کلائیوں کی زینت بنے گی۔

معاشرہ

لوگ دھوکہ کیوں دیتے ہیں؟

سائنٹیفک امیریکن مائنڈ نامی جریدے کے مطابق، سائنسداں یہ جاننے کی کوشش کر رہے ہیں کہ لوگ دھوکہ کیوں دیتے ہیں؟ یہ جاننا اس لیے ضروری ہے تاکہ معاشرے پر دھوکہ دہی کے اثرات کو کم کیا جاسکے۔

اب تک کی تحقیق کے مطابق، لوگوں میں تخلیقی صلاحیتیں، جو ان کے پاس ہیں، اسے کھونے کا ڈر اور معاشرے میں بے ایمانی ہوتے دیکھنا، دوسروں میں ایسے عمل کی حوصلہ افزائی کی طرف مائل کرتا ہے۔

سائنسدانوں کے مطابق چیٹنگ یعنی فریب، صرف انسانوں میں ہی نہیں، بلکہ جانداروں میں ہر اس جگہ سامنے آتا ہے جہاں وسائل کم اور ان کے حصول کے لئے مقابلہ سخت ہو اور جو دوسروں کی محنت سے خود فائدہ اٹھانے کی تگ و دو میں رہتے ہیں۔ لیکن انسان جو کہ مخلوقات میں بہتر دماغی صلاحیت کا حامل ہے، اُن کے دھوکہ دینے کی صلاحیت دیگر مخلوقات سے زیادہ ہوتی ہے۔

ماہرین کے مطابق لوگ دوسروں کو دھوکہ چار وجوہات کی بنا پر دیتے ہیں۔ پہلی وجہ ہے زندہ رہنے کی خواہش، یعنی جب لوگ یہ سمجھ بیٹھیں کہ دھوکے بازی کے بغیر وہ زندہ نہیں رہ سکتے، کوئی ان کی مدد کو نہیں آئے گا، اور اُن کی دانست میں، یہ کام بغیر دھوکے کے چلنے والا نہیں، دوسری وجہ یہ ہے کہ کہ لوگ سمجھتے ہیں کہ ان کو ان کا حق نہیں مل رہا۔ اور یوں، وہ روبن ہڈ کی طرح، دوسروں کو لوٹنے کی کوئی توجیہ ڈھونڈ لیتے ہیں۔ دھوکہ دینے کی تیسری وجہ یہ ہے کہ جب اتنے سارے لوگ دھوکے بازی سے کام لے رہے ہوں، تو آخر وہ خود ایسا کیوں نہ کرے؟ یا یہ کہ ایسا کرنے یا نہ کرنے سے کیا فرق پڑے گا؟ اور چوتھی وجہ یہ کہ لوگ بے حس ہو چکے ہوں، اور انھیں پتا ہی نہیں کہ کیا غلط ہے اور کیا صحیح۔ اور انھیں کسی ضابطہ و اصول سے کوئی سروکار نہیں۔ ماہرین کے مطابق، دھوکے بازی ایک بیماری کی طرح ہوتی ہے جسے اگر وقت پر قابو نہ کیا جائے تو مزید پھیل جاتی ہے۔ اس کی روک تھام میں انسانی ضمیر ایک اہم کردار ادا کرتا ہے۔ لیکن، اگر لوگوں کو غلط کام کرنے پر شرمندہ کیا جائے تو وہ ایسے کاموں سے دور رہتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ، غلط کاموں پر سزا اور اچھے کاموں پر جزا کا رواج بھی مددگار ثابت ہوتا ہے۔

دنیا بھر میں 87 کروڑ انسان ....بھوک کا شکار

انٹرنیشنل فوڈ پالیسی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ اور ویلتھ ہنگر لائف این جی اوز کی جانب سے دنیا بھر میں بھوک و افلاس سے متعلق 2013ء کے سالانہ انڈکس کے مطابق دنیا بھر میں کافی غذائی اشیاء کی موجودگی کے باوجود اب بھی 87 کروڑ انسان بھوک کا شکار ہیں۔ گلوبل ہنگر انڈیکس کے مطابق سب سے زیادہ متاثر اریٹریا اور برونڈی جیسے ممالک ہیں۔ ان دونوں ممالک کی بھوک کی صورتحال نہایت سنگین ہے جبکہ دنیا کہ 16 دیگر ممالک میں صورتحال بہت زیادہ تشویشناک اور 37 کی محض تشویشناک بتائی جارہی ہے۔ ان میں سے زیادہ تر ممالک کا تعلق جنوبی ایشیاء سے ہے۔ انڈیکس کے مطابق بھوک و افلاس کے شکار ممالک میں پاکستان 57 اور بھارت 63ویں نمبر پر ہے۔ جبکہ چین چھٹے، سری لنکا 43ویں، بنگلہ دیش 58ویں نمبر پر ہے۔ رپورٹ کے مطابق سماجی عدم مساوات اور تعلیم کی کمی اس خطے میں بھوک اور افلاس کی بڑی وجوہات ہیں۔

حیرت انگیز

دنیا کا خطر ناک ترین جھولا

مختلف قسم کے جھولوں پر تفریح کرتے تو آپ نے بہت سے لوگ دیکھے ہونگے لیکن یہ جھولا جھولنا واقعی کچھ کم ہمت کا کام نہیں۔ لاطینی امریکی ملک ایکیواڈور میں خطرات سے کھیلنے والے افراد کی تفریح کیلئے پہاڑ کے کنارے 2,660 میٹر کی بلندی پر دنیا کا خطر ناک ترین جھولا نصب کیا گیا ہے۔ ہرے بھرے پہاڑوں کے درمیان نصب اس جھولے کو ایک درخت کیساتھ باندھا گیا ہے جسکے قریب موجود ایک ٹری ہاؤس اسکی دلکشی میں مزید اضافہ کر دیتا ہے۔ اس جھولے میں بیک وقت ایک ہی فرد جھول سکتا ہے تاہم گہری کھائی اور اونچائی کے خوف سے جھولا جھولنے اور انھیں دیکھنے والے افراد کی چیخیں نکل جاتی ہیں۔

ماحول

فضائی آلودگی سرطان کی بنیادی وجہ

دنیا کے مختلف خطوں میں سن 2010ء میں پھیپھڑوں کے کینسر سے ہلاک ہونے والے دو لاکھ 23 ہزار افراد بنیادی طور پر فضائی آلودگی کا نشانہ بنے۔ اقوام متحدہ کے ادارے ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن WHO نے کہا ہے کہ ہوا میں موجود مضر صحت مادے انسانوں میں سرطان کی اہم وجہ ہیں۔ عالمی ادارہ صحت نے فضائی آلودگی کو باقاعدہ طور پر کارسینوجینک کا درجہ دے دیا ہے۔

کارسینوجینک انسانوں میں سرطان کا باعث بننے والے مادوں کو کہا جاتا ہے۔ یہ مادے انسانی جسم کی جینیات پر حملہ آور ہونے یا جسم میں خلیوں کے بننے اور ٹوٹنے کے عمل یا میٹابولزم کو متاثر کرنے کا باعث بنتے ہیں، جس کا نتیجہ سرطان کی صورت میں نکلتا ہے۔

سرطان پر تحقیق کرنے والی بین الاقوامی ایجنسی IARC کا کہنا ہے کہ اس سلسلے میں بھی مضبوط شواہد موجود ہیں کہ فضائی آلودگی انسانوں کو مثانے کا سرطان لاحق ہونے کے خطرات سے بھی دوچار کر رہی ہے۔ اس ایجنسی کا کہنا ہے کہ زمین پر موجود ہوا کارسینوجینک ہے، گو کہ مختلف ممالک میں ہوا میں ان زہریلے مادوں کی شرح مختلف ہے۔

چین سمیت متعدد ممالک فضائی آلودگی کے اعتبار سے انسانی صحت کے لیے انتہائی مضر علاقے ہیں

اس ایجنسی کے مختلف ضرر رساں اشیاء کو کارسینوجینک قرار دینے کے شعبے کے سربراہ کرٹ شٹرائف کے مطابق مختلف علاقوں میں ان مادوں کی ہوا میں موجودگی کی شرح مختلف ہے، تاہم عام ہوا میں سانس لینا یوں ہی ہے، جیسے کسی انسان کو سرطان کے مرض کا مسلسل خطرہ لاحق ہو۔ یہ بالکل یوں ہی ہے، جیسے تمباکو نوشی کرنے والے کسی شخص کے ساتھ بیٹھ کر سانس لینا۔

اس ایجنسی کی نائب سربراہ دانا لومس کے بقول اس مطالعاتی جائزے کے نتائج کے مطابق فضائی آلودگی کا سامنا کرنے والے انسانوں میں پھیپھڑوں کا سرطان لاحق ہو جانے کا خطرہ واضح طور پر بڑھ جاتا ہے۔

Q&A سائنس کارنر

مرتبہ: جمیل احمد صدیقی

ان صفحات پر آپ بھی سائنسی حقائق کے بارے میں دریافت کر سکتے ہیں۔ سوال مختصر اور واضح الفاظ میں تحریر کریں اور اس پتہ پر ارسال کر دیں۔

سائنس کارنر معرفت روحانی ڈائجسٹ 1-D,1/7 ناظم آباد، کراچی

Q: بچپن سے ہی اندھے بہرے گونگے لوگ کس زبان میں سوچتے یا خواب دیکھتے ہیں....؟

(دعا مہران۔ کراچی)

A: ہمیں سوچ کے لیے زبان کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ہم، تصاویر کی صورت میں سوچ سکتے ہیں، تھری ڈی پیٹرن، جسمانی اشاروں، نقل و حرکت، یا ان تجربات سے جو ہم محسوس کرتے ہیں۔

یہاں تک بہرے لوگوں کی بات ہے وہ اشاروں کی زبان استعمال کرتے ہیں اور سوچتے ہوئے بھی وہ آواز کے بجائے انہی ہاتھوں کی تحریکوں سے ہی سوچتے ہیں۔ لیکن ایک بہرا اور نابینا بچہ جو کوئی زبان نہیں سیکھ پاتا ہے اسے سوچنے کے دوسرے طریقوں پر انحصار کرنا پڑتا ہے، تاہم، وہ لمس کے اشاروں کو سمجھتے ہیں اور اسی محسوسات میں سوچتے ہیں۔

مثال کے طور پر مشہور شخصیت ہیلن کیلر (1880 - 1968)، جو 19 ماہ کی عمر میں بینائی، گویائی اور سماعت سے محروم ہو گئیں، وہ محض لمس محسوس کر سکتی تھی۔ اُن کی ٹیچر این مینس فیلڈ سلیوان نے اُنھیں اندھیرے سے نکالا، وہ اس کے ہاتھ پر الفاظ کا املا لکھتیں اور ہیلن کیلر اسی لمس کی زبان کے ذریعے سیکھتیں۔ ایک ماہ کے مختصر عرصے میں وہ ایک ایسے بچے کے ساتھ تبادلہ خیالات کرنے میں کامیاب ہو گئی جو مکمل تاریکی اور خاموشی کی دنیا میں گم تھا۔ ان کے اندر کچھ کر دکھانے کی طلب نے اسے اس مقام پر لا کھڑا کیا، کہ وہ اتنی محرومیوں کے باوجود ایک مصنفہ اور سماجی کارکن بن گئیں۔ وہ باتیں کرنے کے لیے وہ ہونٹوں کو جنبش نہیں دیتی بلکہ وہ انگلیوں کو حرکت دیتی تھیں اور اپنے آپ سے بھی اشاروں کی زبان میں باتیں کرتیں۔

ان میں لمس کی حس اتنی شدید تھی کہ وہ اپنے دوستوں کے ہونٹوں پر آہستگی سے انگلی رکھ کر یہ جان سکتی ہے کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں؟ اسی طرح وہ پیانو اور وائلن کے دستے پر انگلیاں رکھ کر موسیقی کے زیر و بم سے لطف اندوز ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ وہ مشین کے ارتعاش کو محسوس کر کے وائرلیس کا پیغام بھی سمجھ سکتی ہے۔ گلوکار کے گلے پر انگلیاں رکھ کر وہ گانے سے محظوظ ہوتی ہے لیکن بذات خود وہ گا نہیں سکتی۔

Q: کیا گاجر سے واقعی ہماری آنکھیں تیز ہوتی ہیں اور اندھیرے میں دیکھنے میں مدد کرتی ہیں...؟

(فرید احمد۔ کراچی)

A: ہاں بھی اور نہیں بھی!..... گاجر کھانے سے اندھیرے میں دیکھا جاسکتا ہے، یہ افسانوی تصور دراصل دوسری عالمی جنگ کے دوران فضائیہ وزارت کی جانب سے پھیلایا گیا تھا۔ اس خیال سے کہ کہیں جرمن یہ حقیقت نہ جان جائیں کہ برطانوی طیارے رات کو ان کے خفیہ مقامات کی تلاش کے لیے ریڈار استعمال کر رہے ہیں۔ چنانچہ یہ افواہیں پھیلائی گئیں کہ برطانوی پائلٹ غیر معمولی طور پر رات کو بآسانی دیکھنے کے لیے بہت سی گاجر کھا رہے ہیں۔ اور یہ افواہ ایسی پھیلی کہ کئی لوگ آج تک اس پر یقین رکھتے ہیں۔ سائنسدان بتاتے ہیں گاجر میں پائے جانے والے اجزا وٹامن اے کی ایک قسم retinol پر مشتمل ہے۔ جو کہ آنکھوں کے پردے کے لمبوترے خُلیوں میں پائے جانے والے سرخ رنگ کا مادہ rhodopsin کے لیے مفید ہے، آنکھ کا یہ مادہ رات کی بینائی کے لیے اہم سمجھا جاتا ہے۔ اس کی وجہ سے آپ کی آنکھ کم سے کم روشنی کی حالت میں بھی کام کرتی ہے۔ اگر وٹامن اے کی کمی ہے، تو nyctalopia یا رات اندھاپن کا مرض لاحق ہو سکتا ہے۔ جبکہ گاجر کھانے سے آپ آنکھ کی کارکردگی کو بہتر بنانے کے ساتھ ساتھ رات کی نظر کو بہتر بنا سکتے ہیں۔ گاجر کا استعمال آپ کی نظر کو صرف ایک عام صحت مند شخص کے نظر سے تیز کرے گا۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ گاجر کھانے سے مکمل اندھیرے میں دیکھ سکیں گے۔

Q: ہماری آنکھوں کے اوپر ابرُو کیوں ہوتی ہیں....؟

(اقرا راشد۔ کراچی)

A: آنکھ کے اوپر کی محراب نما ہڈی پر دو طرفہ بالوں کی لکیر، جنہیں ہم ابرُو یا بھویں Eyebrows کہتے ہیں۔ دراصل ہماری آنکھوں کو بارش اور پسینے سے محفوظ رکھنے کا کام دیتی ہیں۔ بطور ایک مخلوق کے ہم تمام انسان کسی دوسرے اعضاء کے مقابلے میں سب سے زیادہ آنکھ پر انحصار کرتے ہیں اور بارش یا پسینہ کا پانی ہماری نظر کو دھندلا سکتا ہے۔ ابرو کبھی کبھی دھول مٹی اور سورج کی روشنی سے بھی آپ کی آنکھوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آہستہ آہستہ ہمارے سر اور جسم کے بال گرنا شروع ہو جاتے ہیں مگر ہماری پلک اور ابرُو کے بال سلامت رہتے ہیں۔

انسانی زندگی میں ابرو کا ایک استعمال ہے وہ ہے ابرو کسی سے گفتگو یا تبادلہ خیال کے دوران چہرے کے تاثرات آپ کی بات کے مفہوم meaning اور جذبات emotions کو ظاہر کرتے ہیں اور ان میں ابرُو کا استعمال اہم کردار ادا کرتا ہے۔ یہاں تک کہ مختلف کارٹون میں بھی آپ نے دیکھا ہو گا کہ آنکھوں کے اوپر ایک سادہ لائن ایک چہرہ میں غصہ، خوف یا حیرت کے جذبات ظاہر کرنے کے لئے کافی اہم ہے۔ مغربی محققین کے تجربات کے مطابق کسی واقف چہرے کو پہچاننے میں ہمارے ابرو بے حد اہم کردار ادا کرتی ضروری ہے، اس تجربات میں کچھ لوگوں کو ان کے واقف کاروں کے چہرہ جب بنا ابرو کے دکھائے تو انہیں پہچاننے میں کافی دقت کا سامنا ہوا جبکہ ابرو والے چہرے زیادہ آسانی سے پہچان لیے گئے۔

Raashda Iffat Memorial
Campaign for Health & Hygiene

سیسہ..... ہوا میں تیرتا زہر

بیٹریاں بنانے والی صنعتوں میں بڑے پیمانے پر سیسے کا استعمال ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ تعمیراتی سامان میں بھی اس کی اہمیت ہے۔ خاص طور پر رنگ بنانے والی فیکٹریوں اور صنعتوں میں اسے استعمال کیا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں متعدد کیمیکل فیکٹریوں میں بھی سیسے کا بڑے پیمانے پر استعمال ہو رہا ہے۔

آج کے ترقی یافتہ دور میں صنعتی سطح پر جس طرح لیڈ یعنی سیسے کا استعمال ہو رہا ہے، یہ خطرے کی گھنٹی ہے کیونکہ سیسہ ایک انتہائی خطرناک زہر ہے۔ موٹر گاڑیوں کے دھویں کی وجہ سے فضا میں سیسے کی آلودگی کی سطح خطرناک حد تک بڑھ چکی ہے۔

سیسہ، زمین کی بالائی سطح میں تقریباً 200 ملی گرام فی کلو گرام پر شامل ہے۔ یہ کرۂ ارض کی مٹی اور ہوا میں بھی شامل ہے۔

مختلف ذرائع سے تقریباً انیس ہزار ٹن سالانہ مزید خارج ہو کر ہوا میں شامل ہو رہا ہے۔

سیسہ فضا کو آلودہ کر رہا ہے۔ اس لیے انسان یہ سوچنے پر مجبور ہو چکا ہے کہ اپنے ماحول اور اپنے آپ کو سیسے سے کس طرح بچائے؟ فضا میں بڑی مقدار میں سیسہ شامل ہونے سے لاکھوں افراد مختلف بیماریوں میں مبتلا ہو رہے ہیں اور لاکھوں بچوں میں سیسے کے مہلک اثرات کی وجہ سے ذہنی بیماریاں جنم لے رہی ہیں۔

سیسے کا انسانی خون میں شامل ہونا ایک انتہائی خطرے کی علامت ہے۔ اس سے انسان میں بے ہوشی کے دورے، نفسیاتی بیماریاں اور خون کی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔

سیسہ چھوٹے بچوں میں ذہنی نشوونما کے ساتھ ساتھ جسمانی نشوونما کو بھی متاثر کرتا ہے۔ بچوں کی

دنیا بھر میں کُل 29 مقامات ہیں جنہیں ماہرین صحت نے سیسہ کی آلودگی کی بنا پر خطرناک قرار دیا ہے ان میں پاکستان، بھارت، بنگلہ دیش، انڈونیشیا، افریقی ممالک شامل ہیں۔

ذہانت، چستی، پھرتی، تعلیم وغیرہ کی صلاحیت اس سے متاثر ہوتی ہے اور بچوں پر اس کے منفی اثرات ایک طویل عرصے تک برقرار رہتے ہیں۔

1970ء میں یہ بتایا گیا کہ خون میں سیسے کی مقدار 60 مائکروگرام فی ڈیسی لیٹر سے بڑھ جائے تو پھر بیماریوں کی ابتدا ہو جاتی ہے اور مختلف ذہنی امراض جنم لیتے ہیں۔ بہرحال یہ ایک حقیقت ہے کہ انسانی خون میں سیسے کی مقدار خواہ کتنی ہی کم کیوں نہ ہو، یہ خطرے کی علامت ہوتی ہے، کیوں کہ قدرتی طور پر انسانی خون میں سیسہ شامل ہی نہیں ہے۔ آج یہ حقیقت تسلیم کی جارہی ہے کہ سیسے کی معمولی سی مقدار بھی خون میں شامل ہونے سے بچوں کی بڑھوتری متاثر ہونے لگتی ہے۔ امریکا کی نیشنل اکیڈمی آف سائنس کی ایک رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ اگر بچوں کے خون میں سیسے کی معمولی سی مقدار مثلاً ۱۰ مائکروگرام فی ڈیسی لیٹر بھی شامل ہو جائے تو اس سے بچوں کی ابتدائی نشوونما متاثر ہوجاتی ہے اور بالغ ہونے کے بعد بھی اس کے اثرات انسان میں برقرار رہتے ہیں۔

نیشنل اکیڈمی آف سائنس سے یہ رپورٹ موصول ہونے کے بعد امریکا میں بیماریوں کے تدارک کا ادارہ خون میں 10 مائکروگرام فی ڈیسی لیٹر سیسے کو انسانی صحت کے لیے سخت مضر قرار دے چکا ہے۔ اس کے علاوہ آسٹریلیا، نیوزی لینڈ اور یورپ کے متعدد ممالک میں 10 مائکروگرام فی ڈیسی لیٹر کی مقدار کو انسانی صحت کے لیے انتہائی نقصان دہ قرار دیا جا چکا ہے۔

واضح رہے کہ کراچی میں بقائی یونیورسٹی اور بقائے ماحول کی عالمی تنظیم (آئی یو سی این) کے ایک سروے کے مطابق کراچی میں ٹریفک پولیس کے سپاہیوں اور انسپکٹروں کے خون میں سیسے کی مقدار 50 مائکروگرام فی ڈیسی لیٹر ہو چکی ہے۔ آٹھ گھنٹے مسلسل سڑکوں پر ڈیوٹی دینے اور گاڑیوں سے خارج ہونے والے سیسے کے ذرات جذب کرنے سے ٹریفک کے سپاہیوں اور انسپکٹروں کو کئی بیماریاں لاحق ہو رہی ہیں۔

امریکا میں بیماریوں کے تدارک کے ادارے کے مطابق خون میں سیسے کی مقدار 45 مائکروگرام فی ڈیسی لیٹر ہو جائے تو 48 گھنٹوں کے اندر متاثرہ شخص کو معالج کے پاس پہنچانا ضروری ہے اور 70 مائکروگرام فی ڈیسی لیٹر سے زیادہ ہو جائے تو فوراً اسپتال میں داخل کرنا ضروری ہے اور اگر یہ مقدار مزید بڑھ کر 120 مائکروگرام فی ڈیسی لیٹر ہو جائے تو موت بھی واقع ہو سکتی ہے۔

شیر خوار بچوں کے مرکزی اعصابی نظام چونکہ تیزی سے بڑھتے ہیں، اس لیے شیر خوار بچوں پر سیسہ بہت جلد اپنا اثر دکھاتا ہے۔ برصغیر میں عموماً بچوں کی آنکھوں میں غیر معیاری سرمہ لگایا جاتا ہے جس میں سیسے کی کافی مقدار شامل ہوتی ہے۔ جب بچے اپنی آنکھیں ملتے ہیں اور انگلیاں منہ میں ڈالتے ہیں تو یہ زہر براہ راست ان کے پیٹ میں اتر جاتا ہے۔ مرکزی اعصابی نظام کے علاوہ سیسہ بچوں میں دوسری بیماریوں کا موجب بھی بنتا ہے۔

اگر انسانی خون میں 5 مائکروگرام فی ڈیسی لیٹر سیسہ شامل ہو جائے تو اس سے خون کے سرخ جسیموں کی کارکردگی رفتہ رفتہ متاثر ہونے لگتی ہے اور انسان میں ہائی بلڈ پریشر کے امراض بھی جنم لیتے ہیں۔ صحت کے ایک امریکی ادارے کی تحقیق کے مطابق سیسہ گردوں کی بیماری کے علاوہ متعدد جنسی بیماریوں کا سبب بھی بنتا ہے۔ سیسے کے سب سے زیادہ مہلک اثرات شکم مادر میں پرورش پانے والے بچے پر پڑتے ہیں۔

ایسی ادویہ متعارف ہو چکی ہیں جو خون سے سیسہ الگ کر دیتی ہیں، لیکن یہ دوائیں بہت مہنگی ہیں اور انسانی جسم کے لیے کسی حد تک خطرناک بھی ہیں۔ ان کے استعمال سے، بہت سی پیچیدگیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔

سیسے کے زہر سے بچنے کا واحد حل یہ ہے کہ اس زہر کو فضا میں شامل ہونے نہ دیا جائے۔ اس کے ذرات اور بخارات دھوئیں میں شامل ہو کر سانس کے ذریعے اور مٹی میں شامل ہو کر، سبزیوں اور اناج میں سرایت کر کے کھانے کے راستے ہمارے جسم میں داخل ہوتے ہیں، اس لیے ضروری ہے کہ سیسے کی آلودگی پر قابو پایا جائے اور عام افراد کو اس بارے میں آگاہ کیا جائے۔

اس کے علاوہ سیسہ گاڑیوں کے دھوئیں سے بھی خارج ہو کر فضائی آلودگی کا سبب بنتا ہے۔ یہ صورت حال پاکستان کے بڑے شہروں میں انتہائی تشویش ناک ہے۔ شہر کراچی میں بھی ساڑھے آٹھ لاکھ سے زیادہ گاڑیاں دھوئیں کے ذریعے سے یومیہ دو سو ٹن سے زیادہ سیسہ خارج کر کے کراچی کو آلودہ کر رہی ہیں۔

کراچی کی انتظامیہ اور حکومت سندھ کی ماحول کے تحفظ کی ایجنسی متعدد بار دھواں چھوڑنے والی گاڑیوں کے خلاف کراچی میں مہم چلا چکی ہیں، لیکن اب تک ان کا نتیجہ صفر رہا ہے۔

سیسے کا اخراج ریل گاڑیوں کے دھوئیں اور ہوائی جہازوں سے بھی ہوتا ہے جس سے ہمارا ماحول روز بروز آلودہ ہو رہا ہے۔ ہمارے ملک میں حکومتی سطح پر اس طرف توجہ بالکل نہیں دی جارہی ہے کہ سیسے کی آلودگی کو موثر طریقے سے کم کیا جائے۔ اگر اس طرف توجہ نہ دی گئی تو ہم اپنی نسل کو خود اپنے ہاتھوں سے تباہ و برباد کر دیں گے۔

☀

Infertility
اولاد میں تاخیر

اولاد اللہ تعالیٰ کی عظیم ترین نعمتوں سے ہے۔ اولاد کی خواہش ایک قدرتی امر ہے۔ شادی کے بعد کسی جوڑے کی ہاں اولاد ہونے میں تاخیر ہونے لگے تو نہ صرف وہ میاں بیوی بلکہ ان دونوں کے والدین اور بہن بھائی بھی فکر مند ہوتے ہیں۔ سسرال ہو یا عورت کا میکہ شادی کے بعد دونوں جگہ اس جوڑے کے ہاں سے خوشیوں کی خبر کا انتظار شروع ہو جاتا ہے۔ شادی کے چھ سات ماہ بعد بھی دلہن کا "پاؤں بھاری" ہونے کی خبر آئے تو بعض گھرانوں میں دلہن سے سوالات شروع ہو جاتے ہیں۔

کیوں بھئی.... خوش خبری کب تک آئے گی....؟

تم دونوں کے کیا ارادے ہیں.... کیا کوئی احتیاط چل رہی ہے....؟ اور اسی نوعیت کے دیگر سوالات

کسی جوڑے کے ہاں اولاد ہونے میں تاخیر ہو تو زیادہ تر سوالات عورتوں سے ہی کئے جاتے ہیں۔

ان حقائق کے پیش نظر اولاد ہونے میں تاخیر کا ذمہ دار اولاً عورت کو ہی سمجھا جاتا ہے لیکن ایسی صورت میں خرابی مرد میں بھی ہو سکتی ہے۔ اولاد میں تاخیر ہو رہی ہو تو شوہر اور بیوی دونوں ہی کو معالج سے ملنا چاہیے۔

حکیم وقار یوسف عظیمی
فاضل الطب، پی ایچ۔ڈی۔ کراچی یونیورسٹی
حکیم محمد عبدالسمیع
بی ای ایم ایس، ایم فل، پی ایچ۔ڈی اسکالر
حکیم مسز وسیم فاطمہ
بی ای ایم ایس۔

بیٹے کے سہرے کے پھول کھلتے ہی ماں باپ کے دل میں پوتا پوتی کو اپنی گودوں میں کھلانے کی خواہش شدت اختیار کر لیتی ہے۔

بشیر بھائی اور فہمیدہ آپا کے ہاں شادی سے پہلے تو والدین اور بہن بھائیوں، بیٹے دولہا جی کے لیے چاند سی دلہن لانے کی تذکرے تھے۔ جب رشتہ طے ہو گیا اور شادی کی تاریخ مقرر ہو گئی۔ شادی کی تقریب گھر بھر کا موضوع گفتگو بن گئی۔ شادی والے دن دلہن کا جوڑا کیسا ہوگا، ولیمے میں دلہن کے لیے کس رنگ کا جوڑا بنایا جائے، دلہا کے بہن بھائی، بھابھیاں، بہنوئی شادی اور ولیمے میں کیا کیا پہنیں گے۔

مہمانوں کی فہرستیں، کارڈ کے ڈیزائن اور مضمون کا انتخاب، مہمانوں کی دعوت کارڈ بھجوانا، شادی ولیمے کے دیگر انتظامات.... اور جب شادی ہو گئی۔ دلہن گھر لے آئے تو اکثر گھرانوں میں فوراً ہی ایک پیارے سے بچے کا انتظار شروع ہو جاتا ہے۔ گویا سہرے کے پھول کھلنے کے بعد گلشن میں نئے پھول کھلنے کا انتظار شروع ہو جاتا ہے۔

عالیہ اور ظہیر کی شادی کو سات ماہ ہو چکے تھے۔ ظہیر اپنے پانچ بہن بھائیوں میں تیسرے نمبر پر تھے۔ ظہیر سے بڑی دونوں بہنوں کی شادی ہو چکی تھی اور دونوں بہنوں کے ہاں شادی کے پہلے سال میں اولاد ہو گئی تھی۔

شادی کے سات ماہ بعد بھی جب عالیہ نے طبیعت کی خرابی اور املی کھانے کی خواہش کا اظہار نہ کیا تو فہمیدہ آپا نے اپنی بہو سے پوچھ ہی لیا۔

بیٹی سب ٹھیک ہے۔ کہیں تم دونوں نے کچھ اور تو نہیں سوچا ہوا ہے۔ کوئی احتیاط وغیرہ تو نہیں چل رہی۔

نہیں امی.... میں تو خود بے قرار ہوں کہ آپ سب کو خوش خبری سناؤں مگر نجانے کیوں تاخیر ہو رہی ہے۔ میں نے دو تین بار ظہیر سے کہا بھی کہ دیر کیوں ہو رہی ہے لیکن انہوں نے میری بات ہنس کر ٹال دی۔

شام کو فہمیدہ آپا نے اپنے بیٹے سے بات کی۔

ایسی بھی کیا جلدی ہے۔ ابھی شادی کو دن ہی کتنے ہوئے ہیں۔

تمہاری بات ٹھیک ہے لیکن تم یہ بھی تو دیکھو کہ سارے خاندان میں انتظار ہو رہا ہے۔

اپنی والدہ کے شدید اصرار پر ظہیر نے ڈاکٹر کے پاس جانے کی حامی بھر لی۔

ڈاکٹر نے ظہیر اور عالیہ کے کچھ ٹیسٹ کروائے۔ ان ٹیسٹ رپورٹس سے پتہ چلا کہ ظہیر تو بالکل ٹھیک ہیں البتہ عالیہ کو کچھ علاج کی ضرورت ہے۔ معلوم ہوا کہ اندرونی ورم کی وجہ سے عالیہ Conceive نہیں کر پا رہی۔ تقریباً تین ماہ علاج کے بعد عالیہ کا پاؤں بھاری ہو گیا۔ اس خبر کا ملنا تھا کہ سارے گھرانے میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔

❋❋❋

حافظ صاحب کی شادی کو تین سال ہو چکے تھے۔ حمل میں تاخیر ہونے پر جب انہوں نے اپنے اور اپنی بیگم کے ٹیسٹ کروائے تو پتہ چلا کہ ان کی بیگم صاحبہ تو ٹھیک ہیں، حافظ صاحب کو علاج کی ضرورت ہے۔ وہ کچھ عرصے تک مختلف ڈاکٹروں کے زیر علاج رہے لیکن انہیں افاقہ نہیں ہوا۔ کچھ ڈاکٹروں نے ان سے یہ تک کہہ دیا کہ آپ کے ہاں قدرتی طریقے سے اولاد نہیں ہو سکتی اسلیے آپ IVF کروالیں۔

ڈاکٹروں کی متضاد آرا سن کر حافظ صاحب نے حکیم عبدالسمیع سے رابطہ کیا۔ حکیم عبدالسمیع بتاتے ہیں کہ ان کی رپورٹس پڑھ کر میں نے انہیں بتایا کہ آپ کے کیس میں کوئی خاص پیچیدگی معلوم نہیں ہوتی۔ انشاء اللہ مناسب دوائی علاج سے آپ ٹھیک ہو جائیں گے اور انشاء اللہ آپ کے ہاں اولاد ہوگی۔

ہربل ادویات سے حافظ صاحب کا علاج ہوا اور اللہ کا شکر ہے کہ چند مہینوں بعد ان کی رپورٹس نارمل ہو گئیں اور ان کی بیگم صاحبہ نے Conceive کر لیا۔

بے شک اللہ ہی زندگی عطا فرماتا ہے اور وہی رزق عطا فرماتا ہے اور اللہ ہی اولاد عطا فرماتا ہے۔

امراض کا علاج بھی اللہ نے اتارا ہے ادویات میں شفائی کی تاثیر بھی اللہ کی طرف سے ہے۔

❋❋❋

اوپر بیان کردہ واقعات میں ایک خاتون اور ایک صاحب ماشاء اللہ چند ماہ کے قدرتی علاج سے ٹھیک

ہوگئے۔ انہیں اولاد کی خوشیاں مل گئیں۔

اولاد ہونے میں تاخیر کی کئی وجوہات ہوسکتی ہیں۔ ہمارے معاشرے کا عام چلن یہ ہے کہ شادی کے بعد اولاد میں تاخیر ہو تو پہلے خاتون اپنے علاج کی کوشش کرتی ہیں۔ اولاد ہونے میں تاخیر ہورہی ہو تو مرد اور عورت دونوں کو معالج سے مل کر اپنا چیک اپ کروانا چاہیے۔ ہوسکتا ہے کہ عورت میں کوئی مرض ہو۔ کبھی مرد میں کوئی نقص ہوسکتا ہے۔ بعض مرتبہ دونوں میں کوئی نہ کوئی سبب پایا جاتا ہے۔ بعض ایسے کیسز بھی مشاہدے میں آئے جہاں مرد اور عورت دونوں کی سب رپورٹس بالکل ٹھیک تھیں لیکن پھر بھی ان کے ہاں اولاد نہیں ہورہی تھی۔

میاں بیوی کے درمیان ازدواجی تعلقات بالکل ٹھیک ہوں لیکن پھر بھی اولاد نہ ہورہی ہو تو اس کیفیت کو طبی اصطلاح میں انفرٹیلیٹی (Infertility) کہا جاتا ہے۔ انفراٹیلیٹی کی دو نمایاں اقسام ہیں۔

ایک کو پرائمری اور دوسری کو سیکنڈری انفرٹیلیٹی کہا جاتا ہے۔

شادی کے بعد ازدواجی تعلقات ٹھیک طرح انجام پاتے رہنے کے باوجود ایک ڈیڑھ سال تک اولاد نہ ہو تو اسے پرائمری انفراٹیلیٹی کہا جاتا ہے۔

اولاد ہونے کے بعد کچھ عرصہ احتیاط کی جائے اور احتیاط ختم کرنے کے باوجود ایک ڈیڑھ سال تک حمل قرار نہ پائے تو اسے سیکنڈری انفرٹیلیٹی کہا جاتا ہے۔

انفرٹیلیٹی کی وجوہات کبھی عورت میں ہوتی ہیں اور کبھی مرد میں۔ مردوں میں انفرٹیلیٹی کی وجوہات میں تخلیق کا سبب بننے والے جرثوموں کی تعداد کا طبعی تعداد میں کم ہونا یا ان کی حرکت کا کم ہونا نمایاں ہیں۔

خواتین میں انفرٹیلیٹی کی وجوہات میں ماہانہ ایام

> اولاد ہونے میں تاخیر ہورہی ہو تو مرد ا
> عورت دونوں کو معالج سے مل کر اپنا چیک اپ ک
> چاہیے۔ ہوسکتا ہے کہ عورت میں کوئی مرض ہو۔ ک
> مرد میں بھی کوئی نقص ہوسکتا ہے۔ بعض مرتبہ دو
> میں کوئی نہ کوئی سبب پایا جاتا ہے۔ بعض ایسے کیسز
> مشاہدے میں آئے جہاں مرد اور عورت دونوں کی س
> رپورٹس بالکل ٹھیک تھیں لیکن پھر بھی ان کے ہ
> اولاد نہیں ہورہی تھی۔

میں بے قاعدگی، اندرونی ورم، انفیکشن، بیضہ کے سائز کم ہونا یا بیضہ نہ بننا، فلیوپین ٹیوبز Fallopian Tubes) کی تنگی یا بندش وغیرہ نمایاں وجوہات ہیں۔

انفرٹیلیٹی کے علاج کے لیے ایلوپیتھک کے ساتھ ساتھ الٹرنیٹو تھراپی مثلاً حکمت، ہومیوپیتھک اور د تھراپیز کے تحت بھی تحقیق یا علاج جاری ہے۔

مردانہ انفرٹیلیٹی کے علاج میں کئی قدرتی اجز نہایت اعلیٰ شفابخش اثرات کے حامل ہیں۔ ان بوٹیوں یا دیگر قدرتی اجزاء کے استعمال سے مرد جرثوموں کی تعداد میں اضافہ یا ان کی حرکت کی تیز میں اضافہ ہوسکتا ہے۔

خواتین کے ماہانہ نظام میں بے قاعدگی دور کر اور انفرٹیلیٹی کے دیگر وجوہات کے تدارک کے لیے بھی کئی قدرتی اجزاء شفابخش تاثیر رکھتے ہیں۔ حکمت کے کئی نسخے ایسے ہیں جن کے استعمال سے بیضہ کے سائز کی کمی کا مسئلہ بھی حل ہوسکتا ہے۔

جاری ہے۔

(انفرٹیلیٹی کے موضوع پر مزید تفصیلات روحانی ڈائجسٹ کے آئندہ شماروں میں ملاحظہ فرمائیں)

*

انار

کے دانوں میں ذائقہ بھی ہے اور شفا بھی

انار کے بارے میں بچپن سے سنتے آئے ہیں کہ یہ جنتی پھل ہے اور اس کے ہیروں جیسے دانوں میں ایک دانہ جنت کا ہوتا ہے لہٰذا اسے کاٹتے، چھیلتے اور کھاتے وقت بہت احتیاط سے کام لینا چاہیے تاکہ ہم اس مفید دانے کے حصول میں بامراد ہوں۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ وہ دانہ صرف قسمت والوں ہی کے ہاتھ آتا ہے۔ روایت کے مطابق ہوتا یوں ہے کہ وہ دانہ کہیں نہ کہیں ضرور گر جاتا ہے اور گرتا بھی ایسی جگہ ہے جہاں سے اٹھانے کو جی نہیں چاہتا، یوں یہ قیمتی دانہ ضائع ہوجاتا ہے لہٰذا انار کو ہمیشہ خاص احتیاط سے کاٹیے اور کھائیے۔

ظاہری خوبصورتی کے ساتھ ساتھ لذت سے بھرپور انار مجسم شفا بھی ہے۔

انار کا آبائی وطن ایران اور افغانستان ہے۔ وہاں سے یہ برصغیر پہنچا۔ انار کے درخت کی عمر کافی زیادہ ہوتی ہے۔ عام طور پر اپنی پیدائش کے تین چار سال بعد پھل دینے لگتا ہے لیکن ماہرین کے مطابق اس پر اچھا رسیلا پھل عموماً دس یا بارہ سال بعد لگتا ہے۔ ایک صحت مند درخت چالیس پچاس سال تک پھل دیتا ہے۔

غذا کی صلاحیت

انار کے سو گرام خوردنی حصے میں پچھتر فیصد رطوبت، چھ اعشاریہ ایک فیصد پروٹین، ایک اعشاریہ صفر فیصد چکنائی، سات اعشاریہ صفر فیصد معدنی اجزاء، ایک اعشاریہ پانچ فیصد ریشے اور پانچ اعشاریہ چودہ فیصد نشاستے پائے جاتے ہیں۔ اس کے سو گرام معدنی اور حیاتینی اجزاء میں کیلشیم دس ملی گرام، فاسفورس ستر ملی گرام، فولاد تین اعشاریہ صفر ملی گرام، وٹامن سی سولہ ملی گرام اور کچھ مقدار میں وٹامن بی کمپلیکس شامل ہے۔ ایک سو گرام انار انسانی جسم کو پینسٹھ حراروں کے مساوی توانائی فراہم کرتا ہے۔

اسہال

ماہرین طب انار کو اسہال کے مرض میں مفید بتاتے ہیں۔ اسہال کے مریض کو وقفے وقفے سے تقریباً پچاس ملی لیٹر کا رس پلایا جائے، تو افاقہ ہوگا۔

اسہال میں انار کا "ملک شیک" بھی مفید ہے۔ اگر ملک شیک نہ بنانا چاہیں تو انار کا رس دہی میں ملا کر دیں اس میں نمک اور کالی مرچ بھی شامل کریں۔ یہ محض دوا ہی نہیں مکمل غذا بھی ہے۔ چھوٹے بچوں کو اسہال میں انار کی کونپلوں کی چٹنی بنا کر بھی دن میں تین چار مرتبہ دی جاتی ہے۔

پیٹ درد

انار (ترش یا شیریں) کے دانے نکالیے، پھر ان پر

نمک اور کالی مرچ چھڑک کر تقریباً سو گرام کھائیے۔

پیچش

پیچش کے مریض کو دن میں دو تین مرتبہ تھوڑا تھوڑا انار کا رس پلائیں یا انار کے دانے کھلائیں۔

سنگرہنی

انار کا رس اس مرض میں بھی بہت مفید بتایا جاتا ہے۔

بخار

انار کا رس دافع بخار بھی ہے۔

پیٹ کے کیڑے

اس مرض میں انار کی چھال کا کاڑھا نہایت مفید ہے۔ طریقہ یہ ہے کہ چوبیس گرام انار کی چھال کوٹ کر اسے سولہ گنا زیادہ پانی میں ڈال کر ابالیں اور آہستہ آہستہ ہلکی آنچ پر پکنے دیں۔ جب چوتھائی حصہ پانی رہ جائے تو اتار کر ٹھنڈا کر کے چھان لیں اور اس میں چھ گرام کالا نمک ڈال کر مریض کو پلائیں۔

بھوک بڑھانے کے لیے

ہاضمے کی درستگی اور بھوک بڑھانے میں انار کو بتایا ہے۔ اس پھل کو اپنی روزمرہ غذا میں شامل کیجیے۔ اس سے معدہ صحت مند اور فعال رہے گا۔ جب معدہ ٹھیک ہو گا تو جسم بھی تندرست رہے گا۔

گردے اور مثانے کی پتھری

کھٹے یا میٹھے دونوں قسم کے انار کے دانے پتھریوں کے علاج کے لیے مفید ہیں۔ بتایا جاتا ہے کہ دن میں تین مرتبہ دانے (بیج) اچھی طرح پیس کر چنے کے شوربے کے ساتھ کھلانے سے گردے اور مثانے کی پتھریاں تحلیل ہو جاتی ہیں۔

دانتوں اور مسوڑھوں کی تکلیف

انار کے خشک چھلکے کا سفوف کالی مرچ اور نمک کے ساتھ بطور منجن استعمال کیا جائے تو دانتوں اور مسوڑھوں کی کئی تکالیف سے نجات مل جاتی ہے۔ اس کے باقاعدہ استعمال سے مسوڑھے مضبوط ہو جاتے ہیں۔ خون رسنا بند ہو جاتا ہے۔ دانت موتی کی طرح چمکنے لگتے ہیں۔

احتیاط

انار کا پھل کاٹنے کے فوراً بعد استعمال کرلینا چاہیے۔ وگرنہ اس کے بیج اپنی رنگت کھونے لگ جاتے ہیں۔ انار کھاتے ہوئے تمباکو نوشی نہیں کرنا چاہیے۔ اس سے انتڑیوں پر برے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

خواتین جوڑوں کے درد کا زیادہ شکار ہوتی ہیں: تحقیق

جوڑوں کا درد ایک تکلیف دہ بیماری ہے جو عموماً عمر رسیدہ افراد کو لاحق ہوتی ہے۔ مریضوں میں اکثریت خواتین کی ہوتی ہے۔ زیادہ تر عمر رسیدہ افراد جوڑوں کی بیماری میں مبتلا ہوتے ہیں۔ طبی ماہرین کے مطابق ہر سو میں سے دس افراد اس مرض میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اسے ریموٹائیڈ آرتھرائیٹس بھی کہا جاتا ہے۔ بیماری میں جسم کے کئی جوڑ متاثر ہوتے ہیں جس سے مریض کے ہاتھ پاؤں کی انگلیاں سوجھ جاتی ہیں اور ہڈیوں میں درد محسوس ہونے لگتا ہے۔ جوڑوں کے درد میں مبتلا افراد میں مردوں کی نسبت خواتین کی تعداد زیادہ ہے۔ جوڑوں کے درد کی ایک وجہ چپٹی یا مثلث نما ہڈی کا کم یا ختم ہو جانا ہوتا ہے۔ جس کے سبب ہڈی سے ہڈی ٹکرانا شروع ہو جاتی ہے جو شدید درد کا باعث بنتی ہے۔ طبی ماہرین کے مطابق شوگر کے مرض میں مبتلا افراد کو جوڑوں کا درد لاحق ہونے کا خطرہ پچاس فیصد تک ہوتا ہے۔

صحت مند زندگی

انسان اور بیماری کا تعلق اتنا ہی پرانا ہے جتنی انسانی تاریخ۔ انسانیت روزِ آفرینش سے اپنی بقا کی جنگ لڑ رہی ہے، اس عرصے میں بیماریوں سے نبرد آزما انسان نے کتنے ہی ایسے طریقوں تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کی جن سے شفا حاصل ہو سکتی تھی، انسانی ارتقاء کے اس سفر میں تکالیف اور بیماریوں سے نمٹنے کے لیے نت نئے طریقہ علاج تلاش کیے گئے ہیں اور اب جدید دور میں جہاں نت نئی بیماریاں ظاہر ہو رہی ہیں وہیں جدید طریقہ علاج بھی موجود ہیں مگر اکیسویں صدی میں جبکہ سائنس و ٹیکنالوجی نے بہت سی انسانی بیماریوں پر قابو پالیا ہے بعض اوقات ایسے عوامل سے بھی واسطہ پڑتا ہے جن سے چھٹکارہ پانا ممکن نظر نہیں آتا۔

ایک طرف اگر ایڈز، کینسر، ڈینگی وائرس اور سوائن وائرس کے بخار اور دیگر پیچیدہ جسمانی بیماریوں نے انسانی زندگی کو مات دینی شروع کر دی ہے، دوسری طرف ڈپریشن، اسٹریس، فوبیا، آٹزم، شیزوفرینیا، الزائمر جیسی ذہنی بیماریوں کے آگے جدید ٹیکنالوجی بھی بے بس نظر آتی ہے۔ ایسے میں کتنے ہی ایسے متبادل طریقہ علاج سامنے آئے جسکے باعث نا صرف کئی بیماریوں سے نپٹا جا سکتا ہے۔

اگر جدید میڈیکل سائنس کے لئے کسی بیماری پہ قابو پانا مشکل ہے تو اور بھی بہت سے طریقہ علاج موجود ہیں جن کے باعث انسان اپنی کھوئی ہوئی صحت و تندرستی کو دوبارہ حاصل کر سکتا ہے۔ ان میں کئی طریقہ کار ایسے بھی ہیں جن کے پیچھے کوئی سائنسی یا عقلی دلیل بظاہر نظر نہیں آتی، جن کی تھیوری کو حتمی طور پر پیش نہیں کیا جاسکتا مگر ان کے اندر کوئی ایسے ماورائی مظاہر موجود ہوتے ہیں جن کے باعث کئی لاعلاج امراض میں مبتلا لوگ تندرست ہو جاتے ہیں۔

آج دنیا بھر میں علاج معالجہ کے ضمن میں ہزاروں ایسے مختلف متبادل طریقہ علاج موجود ہیں جن میں رنگ، روشنی، موسیقی، سانس، مقناطیس، پتھر و جواہرات، پانی، خوشبو اور جڑی بوٹیوں سے علاج کیا جاتا ہے، اس کے علاوہ یوگا، ریکی، مراقبہ، ایکو پنکچر، ایکو پریشر، ریفلیکسولوجی، ہپنوتھراپی، شیاتسو، الیگزینڈر تکنیک، آیورویدا، فینگ شوئی، تائی چی، آئریڈیولوجی، کائنیسولوجی، کی گونگ غرض کہ ایک طویل فہرست ہے، جن کی اہمیت، افادیت اور شفایاب خصوصیات کو جھٹلایا نہیں جاسکتا ہے۔

قارئین کی دلچسپی کے لیے روحانی ڈائجسٹ کے ان صفحات پر دنیا کے معروف متبادل طریقہ علاج پر مضامین کا سلسلہ شروع کیا جا رہا ہے۔

یوگا

یوگا کا تعلق زمانہ قدیم کے مشرق سے ہے، جہاں یوگا کو ایک عبادت جیسا درجہ حاصل تھا، مگر گزشتہ برسوں میں ہونے والی سائنسی تحقیق سے یہ معلوم ہوا ہے کہ جسمانی اور نفسیاتی ورزش کا یہ طریقہ انسانی صحت پر خوشگوار اثرات مرتب کرتا ہے، یوگا سے انسانی جسم کا پورا میٹا بولزم متحرک ہو جاتا ہے اور بیماریوں کے خلاف دفاع کرنے والا نظام مضبوط ہو جاتا ہے۔ دنیا بھر میں وزن کی کمی سے لے کر بلڈ پریشر، سانس کی تکلیف، ڈپریشن، مختلف جوڑوں کے دردوں اور کھچاؤ کی کیفیتوں سے نجات کے لیے یوگا کی مشقوں کی افادیت تسلیم کی گئی ہے۔ اپنی انہی خصوصیات کی بنا پر دنیا بھر میں یوگا کی مقبولیت میں اضافہ ہو رہا ہے۔

سرونگ آسن

طریقہ: زمین پر چاروں شانے چت لیٹ جائیں اور چند لمحے گہرا سانس لے کر جسم کو بالکل ڈھیلا چھوڑ دیں تاکہ آپ کا ذہن اور جسم بالکل پرسکون ہو جائے۔ بازوؤں کو اطراف میں رکھیں۔ پھر دونوں ٹانگوں اور گھٹنوں کو سیدھا رکھتے ہوئے آہستہ آہستہ 90 ڈگری کے زاویہ پر لے آئیں یعنی عمودی پوزیشن میں۔ آپ کا سر اور پیروں کے پنجے بالکل ایک سیدھ میں ہوں۔

اب ہاتھوں سے کمر یا پیٹھ کو تھامتے ہوئے آہستہ آہستہ اوپر کو اٹھیں اور بالکل عمودی حالت میں سیدھے ہو جائیں۔ اس دوران اپنی رانوں اور پنڈلیوں کو آرام کی حالت میں رکھیں۔ اس دوران بازوؤں سے اپنی کمر کو سہارا دے سکتے ہیں۔ دونوں کہنیاں فرش پر ٹکی رہیں۔ ٹانگوں کو اوپر اٹھانے کا عمل آہستگی سے ہونا چاہئے اور سانس بھی آہستہ آہستہ لیتے رہیں۔

اس مشق میں آپ کا جسم عموداً اوپر کی طرف ہوگا جب کہ آپ کے کندھے اور گردن کا عقبی حصہ فرش پر رہے گا۔ دونوں کو ساتھ ساتھ رکھیں۔ گردن سے نیچے کا حصہ تھوڑا سا ابھاریں تاکہ آپ کی تھوڑی سینے پر لگ جائے اس حالت میں اتنی دیر رہیں کہ آپ پیٹ کے ذریعے آہستگی کے ساتھ پانچ یا چھ سانس لے سکیں، اس کے بعد کمر سے ہاتھ ہٹا لیں اور اپنی ٹانگیں تھوڑی سی خمیدہ کر لیں پھر جس طرح آپ نے نہایت آہستہ آہستہ ٹانگیں اوپر اٹھائی تھیں اسی طرح اور اسی زاویہ پر نیچے کرتے ہوئے فرش کے ساتھ لگا لیں اس دوران بھی آپ کا سر فرش کے ساتھ ہی لگا رہنا چاہئے اور اپنی توجہ گلے پر مرکوز رکھیں جہاں تھائی رائڈ گلینڈز واقع ہیں۔

یہ ورزش دن میں کم از کم ایک مرتبہ ایک سے بیس منٹ تک کی جا سکتی ہے تاہم اس کا بہترین دورانیہ ایک سے تین منٹ ہے۔ ایک سیشن میں آپ اسے دوبار کر سکتے ہیں۔ اس کے لئے بہترین وقت علی الصبح اور رات کو سونے سے قبل ہے۔

فوائد: یہ یوگیوں کی من پسند ورزشوں میں سے ایک ورزش ہے اس سے چہرے پر شادابی آتی ہے۔ رنگ صاف ہو جاتا ہے آنکھ، کان، ناک اور گلے کے امراض کے لیے مفید ہے۔ دماغی صلاحیتوں کو اجاگر کر کے یادداشت کو بہتر بناتی ہے۔ جسم میں نئے خون کی افزائش میں مدد دیتی ہے اس ورزش سے انسان کی قوت میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس ورزش سے چہرے پر جھریاں نہیں پڑتیں۔ تھائی رائیڈ گلینڈز کی کارکردگی کو بڑھاتی ہے۔ یہ ورزش خواتین اور مردوں دونوں کے لیے یکساں مفید ہے۔

ریڑھ کی ہڈی کی مضبوطی کے لیے یہ ورزش مفید ہے۔

ہل آسن (Plouge Posture)

طریقہ: دونوں ہاتھوں کو رانوں کے ساتھ ملا کر سیدھے لیٹ جائیں۔ اس بات کا خیال رکھیں کہ ہاتھوں کی ہتھیلیاں زمین کے ساتھ اور انگلیاں آپس میں ملی رہیں۔ اب دونوں پیروں کو ملا کر اس طرح گھٹنوں کو اوپر کی جانب اٹھائیں کہ گھٹنوں میں خم نہ آئے۔ اب پیروں کو چہرے کے اوپر سے لاتے ہوئے سر کے پیچھے کی طرف زمین پر رکھ دیں۔ یہاں اس بات کا خیال رکھیں کہ پیروں کی انگلیاں سر کی جانب مڑی ہوئی ہوں گی اور گھٹنے بالکل سیدھے ہوں گے۔ کمر گردن اور کولہوں کے ساتھ بالکل متوازی ہوگی۔ جب کہ دونوں ہاتھ اپنی جگہ بدستور موجود رہیں گے جو کہ ابتدائی حالت میں تھے۔ اس حالت میں تقریباً دو سے ڈھائی منٹ تک قیام کریں۔ بعد قیام آہستگی سے پیروں کو ملا کر گھٹنوں کو سیدھا رکھتے ہوئے اوپر کی جانب

اٹھائیں۔ اور چہرے کے اوپر سے لاتے ہوئے۔ دوبارہ اپنی ابتدائی حالت میں آجائیں۔ جیسا کہ پہلے سیدھے لیٹے ہوئے تھے۔ ناک کے ذریعے لمبے سانس لے کر منہ سے خارج کریں۔ چند سیکنڈ یہی سانس کا عمل دہرانے کے بعد اسی ورزش کو مزید دو مرتبہ اور دہرائیں۔

فوائد: یہ ورزش بواسیر کے مریضوں کے لیے مفید ہے۔ قبض دور کرتی ہے اور نظام ہاضمہ کو بہتر بناتی ہے۔

پیرا تھائی رائیڈ گلینڈز جو کہ جسم میں کیلشیم جذب کرتے ہیں جن پر غذائی طاقت کا دارومدار ہوتا ہے کی کارکردگی کو بہتر بناتی ہے۔ اس ورزش کے سے ریڑھ کی ہڈی مضبوط ہوتی ہے۔ بالوں اور آنکھوں کے لیے بھی یہ ورزش مفید ہے۔

سرس آسن (Sirsasana Posture)

طریقہ: دونوں گھٹنوں کو جوڑ کر زمین پر گھٹنوں کے بل بیٹھیں۔ دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسرے میں اس طرح جکڑلیں کہ دونوں ہاتھوں کی چھوٹی انگلیاں ایک دوسرے کے بالکل متوازی یا برابر رہیں۔ باقی انگلیوں کی گرفت ایک دوسرے کے ساتھ بندش پیدا کرے۔ اب ہاتھوں کی انگلیوں کو سر کے ابتدائی حصے کے ساتھ ملا کر پیشانی کے اگلے حصے کو زمین پر اس طرح رکھیں کہ دونوں ہاتھوں کی کہنیوں تک کا حصہ انگلش کے لفظ "V" کے مطابق سر کے درمیان سے ہوتا ہوا زمین پر اپنی پکڑ رکھتا ہے۔ یا زمین کے ساتھ لگا رہتا ہے جو جسم کو توازن میں رکھنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔

اب دونوں پیروں کو جوڑ کر سارا دباؤ ہاتھوں پر ڈال کر اوپر کی جانب اٹھائیں یہاں تک کہ جسم ایک سیدھے خط کی صورت میں آجائے اسی حالت میں تین منٹ تک قیام کریں۔ بعد از قیام آہستگی کے ساتھ دونوں پیروں کو ملا کر گھٹنوں کو موڑ کر نیچے کی جانب لائیں اور زمین پر سیدھے لیٹ جائیں اور لمبے سانس ناک سے لے کر منہ سے خارج کریں۔

فوائد: اس ورزش کے کئی فائدے ہیں۔ سانس کو تقویت ملتی ہے۔ اس ورزش کے باقاعدہ کرنے سے دمہ کے مریضوں کو افاقہ ہوتا ہے۔ قبض کو دور کرکے ہاضمہ کی صلاحیتوں کو بہتر بناتی ہے۔ اینڈوکرائن گلینڈز کی کارکردگی کو فعال بناتی ہے۔

چہرہ سرخ اور شاداب ہوجاتا ہے، نظر کی کمزوری رفع ہوجاتی ہے اور آنکھوں میں چمک پیدا ہوجاتی ہے۔ ناک کان، گلہ وغیرہ کے کئی امراض میں بھی اس ورزش سے افاقہ ہوتا ہے۔

(جاری ہے)

اس ورزش کے دسے دورانِ خون کی کارکردگی بہتر ہوتی ہے اور چہرہ سرخ وشاداب ہوجاتا ہے۔

گھر کا معالج

جب ہم کسی مرض میں مبتلا ہوجاتے ہیں تو اس کے لیے کئی ادویات اور کسی اینٹی بائیوٹک کا بھی بے دریغ استعمال کرتے ہیں۔ اگر تھوڑی سی احتیاط سے کام لیا جائے تو بہت سے امراض سے محفوظ رہا جاسکتا ہے، بیمار ہونے کی صورت میں کئی عام امراض کا آسان علاج ہمارے کچن میں بھی موجود ہے۔ کچن ہمارا اشفاخانہ بھی ہے۔ یہاں ہم ایسے چند طبی مسائل کا ذکر کریں گے جن کا حل آپ کے کچن میں بھی موجود ہے۔

سوجی ہوئی آنکھیں، لال ناک، سوں سوں کی آوازیں اور ہاتھ میں رومال، زکام میں مبتلا فرد کی پہچان کوئی مشکل نہیں۔

جدید تحقیق کے مطابق نزلہ زکام کے تقریباً 200 سے زائد وائرس موجود ہیں جن کا نشانہ ہم اکثر و بیشتر بنتے رہتے ہیں۔ بچوں میں زکام میں مبتلا ہونے کا خطرہ زیادہ ہوتا ہے۔

دنیا بھر میں لوگ نزلہ و زکام کا علاج اپنے اپنے طریقے سے کرتے ہیں۔ ماہرین صحت نے ایسے گھریلو نسخے بھی بتائے ہیں جن کے استعمال سے نزلہ و زکام میں افاقہ ہوسکتا ہے۔

عام اور گھریلو ٹوٹکے

❁.... دودھ میں ہلدی، تھوڑا سا ادرک کا رس اور چٹکی بھر پسی کالی مرچ ملا کر پی لیں۔

❁.... مرغی کے چوزے کا شوربہ نزلہ وزکام اور ٹھنڈ میں مفید بتایا جاتا ہے۔ اس سے ناک اور گلے کی سوزش میں بھی فائدہ ہوتا ہے۔ جسم کے سفید خلیے سپاہی کی طرح کام کرتے ہیں جو جسم کو بیمار کرنے والے بیرونی عناصر کی روک تھام کرتے ہیں۔ اس سوپ میں یہ خاصیت پائی جاتی ہے کہ وہ ان سفید خلیوں کو مدد فراہم کرتا ہے۔

❁.... گاجر کا رس تیس گرام، پالک کا رس 125 گرام

ملا کر پینے سے سردی، زکام سے نجات مل جاتی ہے۔

✿.... انجیر پانچ عدد پانی میں ابال کر صبح و شام پیتے رہنے سے میں اضافہ ہوتا ہے۔

✿.... سیاہ مرچ دس عدد رات کو سونے سے پہلے چبا کر اوپر سے گرم گرم دودھ پی لینے سے زکام بند میں بہتری آتی ہے۔

✿.... تلسی کے پتے دس عدد، کالی مرچ پانچ عدد ایک پیالی پانی میں چائے کی طرح ابالیں۔ اس میں سوندھا نمک یا چینی یا گڑ اور دیسی گھی ملا کر پی لینے سے زکام میں فائدہ ہوتا ہے۔

✿.... سرد موسم میں گڑ اور سیاہ تل کے لڈو کھانے سے نزلہ زکام، کھانسی وغیرہ کی بیماریوں میں افاقہ ہوتا ہے۔

سخت سردی میں پرانا گڑ تیس گرام، دہی ساٹھ گرام اور سیاہ مرچ چھ گرام پسی ہوئی ملا کر صبح اور شام کو چند روز استعمال کرنے سے فائدہ ہوتا ہے۔

✿.... زکام میں پندرہ گرام سونف، سات لونگ، آدھا لیٹر پانی میں ابال لیں۔ چوتھائی پانی رہنے پر چینی ملا کر گھونٹ گھونٹ پئیں۔

✿.... سوندھا نمک ایک گرام، دیسی چینی (بورا) چار حصے۔ دونوں ملا کر پیس لیں۔ یہ آدھا چمچ روزانہ تین مرتبہ گرم دودھ کے ساتھ لینے سے زکام ٹھیک ہوتا ہے۔

✿.... دار چینی نزلہ وزکام کا بہترین علاج ہے۔ اس کا موٹا سفوف ایک گلاس پانی میں چٹکی بھر سیاہ مرچ کے سفوف اور شہد کے ساتھ ابال کر پیا جائے تو یہ انفلوئنزا، گلے کی خراش اور ملیریا کا شافی علاج ہے۔ موسم برسات میں اس کا باقاعدہ استعمال انفلوئنزا کے حملے سے روکتا ہے۔ دار چینی کا تیل، شہد کے ساتھ ملا کر استعمال کیا جائے تو زکام سے افاقہ ہوتا ہے۔

✿.... مختلف قسم کی کھانسی اور زکام میں ادرک بہت مفید ہے۔ ادرک سے کشید کیا ہوا عرق شہد کے ساتھ دن میں تین چار مرتبہ لینا سردی، زکام اور کھانسی میں مفید ہے۔

سردی اور زکام کی صورت میں ادرک کو چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں کاٹ کر ایک کپ پانی میں ابالا جاتا ہے۔

ابالنے اور چھان لینے کے بعد اس پانی میں آدھا چائے کا چمچ چینی شامل کر کے گرم گرم پیا جاتا ہے۔

ادرک کی چائے بنانے کے لیے ابلتے ہوئے پانی میں چائے کی پتی ڈالنے سے پہلے ادرک کے ٹکڑے ڈال دیے جاتے ہیں۔ یہ جوشاندہ یا چائے بار بار سردی لگنے اور زکام میں مفید ہے۔

نزلہ وزکام کے لیے سنگترہ مفید پھل ہے، انہیں چاہیے کہ وہ ایک پاؤ سنگترے کا رس نکال کر کسی برتن میں ڈال دیں اور اسے دھیمی آنچ پر چڑھا دیں، جب رس ابلنے لگے تو اس میں چار گرام بنفشہ ڈال کر آگ سے اتار لیں، برتن کا منہ کسی ڈھکن سے بند کر دیں، پانچ منٹ کے بعد اسے ہی چھان کر نیم گرم استعمال کریں۔ دن میں جتنی مرتبہ پیاس محسوس ہو، یہ رس پئیں۔

✿

درخت لگایئے......
صحت بنایئے......
سکون پایئے......

مچھلی غذا بھی امراض سے تحفظ بھی!

ایک امریکی ادارے نیشنل کینسر انسٹی ٹیوٹ کی تحقیق کے مطابق چربی کا زائد استعمال کرنے والے بیشتر افراد سینے، قولون، مثانے کے غدود، رحم، اور لبلبے کے سرطان میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

طبی تحقیق سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ مچھلی میں موجود مختلف اچھی قسم کی چکنائیوں کے استعمال سے جسم کا مدافعتی نظام مستحکم رہتا ہے۔ مچھلیوں کی اچھی قسم کی اس چکنائی کو عرف عام میں اومیگا تھری کہا جاتا ہے اور اس نوعیت کے فیٹی ایسڈز ٹھنڈے سمندروں کی مچھلیوں میں بکثرت پائے جاتے ہیں لیکن اس کا یہ مطلب قطعی نہیں ہے کہ ہمارے سمندر کی چکنی مچھلیاں مفید نہیں ہیں کیونکہ ان کا استعمال کرنے والے بھی صحت مند رہتے ہیں۔ مشاہدے کے بعد علم ہوا ہے کہ مچھلی اور اس کا تیل باقاعدگی سے استعمال کرنے والے کئی امراض سے محفوظ رہتے ہیں مچھلی اور اس کے تیل سے حاصل شدہ اومیگا تھری فیٹی ایسڈز انسانی جسم کی قوت مدافعت کو بڑھاتے ہیں اور اس طرح نہ صرف عام لوگ بیماریوں سے اپنا بچاؤ کر سکتے ہیں بلکہ امراض میں مبتلا افراد کی صحت کی بحالی بھی ممکن ہے۔

ساری دنیا میں امراض قلب کو بڑا قاتل قرار دیا جاتا ہے جبکہ اس کے بعد سب سے زیادہ ہلاکتیں سرطان کی وجہ سے واقع ہوتی ہیں اور یہ حقیقت تسلیم شدہ ہے کہ اس مہلک مرض سے واقع ہونے والی پینتیس سے چالیس فیصد اموات کا سبب غذائی یا غذا کے نقائص ہوتے ہیں اور دل کے امراض کی طرح سرطان کا سب سے اہم سبب مضر چکنائیاں ہی ہوتی ہیں۔

امریکہ میں واقع ایک ادارے نیشنل کینسر انسٹی ٹیوٹ کی تحقیق کے مطابق چربی کا زائد استعمال کرنے والے بیشتر افراد سینے، قولون، مثانے کے غدود، رحم اور لبلبے کے سرطان میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اس ادارے نے اپنی ریسرچ میں بتایا ہے کہ صرف امریکہ میں ہر سال سینے کے امراض میں مبتلا افراد کی اموات میں پچیس فیصد کمی واقع ہو سکتی ہے اگر وہ روزمرہ کی غذا سے حاصل ہونے والے پچیس سے تیس فیصد حرارے روغنی اجزاء سے حاصل کریں۔ اسی طرح بڑی آنت

(قولون) کے سرطان سے بچاؤ غذا میں ریشے کا استعمال کرکے ممکن ہے۔ اب یہاں یہ سوال بھی اٹھایا جاسکتا ہے کہ چکنائیوں کا کثرت سے استعمال اس قدر نقصاندہ ہے تو پھر انتہائی سرد ممالک میں مچھلی کی چربی کا استعمال کرکے لوگ امراض قلب یا سرطان سے کس طرح محفوظ رہتے ہیں....؟ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ اپنی غذا سے چالیس فیصدی حرارے چربی سے حاصل کرتے ہیں اور مچھلیوں سے حاصل ہونے والے اومیگا تھری فیٹی ایسڈز ان کی صحت کی حفاظت کے ضامن ہیں۔ یہ خاصی حیرت انگیز بات ہے کہ نیوجرسی میں چوہوں پر اومیگا تھری چکنائیوں کا استعمال کیا گیا تو ان میں پھیپھڑوں اور مثانے کے غدود کے سرطان کا خاتمہ ہوگیا جس کی وجہ یہ تھی کہ ان چکنائیوں کے باعث ان کے اجسام میں ان کیمیائی اجزاء کی تیاری کا سلسلہ موقوف ہوگیا جو کہ سرطانی رسولیوں کا باعث ہوتے ہیں۔ مچھلیاں کھانے والے افراد پر کی جانے والی تحقیق بھی اس بات کا انکشاف کرتی ہے کہ مچھلی نہ کھانے والوں کے مقابلے میں مچھلی کھانے والے سرطان سے محفوظ رہے ہیں۔

یہ درست ہے کہ سرطان کا ایک سبب موروثی اثرات بھی ہوسکتے ہیں اور ایسے افراد ہمہ وقت اپنے بڑھتے ہوئے وزن پر توجہ رکھنا چاہیے اور اس میں کمی کے لیے غذا میں مچھلی کا استعمال بڑھا دینا چاہیے اور روغنیات میں کمی جس حد تک ممکن ہو کرلینا چاہیے اس طرح سرطان کے امکانات کو کم کیا جاسکتا ہے بلکہ دیگر موذی امراض سے تحفظ بھی ممکن ہے۔ امراض قلب سے بچاؤ کے لیے بھی مچھلی کا استعمال مفید ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مچھلی کے استعمال کے ساتھ ہی دیگر غذائی بے اعتدالیاں جاری رہیں۔ تحقیق سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مچھلی کے استعمال کے ساتھ ہی وزن میں کمی کرکے غذا میں سبزیوں اور پھلوں کا تناسب بڑھا دینا چاہیے اور ورزش روزمرہ کے معمولات میں باقاعدگی سے شامل ہو تو اس کے اچھے اثرات رونما ہوتے ہیں۔ برطانیہ میں 1700ء کے زمانے میں گٹھیا کے مریضوں کا علاج مچھلی کا تیل پلا کر کیا جاتا تھا جو کہ اس وقت انتہائی بودار ہوتا تھا لیکن جو مریض اسے پی لیتے تھے وہ صحت یاب ہوجاتے تھے۔

غذا میں مچھلی کا استعمال بڑھا دینا چاہیے اور روغنیات میں کمی جس حد تک ممکن ہو کرلینا چاہیے کیونکہ اسی طرح سرطان کے امکانات کو کم کیا جاسکتا ہے۔

اس حوالے جب جب تحقیق کی گئی تو معلوم ہوا کہ مچھلی کا تیل اور اس کا گوشت استعمال کرنے سے درد اور ورم پیدا کرنے والے اجزاء پروسٹاگلینڈن کی مقدار کم ہوجانے سے مریض شفا پاجاتے ہیں۔ ہارورڈ یونیورسٹی کے محققین نے بھی اس بات کی تصدیق کی ہے کہ مچھلی کے تیل کے کیپسول کھانے سے جوڑوں کے درد اور ان میں پیدا شدہ سختی سے ہونے والی تکلیف میں افاقہ ہوتا ہے۔ جسم میں لیکوٹرین کا اضافہ سانس کی تکلیف، دمہ، کھانسی اور سانس پھولنے جیسے امراض کا سبب بنتا ہے مچھلی کا باقاعدہ استعمال جسم میں لیکوٹرین کی مقدار بڑھنے نہیں دیتا اور یہی وجہ ہے کہ انتہائی سرد ممالک

مچھلی کھائیں اور لمبی عمر پائیں

لمبے عرصے تک زندہ رہنا سبھی کی خواہش ہوتی ہے، اس خواہش کو پورا کرنا چاہتے ہیں تو مچھلی کو اپنی غذا کا لازمی حصہ بنائیں۔ یہ بات امریکا کے ہارورڈ اسکول آف پبلک ہیلتھ کے سائنسدانوں کی تحقیق میں سامنے آئی۔ ریسرچ کے مطابق 65 سال اور اس سے زیادہ عمر کے جو لوگ مچھلی کھاتے ہیں، اُن کی عمر ایسے لوگوں کی نسبت اوسطاً دو سال بڑھ جاتی ہے جو مچھلی نہیں کھاتے۔ باقاعدگی سے مچھلی کھانے والوں میں دل کے دورے کا خطرہ بھی 35 فیصد تک کم ہوجاتا ہے۔ اٹلی کے ڈاکٹر رابرٹو مارشیولی نے اپنی ایک تحقیق میں کہا ہے کہ مچھلی کا تیل دل کی بیماریوں کیلئے مفید ہے۔ انہوں نے کہا کہ مچھلی کے تیل میں ایک ایسا ایسڈ پایا جاتا ہے جو جسم میں کولیسٹرول کی مقدار کم کرتا ہے اور شرح اموات گھٹاتا ہے۔ مچھلی کے تیل میں وٹامن ای وافر مقدار میں پایا جاتا ہے۔ یہ دل کی سوزش کا بھی خاتمہ کرتا ہے۔

کولمبیا یونی ورسٹی کے تحقیق کاروں کا کہنا ہے کہ مچھلی کے باقاعدہ استعمال سے دماغی بیماریوں سے بچا جاسکتا ہے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ ایسی بیماریاں جو پروٹین کے کم استعمال سے ہوتی ہیں انہیں مچھلی سے استعمال سے قابو پایا جاسکتا ہے، ماہرین کے مطابق مچھلی میں پایا جانے والا ایک خاص قسم کا آئل پروٹین کی کمی پورا کرتا ہے، اور اس میں موجود اومیگا تھری انسان کو الزائیمر جیسی بیماری سے بچاتا ہے۔

میں مچھلی زیادہ کھانے والے افراد دمے اور کھانسی سے بچے رہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ دمے کے حملے کے وقت مچھلی کا تیل استعمال کرانے سے دورے کی شدت میں کمی آجاتی ہے جن خاندانوں میں یہ مرض موروثی وبا کی صورت موجود ہو ان کے بچوں کو شروع سے مچھلی اور اس کا تیل استعمال کرانے سے مفید نتائج سامنے آتے ہیں۔ اسی طرح لبلبے کی کارکردگی میں کمی کا ایک سبب شوگر کا مرض ہوتا ہے جس میں مبتلا افراد کی اکثریت کے خون میں چربیلے مادے، ٹرائی گلیسرائیڈ خصوصاً کولیسٹرول LDL کی بلند سطح ہوتی ہے جو آخر کار ہائی بلڈ پریشر اور امراض قلب کا باعث بنتی ہے۔ تحقیق سے یہ معلوم ہوا ہے کہ مچھلی کھانے والے افراد میں ذیابیطس کے باوجود مضر چکنائیوں کی سطح کم رہتی ہے۔

چنبل بھی ایک ایسا تکلیف دہ مرض ہے جو بڑی مشکل سے رفع ہوتا ہے اور اس میں بھی لیکوٹرین کا کردار اہم ترین ہوتا ہے جب دو ماہ تک چنبل کے ایک درجن مریضوں کو مچھلی کا تیل استعمال کرایا گیا تو ان کی تکلیف میں نمایاں کمی واقع ہوئی خاص طور پر دواؤں کے استعمال کے ساتھ مچھلی کا تیل استعمال کرانے کے زیادہ بہتر نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ ایک برطانوی میگزین کی رپورٹ کے مطابق مچھلی استعمال کرنے سے چنبل کی تکلیف، کھجلی، سرخی، درد، جلن اور کھرنڈ میں نمایاں کمی ہوجاتی ہے۔

جسم کے مدافعتی نظام کو مستحکم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ مچھلی کو غذا کا ایک اہم جزو بنالیا جائے۔ ایک ہفتے میں کم از کم تین مرتبہ مچھلی کا استعمال امراض کی روزمرہ بڑھتی یلغار سے محفوظ رکھ سکتا ہے اور جو لوگ بعض امراض میں مبتلا ہیں وہ اپنے معالج کے مشورے سے مچھلی کے گوشت اور تیل کے مناسب استعمال کے بعد صحت کی بحالی میں کامیاب ہوسکتے ہیں۔

دسترخوان

فلک ناز

لذیذ اور غذائیت سے بھرپور نت نئی ڈشز کی یہ ترکیبیں آپ کے دستر خوان کی رونق میں اضافہ کر دیں گی۔

کباب اسپیشل

شیش کباب

اشیاء: بکرے کی ران کا گوشت ایک کلو، سرکہ چار بڑے چمچ، گرم مسالہ ایک چائے کا چمچ (پسا ہوا)، سرخ مرچ ایک چائے کا چمچ، نمک حسب ذائقہ، لیموں دو عدد، پیاز ایک عدد (بڑا سائز)، ٹماٹر چار عدد (بڑا سائز)، گھی ایک پیالی۔

ترکیب: گوشت لیتے وقت اس کے ایک انچ کے موٹے ٹکڑے بنوالیں۔ گوشت کو اچھی طرح دھو کر رکھ دیں تاکہ پانی خشک ہو جائے۔ اب لیموں کا رس نکال لیں اس میں سرکہ، گرم مسالہ، نمک، سرخ مرچ سب مسالے اچھی طرح ملا لیں اور یہ سب مسالے گھی میں ملا دیں اور اچھی طرح مکس کرلیں۔ اب اس میں گوشت کے ٹکڑے ڈال دیں گوشت کے ٹکڑوں کو اچھی طرح مسالے میں ڈبو دیں اور کانٹے کی مدد سے گودیں اور پھر ان ٹکڑوں کو فریزر میں کم از کم چھ گھنٹے اور اگر آٹھ گھنٹے بھی گزر جائیں تو بھی کوئی حرج نہیں۔ اب ان ٹکڑوں کو سیخوں میں پرودیں۔ سب سے پہلے گوشت کا ٹکڑا ایک گول پیاز اور پھر ایک ٹماٹر اس طرح پرو کر ان کو کوئلوں پر سینک لیں اور گرم گرم اتار کر سوس اور سلاد کے ساتھ کھانے کے لیے پیش کیجیے۔

مدراسی چاول کباب

اشیاء: چاول ایک پیالی، آلو ایک پاؤ، قیمہ آدھا پاؤ، نمک حسب ذائقہ، سرخ مرچ ایک کھانے کا چمچ، گرم مسالہ ایک چائے کا چمچ، سوکھی میتھی ایک چائے کا چمچ، ہرا دھنیا دو کھانے کے چمچ (کٹا ہوا)، دھنیا ایک چائے کا چمچ (سوکھا)، بیسن ایک پیالی، تیل تلنے کے لیے۔

ترکیب: سب سے پہلے آلو ابال کر چھلکے اتار لیں۔ چاول کو اچھی طرح ابال لیں۔ قیمے میں تھوڑا سا نمک اور مرچ ملا کر خوب بھون لیں۔ اُبلے ہوئے چاول اور آلو ایک گہرے برتن میں ڈالیں۔ ان کے اندر تمام بیان کردہ مسالے

شامل کریں اور خوب اچھی طرح کچلیں، اس طرح کہ یک جان ہوجائیں۔ چاولوں اور آلوؤں کے اس کچلے ہوئے مواد کی پتلی پتلی ٹکیاں بناکر رکھی جائیں۔ بھنے ہوئے قیمے کی بھی پتلی پتلی اور ذرا چھوٹی ٹکیاں بنالیں۔ اب پہلے ایک چاول کی ٹکیہ رکھیے اور پھر اس کے اوپر دوبارہ ایک چاول کی ٹکیہ رکھیے۔ اب ان تینوں ٹکیوں کو ذرا دبا کر ان کے کنارے ملادیں۔ اسی طرح تمام مواد کی ٹکیاں بنالیں۔ ایک پیالے میں بیسن گھول لیں اور اس میں حسب ذائقہ نمک اور مرچ شامل کردیں اور خوب گھول کریک جان کریں۔ اب تیار کردہ کباب (تین ٹکیوں کو جوڑ کر بنایا گیا کباب) بیسن کے آمیزے میں ڈالیں۔ ان مدراسی کبابوں کو فرائی کریں۔

آپ اور آپ کے مہمان ان مدراسی چاول کبابوں سے یقیناً لطف اندوز ہوں گے۔

بوری کباب

اشیاء: قیمہ آدھا کلو، ادرک و لہسن پسا ہوا ایک ایک چائے کا چچ، نمک ایک چائے کا چچ، لال مرچ پسی ہوئی ایک چائے کا چچ، کالی مرچ ایک چائے کا چچ، زیرہ ایک چائے کا چچ، ہری مرچ کٹی ہوئی چار عدد، ڈبل روٹی کے سلائس دو عدد (دودھ میں بھگو کر نچوڑ لیں) پاپوں کا چورا آدھا کپ، فرائی کرنے کے لیے، کوکنگ آئل آدھا کپ۔

ترکیب: ان تمام چیزوں کو قیمے میں مکس کرکے ایک گھنٹے کے لیے فریج میں رکھ دیں، اس کے بعد چھوٹی چھوٹی ٹکیاں بنالیں، اوپر انڈا اور پاپوں کا چورا لگا کر فرائی کرلیں۔ پودینے کی چٹنی کے ساتھ نوش فرمائیں۔

کراچی سیخ کباب

اشیاء: قیمہ (باریک پسا ہوا) ایک کلو، نمک حسب ذائقہ، ادرک و لہسن پسا ہوا دو کھانے کے چچ، پسی ہوئی لال مرچ ڈیڑھ کھانے کا چچ، پسا ہوا پپیتا ایک کھانے کا چچ، میدہ ایک کھانے کا چچ، سونف ایک چائے کا چچ، ثابت دھنیا ایک چائے کا چچ، سفید زیرہ ایک چائے کا چچ، تیزپات ایک عدد، چھوٹی الائچی دو سے تین عدد، بڑی الائچی ایک عدد (پیسنے کے بعد کے تمام اجزاء کو بھون کر پیس لیں) تلی ہوئی پیاز دو کھانے کے چچ، کوکنگ آئل آدھی پیالی۔

ترکیب: قیمے میں نمک، ادرک و لہسن، لال مرچ، پپیتا اور تمام بھنے اور پسے ہوئے مسالے ڈال کر اچھی طرح باریک پیس لیں۔ اوون کو پندرہ سے بیس منٹ کے لیے 180 ڈگری سینٹی گریڈ پر گرم کرلیں اور اوون ٹرے میں ہلکا ہلکا کوکنگ آئل لگا کر رکھ لیں۔ پسے ہوئے قیمے کے لمبے لمبے سیخ کباب بنا کر اوون ٹرے میں رکھ دیں اور پچیس سے تیس منٹ کے لیے بیک کرلیں۔ اوپر برش کی مدد سے کوکنگ آئل لگا کر پانچ سے سات منٹ مزید اوون میں رکھ کر گرل جلا دیں۔ اچھی طرح سرخ ہونے پر اوون سے نکال لیں۔ سلاد، رائتے اور پراٹھے کے ساتھ گرما گرم پیش کریں۔

حسن اور دلکشی

درخشان مسعود

اکثر خواتین حسن و صحت کو قائم و دائم رکھنے کے لیے نت نئے ٹانک، وٹامنز کی گولیوں کا استعمال کرتی ہیں یا پھر رنگ روپ نکھارنے کے لیے مہنگے اور جدید سامان میک اپ کا سہارا لینا ضروری سمجھتی ہیں۔ یہ خواہش ایک اہم حقیقت کو فراموش کر جاتی ہیں وہ ہے متوازن غذا کا صحیح استعمال۔

بہت سی غذائیں جو آپ کو بہت مرغوب ہوتی ہیں، دراصل وہی آپ کی صحت کی خرابی اور حسن کے زوال کا سبب ہوتی ہیں جب کہ بعض غذائیں ایسی بھی ہیں جو حسن کو دوام اور صحت کو تازگی بخشنے کا سبب بنتی ہیں۔ چائے، کافی اور تمباکو کا زیادہ استعمال صحت کے لیے مضر ہے لیکن پتا نہیں کیوں لوگ جانتے بوجھتے ہوئے بھی اس کے عادی بن کر اپنی صحت کو داؤ پر لگادیتے ہیں۔ گھی مکھن روغنی غذائیں بھی کم سے کم کھانی چاہئیں۔ شکر، مٹھائیاں اور پیسٹری وغیرہ کا استعمال بھی زیادہ نہ کریں۔ ان کے چہرے شگفتہ ہوتے ہیں اور جو لوگ چاق و چوبند نظر آتے ہیں جو لوگ پھل اور سبزیاں کثیر مقدار میں کھانے کے عادی ہوتے ہیں۔ دودھ، گوشت، مرغی، مچھلی کھانے کے شوقین ہوتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ وقت کھلی ہوا میں صرف کرتے ہیں۔ ورزش کرنا ان کے روٹین میں شامل ہوتا ہے۔ غسل ان کی عادت کا جزو ہوتا ہے۔ دودھ کا استعمال کثرت سے کرتے ہیں۔ آپ بھی ان خصوصیات کو اپنی زندگی کا جزو بنانے کی کوشش کیجیے اور کچھ نہیں تو اپنی غذا میں سلاد اور سبزیوں کا استعمال بڑھادیں، خاص طور پر ٹماٹر اور پالک جگر کے لیے بے حد مفید ہیں۔ یہ رنگ و روپ میں نکھار اور شگفتگی پیدا کرتے ہیں۔ پھل یوں تو سب مفید ہیں مگر لیموں اور سنگترہ رنگ و روپ کے لیے مفید بتایا جاتا ہے۔

رنگ گورا کرنے کا بہترین اور سستا نسخہ یہ ہے کہ آپ گاجر کا رس نکال کر اس کو کسی ٹھنڈی جگہ یا فریج میں رکھ دیں اور روئی کی مدد سے چہرے پر روزانہ دن میں تین یا

چار مرتبہ لگائیں۔ اس سے رنگ گورا ہو جائے گا۔

اکثر لڑکیاں اس بات پر پریشان رہتی ہیں کہ ان کی پلکیں لمبی اور گھنی کیوں نہیں ہیں۔ اس کا حل بھی بہت آسان ہے۔ آپ زیتون کا تیل اور شہد مناسب مقدار میں ملا کر پلکوں کا روزانہ مساج کرلیں پلکیں لمبی اور گھنی ہو جائیں گی۔

اکثر چہروں کی جلد مرجھائی مرجھائی سی دکھائی دیتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ خواتین اپنے چہرے کی صفائی کی طرف خاص توجہ نہیں دیتیں اس کا حل بھی پیش خدمت ہے۔ چہرے کی صفائی کے لیے دو چمچ آٹا اور آدھا چمچ ہلدی لے کر اس کو دودھ میں ملا کر پیسٹ بنالیں پھر اس پیسٹ کو اپنے چہرے پر لگا کر چہرے کی جلد کو اچھی طرح سے صاف کریں۔ اس سے جلد کے مسام کھل جائیں گے اور چہرے کی جلد میں ترو تازگی پیدا ہو گی۔

چہرے کے داغ دھبے بھی خوبصورتی کی میں رکاوٹ بن جاتے ہیں۔ یہ ہماری بے پروائی کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ ان سے نجات حاصل کرنے کے لیے نیم گرم دودھ کا چہرے پر استعمال بہت مفید ہے۔ نیم گرم دودھ کو روئی کے ساتھ چہرے لگائیں اور آہستہ آہستہ ان داغ دھبوں سے چھٹکارا حاصل کریں۔

آپ نے اکثر دیکھا ہو گا کہ جو خواتین لپ اسٹک کا استعمال بہت زیادہ کرتی ہیں۔ ان کے ہونٹوں کا رنگ سیاہ پڑ جاتا ہے۔ اس طرح وہ نہ چاہتے ہوئے بھی ہونٹوں پر لپ اسٹک لگائے رکھتی ہیں اور پریشان بھی ہوتی ہیں کہ ہمارے ہونٹ کالے ہو گئے ہیں۔ لپ اسٹک کے کیمیائی اجزا کے اثرات سے بچنے کے لیے لپ اسٹک استعمال کرنے سے پہلے ہونٹوں پر کریم یا پاؤڈر کی تہہ لگالیا کریں۔

اگر آپ چاہتی ہیں کہ آپ کے ہاتھ خوبصورت نرم و ملائم نظر آئیں تو اس کے لیے آپ دو چمچ عرق گلاب، ایک چمچ گلیسرین اور ایک عدد لیموں کے رس کا محلول بنا کر اسے شیشی میں محفوظ کرلیں اور جب بھی اپنا کام کاج ختم کریں ہاتھوں کو اچھی طرح سے دھو کر اور خشک کرکے اس لوشن کو اچھی طرح ہاتھوں پر مل لیں۔ کچھ ہی دنوں میں ہاتھوں کا کھردرا پن ختم ہو جائے گا۔ دن میں تین چار مرتبہ یہ عمل ضرور کریں۔

بازوؤں اور ہاتھوں کا خیال اس لیے بھی رکھنا چاہیے کہ یہ کام کاج میں زیادہ استعمال ہوتے ہیں اور ہر موسم میں کھلے رہتے ہیں۔ ان پر باہر جاتے ہوئے اکثر براہ راست دھوپ پڑتی ہے جس کی وجہ سے ان کا رنگ جھلس سا جاتا ہے۔ آپ کوشش کریں کہ اپنے بازوؤں کو دھوپ سے بچائیں اور ہفتے میں ایک مرتبہ اچھا سا ابٹن بازوؤں پر ضرور ملا کریں۔

پاؤں بھی آپ کی خصوصی توجہ کے طالب ہیں۔ نیم گرم پانی میں لیموں بے بی آئل اور شیمپو ڈال کر اس میں کچھ دیر پیروں کو ڈبوئے رکھیں پھر مساجر یا جھانویں سے پاؤں کا اچھی طرح سے مساج کرلیا کریں تاکہ گندگی صاف ہو جائے۔ پھر بعد میں اس پر کولڈ کریم مل لیں۔ آپ کو شاید یہ سب مشکل لگے لیکن اگر آپ سارے دن میں سے صرف آدھ گھنٹا اپنے لیے نکال لیا کریں گی اور اوپر بتائی گئی باتوں میں سے چند ایک کو بھی اپنی روٹین کا معمول بنالیں گی تو یقین جانیے آپ کی صحت بھی اچھی ہو گی اور اس کا اظہار آپ کے چہرے سے بھی بخوبی ہو رہا ہو گا۔

✻

اشرف باجی کے ٹوٹکے

صحت کی حفاظت اور زیر استعمال اشیاء کی افادیت میں اضافے کے لیے مختلف ٹوٹکوں کا استعمال دنیا بھر میں عام ہے۔ مختلف ٹوٹکوں سے مرد بھی فائدہ اٹھاتے ہیں اور خواتین بھی.... تاہم امور خانہ داری میں ٹوٹکوں کی ضرورت زیادہ پڑتی ہے۔ خانہ داری چونکہ خواتین کا شعبہ سمجھا جاتا ہے اس لیے ٹوٹکوں کا استعمال بھی خواتین زیادہ کرتی ہیں۔

محترمہ اشرف سلطانہ برسہا برس سے مرکزی مراقبہ ہال میں خدمت خلق کے پروگرام سے وابستہ ہیں۔ خاص و عام میں اشرف باجی کے نام سے معروف ہیں۔ آپ ایک کولیفائیڈ طبیبہ بھی ہیں۔

روحانی ڈائجسٹ کے قارئین کے لیے

اشرف باجی کے ٹوٹکے کے زیر عنوان گھریلو ترکیبوں پر مشتمل ایک نیا سلسلہ شروع کیا جارہا ہے۔

اگر آپ بھی اپنی آزمودہ کوئی ترکیب قارئین کو بتانا چاہیں تو روحانی ڈائجسٹ کی معرفت اشرف باجی کو لکھ بھیجیے۔

سوئچ بورڈ کی صفائی

سوئچ بورڈ کو چمکانے کے لیے نیل پالش ریمور کو کسی بھی کپڑے یا روئی پر لگا کر صاف کریں تو وہ چمک اٹھے گا۔

پرانے اسفنج کو نیا کرنا

گھر میں برتن دھونے سے اسفنج دب جاتے ہیں اور گندے ہو جاتے ہیں انہیں صابن سے دھو کر پلاسٹک کے پیالے میں پانی بھگو دیں۔ آدھا چھوٹا چمچ سرکہ اور ایک چمچ نمک ملا دیں۔ رات بھر بھیگے رہنے دیں۔ صبح نچوڑ کر نکال لیں اور استعمال کریں۔

اونی کپڑوں کا سکڑنا

سردیوں میں اونی کپڑے دھوتے ہوئے ان میں تھوڑی سی پھٹکری ڈال دی جائے تو یہ سکڑنے سے محفوظ رہتے ہیں۔

خشک موسم میں کپڑوں کا چپکنا

اکثر دیکھا گیا ہے کہ سردیوں اور خشک موسم میں ریشمی اور واشنگ ویئر کپڑے جسم کے ساتھ چپکتے ہیں اس لیے کپڑے دھونے کے بعد آدھی بالٹی پانی میں تین، چار کھانے کے چمچ سفید سرکہ شامل کرکے کپڑے اس میں بھگو کر نچوڑ لیں یا چاولوں کے بیچ میں

بھگو کر نچوڑ لیں۔ سکھا کر استری کر لیں کپڑے بالکل نہیں چپکیں گے۔

بند سنک ڈرین کھولیے

اگر سنک میں کچرا جمع ہو جائے تو دو کھانے کے چمچ سوڈا بائیکاربونیٹ پہلے سنک ڈرین میں ڈال کر اوپر سے ایک کپ سرکہ ڈال دیں تو بند ڈرین کھل جائے گا۔

گھی کا کم جذب ہونا

کوئی چیز بھی تلتے ہوئے کڑھائی میں دو یا تین بوند لیموں کی ڈال دیں تو گھی تلی ہوئی چیز میں کم جذب ہو گا۔

جلے ہوئے چاول کی بو ختم کرنا

چاول یا بریانی پلاؤ کبھی نیچے سے لگ جائیں اور جلنے کے بعد بو آئے تو چار ڈبل روٹی کے توس چاولوں کے اوپر پھیلا کر ڈال دیں اور آدھی پیالی دودھ ڈال دیں۔ دس منٹ کے لیے دم پر رکھ دیں بو (جلنے کی) ختم ہو جائے گی۔

دوپٹوں کی سفیدی کے لیے

سفید دوپٹے اپنی سفیدی کھو دیں تو سرکہ ملے پانی میں ڈبو کر اچھی طرح نچوڑ لیں اور ہاتھوں سے جھٹک کر سکھائیں جیسے رنگریز سکھاتے ہیں آپ ان پیلے پڑتے ہوئے دوپٹوں کو نئی چمک دمک کے ساتھ پہلے سے مختلف پائیں گی۔

کھانا پکانے کے داغ دور کرنا

یہ داغ ہاتھوں اور ناخنوں پر پڑ جائیں تو لیموں کے رس میں ہاتھ ڈبو لیں یا لیموں کے ٹکڑے کو ملتے جائیں داغ دور ہو جائیں گے۔

پان کا نشان دور کرنے کے لیے

یہ داغ بظاہر ایسا لگتا ہے کبھی نہیں جائے گا جبکہ آپ مختلف بلیچوں سے تجربے بھی کر چکے ہیں تو آپ قدرتی بلیچ استعمال کر لیں یعنی لیموں کا رس نشان والی جگہ پر ملیے۔

پلاسٹک کے برتن

پلاسٹک کے برتن استعمال کرنے سے پیلے پڑ جائیں، تو میٹھا سوڈا ذرا سا گیلا کر کے برتنوں میں لگا دیں اور پلاسٹک کی تھیلیوں میں لپیٹ کر رکھ دیں، تھوڑی دیر بعد سرکے اور سرف سے دھو لیں برتن چمک اٹھیں گے۔

مچھر یا مکھی سے محفوظ رہیے

مچھروں سے بچنے کے لیے یا ان سے محفوظ رہنے کے لیے ہفتے میں ایک مرتبہ کلونجی کی دھونی ضرور دیا کریں۔

آٹے کو خمیر سے بچانا

گوندھے ہوئے آٹے کے ہر طرف گھی کی بہت ہلکی سی تہہ چڑھا دیں تو آٹے کا خمیر نہیں اٹھے گا۔ بیکٹیریا چکنائی کی تہہ کی وجہ سے آٹے میں داخل نہیں ہوں گے۔

ثابت ناریل

اگر ناریل کو اس کے سخت خول سے الگ کرنا مقصود ہو تو اسے گیس کے چولہے پر دو سے تین منٹ تک گرم کریں۔

اس کے بعد اس پر ہلکی سی چوٹ لگائیں۔ خول الگ اور ناریل الگ ہو جائے گا۔

پردے کی پھپھوندی

پردے کے بعض کپڑوں میں عموماً پھپھوندی لگ جاتی ہے۔ ایسی صورت میں پردے اتار دیں انہیں نمک ملے پانی میں بھگوئیں پھر صاف پانی سے دھو کر استعمال کریں۔ پھپھوندی دور ہو جائے گی۔

*

رنگوں میں ایسی شفا بخش خاصیت موجود ہے جو کئی طرح کے مریضوں کو صحت فراہم کرتی ہے۔ رنگ ہمارے اذہان ہمارے احساسات ہمارے اندر کے اندھیرے اور ہمارے جسم کی کثافتیں ختم کرنے کا ذریعہ ہیں۔

رنگ و روشنی سے علاج

امریکہ کے ایک محقق ڈاکٹر جان نیش اوٹ John Nash Ott نے رنگ و روشنی پر تجربات کر کے اس امر کو پایۂ ثبوت تک پہنچایا ہے کہ روشنیوں کی شدت میں کمی بیشی سے حیوانات و نباتات متاثر ہوتے ہیں اور ان کی صحت اور بیماریوں کا اس سے بہت گہرا تعلق ہے۔

انہوں نے یہ بات بھی واضح کی کہ سفید روشنی اور دھوپ میں شامل رنگوں کا انسان کی جسمانی اور ذہنی صحت سے گہرا تعلق ہے۔ ریڈیائی لہروں، کمپیوٹر اور رنگین ٹی وی کی روشنیوں، مائیکرو ویو لہروں، مصنوعی ریشوں مثلاً پولیسٹر وغیرہ کے پہننے سے جو برقی چارج پیدا ہوتا ہے الیکٹرونک آلات بشمول ڈیجیٹل گھڑیوں، موبائل فون وغیرہ سے خارج ہونے والی لہروں سے انسانی خلیوں کو پہنچنے والے نقصانات پر انہوں نے سیر حاصل تبصرے کیے ہیں۔ تجربات سے انہوں نے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ جاندار اجسام میں رسولیوں کے پیدا ہونے اور ان کی تعداد اور حجم وغیرہ کو کنٹرول کرنے میں مختلف رنگ کی لہروں کا کتنا عمل دخل ہے۔ انہوں نے خوردبین کے نیچے حیوانی و نباتاتی خلیات پر مختلف رنگوں کی شعاعیں ڈال کر ان کے رد عمل کو نوٹ کیا۔ ان کی قابل قدر تحقیق "رنگ اور روشنی کے انسانوں، حیوانات اور نباتات پر اثرات" کے نام سے چار جلدوں پر مشتمل ہے۔

رنگ و روشنی کی افادیت اور اس کے اثرات پر

ڈاکٹر ثمینہ عامر نے بھی تحقیق کی ہے۔ ثمینہ عامر ہمارے ملک کی پہلی خاتون ہیں جنہوں نے کلر تھراپی میں پی ایچ ڈی ڈگری حاصل کی۔ رنگوں کی افادیت کے متعلق ان کا کہنا ہے کہ رنگ ہماری زندگی کا نہایت اہم جزو ہیں یہ ہمارے کردار، مزاج، ماحول کی عکاسی کرتے ہیں۔ ہم جس ماحول میں آنکھ کھولتے ہیں، ہمارے والدین جس طرح کی بودوباش رکھتے ہیں، ہمارے اسلاف جس طرز فکر کے حامل ہوتے ہیں وہ سب کا سب نولومود بچوں کے اندر، اس کے مزاج میں، عادات میں رنگوں کی شکل میں اسٹور ہوتا رہتا ہے۔ رفتہ رفتہ، وقت کے ساتھ ساتھ اس کا مظاہرہ یہی ''نوزائیدہ'' بچہ اپنی ساری عمر، بچپن، جوانی، ادھیڑ عمری، بڑھاپے تک کرتا رہتا ہے۔

ہم روز مرہ کے واقعات میں، اپنے اطراف میں، اسکول، کالج، دفتر، کاروبار میں، حتیٰ کہ ہر شعبہ زندگی میں مختلف مزاج کے لوگ دیکھتے ہیں۔ کچھ نہایت تحمل والے، صبر والے، کچھ کا مزاج انتہائی جارحانہ، انتقامی کاروائیوں سے لبریز، کچھ معاف کرنے والے، برائی کا بدلہ بھلائی سے دینے والے، کچھ چاق وچوبند، کچھ سست وکاہل، بعض افراد خوش مزاج، بعض کے چہرے پر پریشانی، دکھائی دیتی ہے۔ الغرض جتنے افراد دنیا میں موجود ہیں سب کے سب مختلف کردار کے حامل ہیں۔ یہ کردار ان کے مزاج وعمل سے تشکیل پاتے ہیں۔ یہ کردار وعمل دراصل ان رنگوں سے تشکیل پاتے ہیں جو اسلاف سے ورثہ کی شکل میں ان تک پہنچتے ہیں۔ یہ اس ماحول سے تشکیل پاتے ہیں جن میں وہ رہتے اور پرورش پاتے ہیں، اپنے اطراف کے لوگوں کے رنگوں سے مل کر تشکیل پاتے ہیں جن کے درمیان وہ زندگیاں گزارتے ہیں۔ مختصراً یہ کہ یہ آپس میں افراد کا افراد سے براہ راست ٹکراؤ نہیں بلکہ ''رنگ کا رنگ'' سے ٹکراؤ ہے جس کا مظاہرہ ہم سرعام سڑکوں پر، گھروں کی چھتوں پر، اپنے اطراف میں کبھی لڑائی جھگڑے کی صورت میں، کبھی چیخ وپکار کی صورت میں کبھی پیار ومحبت کی صورت میں، کبھی حسد کی شکل میں، کبھی انتقام کی شکل میں، کبھی معاف کر دینے کی شکل میں دیکھتے ہیں۔ دراصل ہم صرف مادی وجود ہی نہیں رکھتے بلکہ سائنس کی رو سے ہمارے ساتھ ہمہ وقت ایک لہر بھی موجود رہتی ہے جو مادہ کے ساتھ منسلک ہے اور یہ لہر وہ مزاج ہے، وہ روشنی ہے یا وہ رنگ ہے۔ جو دراصل ہمارے مادی وجود کو تھامے ہوئے ہے۔ یہی رنگ کی لہر ہمارا ماحول تشکیل دیتی ہے۔ ہمیں ہمارے ہونے کا اظہار اپنے رنگوں کے مجموعے سے ہوتا ہے۔ جو ہماری اصل میں، اور یہ رنگ ہی ہیں بچپن سے ہمیں ہمارے شعور سے آگاہ کرتے ہیں۔ رفتہ رفتہ ہمارے کردار انہی رنگوں کی وجہ سے معاشرہ میں Independent شکل اختیار کر لیتے ہیں۔

یہ بات سمجھنا اور جاننا ہمارے لیے بہت ضروری ہے کہ کیا ہم وہی ہیں جو پیدائش کے وقت تھے۔ اسلاف سے جو رنگ ہم تک پہنچتے ہی اور ہم ان میں ردوبدل نہیں کرسکتے ہیں، اگر ہم ارادہ کی روشنیاں ان رنگوں میں منتقل کر دیں تو یہ رنگ ہم بدل بھی سکتے ہیں جو ہمارا مزاج تخلیق کرتے ہیں۔ مثلاً اگر کوئی شخص نہایت غصہ والا ہے لیکن اب وہ اپنی اس عادت سے چھٹکارا پانا چاہتا ہے اور یہ بھی چاہتا ہے کہ یہ ''وصف'' اس کی آئندہ آنے والی اولاد میں منتقل نہ ہو تو ایسے شخص کے چونکہ ذہن میں ''تیز مزاجی'' اور غصہ ختم کرنے کا خیال ہے اور پکا ارادہ ہے تو ایسا شخص رفتہ رفتہ اپنے AURA کے رنگوں کو تبدیل کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ مزید یہ کہ اگر وہ نیلا رنگ زیادہ استعمال کرنا شروع کر دے۔ نیلی روشنی میں زیادہ سے زیادہ رہے۔ نیلا رنگ بار بار ارادتاً دیکھے، اور یہ کہ اگر ایسے مزاج کی حامل ماں نیلے رنگ کا پانی پیئے اور نیلے رنگ کے ماحول میں وقت گزارے تو یقیناً یہ رنگ ''حاملہ ماں'' سے آنے والے بچے میں منتقل ہو جاتے ہیں۔ یعنی بچے کا مزاج اس کی پیدائش سے پہلے ہی بدلا جاسکتا ہے۔

معروف روحانی اسکالر خواجہ شمس الدین عظیمی اپنی کتاب کلر تھراپی میں تحریر کرتے ہیں۔ جمادات، نباتات، حیوانات اور انسان روشنی سے متاثر ہوتے ہیں۔ روشنی رنگوں پر قائم ہے۔ ہر مادے سے ایک خاص قسم کی لہریں خارج ہوتی ہیں۔ جب کسی دھات کو دھوپ میں رکھتے ہیں تو اس کا رنگ بدل جاتا ہے۔ کسی دھات پر جلد اثر ہوتا ہے تو کچھ دھاتیں دیر سے اثر قبول کرتی ہیں۔ کچھ عرصہ کے بعد سونے (Gold) کا رنگ بھی تبدیل ہو جاتا ہے۔

ہر جاندار کی جان روشنی کے غلاف میں بند ہے۔ روشنی ہماری صحت پر گہرے اثرات مرتب کرتی ہے۔

سورج کی روشنی شعور سے ٹکرا کر سات رنگوں میں بکھر جاتی ہے۔ ہر شخص اپنی افتاد طبیعت کے مطابق رنگوں کو تخریب یا تعمیر میں استعمال کرتا ہے۔ تخریب میں استعمال کرنے سے روشنی میں ایسا زہر پیدا ہو جاتا ہے۔ جو تعمیر کے لئے دیوار بن جاتا ہے اور حیات بخش اثرات تباہ ہو جاتے ہیں۔ سرخ رنگ اور اس سے ملتے جلتے قریب کے رنگ ہیجان پیدا کرتے ہیں۔ نیلا اور اس سے ملتے جلتے رنگ مسکن ہیں۔ ہر رنگ کے کئی شیڈز Shades ہوتے ہیں جو مختلف تموج Wave Lengths سے پیدا ہوتے ہیں۔ روشنی کے زیر اثر کیمیاوی تبدیلیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اگر روشنی کی ماہیت میں تبدیلی ہو جائے تو کیفیت میں بھی تبدیلی ہو جاتی ہے۔

حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی تحریر فرماتے ہیں کہ رنگوں کے ذریعے ہر اس بیماری کا علاج کیا جاسکتا ہے جو ابتدائے آفرینش سے اب تک انسان کو ورثہ میں ملی ہے۔

بچوں کے خون کی بیماری Haemolytic Disease کی وجہ سے سرخ خلیے زیادہ مقدار میں ٹوٹنے لگتے ہیں جس کی وجہ سے خون میں ایسے مادہ کا اضافہ ہو جاتا ہے جس کا رنگ زرد ہے۔ بچے کے خون میں اس مادے کے بڑھنے سے ان کو یرقان ہو جاتا ہے۔ اگر یہ مادہ دماغ میں پہنچ جائے تو ذہنی نشوونما متاثر ہو جاتی ہے۔ اس سے بچنے کے دو طریقے ہیں۔

1۔ خون کی تبدیلی

2۔ رنگ کے ذریعہ علاج

رنگ کے ذریعے علاج میں بچے کو نیلی روشنی میں رکھا جاتا ہے۔ تجربہ میں یہ بات آئی ہے کہ نیلی روشنی اس بیماری اور اس بیماری کی پیچیدگیوں کا علاج ہے۔

رنگوں کے مناسب استعمال سے مریضوں میں قوت مدافعت بحال ہو جاتی ہے۔ پیدائشی طور پر جب بچہ کمزور ہوتا ہے مثلاً ایک پونڈ دو پونڈ یا تین پونڈ کا ہوتا ہے تو اسے Incubator میں آکسیجن اور بنفشی رنگ میں رکھا جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے بچہ کی نشوونما پوری ہو جاتی ہے۔

*

آپ کی صحت سے متعلق
طبّی مشورے

حکیم عادل اسمٰعیل

گزشتہ کئی سالوں سے ہمارے ملک میں کمر کے درد کے امراض میں اضافہ ہوتا جارہا ہے۔

موٹاپا، ورزش، کھیل کود، واک کا نہ ہونا اور سارا دن بیٹھے رہنے سے کمر درد کے مریضوں میں اضافہ ہوتا جارہا ہے۔

کمر کے نیچے کا حصہ ریڑھ کی ہڈی کا ایک اہم حصہ ہے۔ جو کہ انسان کو قوت اور حرکت کی صلاحیت بخشتا ہے۔ اس صلاحیت سے ہی انسان گھومنا، پھرنا، چلنا اور کام کاج کرتا ہے۔ اس لیے کمر کا نچلا حصہ روزمرہ کے کام انجام دینے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ کمر کے نچلے حصے کے درد سے انسان کے کام کرنے کی صلاحیت متاثر ہوجاتی ہے اور انسانی زندگی مفلوج ہو کر رہ جاتی ہے۔

کمر کے نچلے حصے کا درد بے حد تکلیف دہ ہوتا ہے۔

عام طور پر کمر میں درد ان خواتین و حضرات کو زیادہ ہوتا ہے جن کا کام زیادہ تر بیٹھ کر کرنے کا ہے۔ خواتین و حضرات کے بیٹھنے کا پوسچر صحیح نہیں ہوتا۔ آفس میں کام کرنے والے خواتین و حضرات اس بات کا خاص طور پر خیال رکھیں کہ جب وہ کرسی پر بیٹھیں تو ان کی کمر سیدھی رہے اور ٹیبل اتنی نیچی نہ ہو کہ دونوں ہاتھوں کی کہنیاں ٹیبل پر رکھ کر لکھنا پڑھے اس سے کندھے جھکے جاتے ہیں اور کمر پر زور پڑتا ہے جس سے کمر میں درد شروع ہو جاتا ہے۔ ٹیبل زیادہ اونچی بھی نہ ہو۔ اس طرح گھروں میں عام طور پر خواتین تخت یا زمین پر بیٹھ کر کام کرتی ہیں ان کے بیٹھنے کا پوسچر بھی صحیح نہیں ہوتا زیادہ تر خواتین کندھے جھکا کر کام کرنے کی عادی ہوتی ہیں جس کی وجہ سے کمر پر زور پڑتا ہے اور گھریلو خواتین کمر درد میں مبتلا ہو جاتی ہیں۔ ان خواتین کو چاہیے کہ وہ جب بھی تخت یا زمین پر بیٹھیں اپنی کمر سیدھی رکھیں اور کندھوں کو نہ جھکائیں۔ وہ کرسی پر کمر سیدھی کر کے بیٹھیں اور ہر ایک سے دو گھنٹے بعد کام چھوڑ کر چند منٹ پیدل چل لیا کریں اس سے ٹانگوں میں دورانِ خون رواں ہو جاتا ہے اور چلنے سے کمر بھی ریلکس ہو جاتی ہے۔

کمر درد کے مریضوں کے لیے تجویز کردہ غذا میں مناسب مقدار کے ساتھ کیلشیم اور وٹامن ڈی بھی ضروری ہے۔ یہ دونوں غذائی اجزاء ہڈیوں کو مضبوط اور صحت مند بناتے ہیں۔

عمر کے بڑھنے سے چھوٹے جوڑوں اور مہروں میں انحطاطی تبدیلیاں رونما ہونے لگتی ہیں۔ ہڈیوں اور جوڑوں کے درد سے اعصاب میں سوزش اور ٹانگوں میں درد پیدا ہوجاتا ہے۔

کمر میں درد کے لیے چند مفردات نسخے تحریر کیے جا رہے ہیں

کمر کے درد میں اسگندھ چوبیس گرام، بدھاری قند چوبیس گرام، دونوں ادویہ کا باریک سفوف بنالیں صبح شام چھ چھ گرام پانی یا دودھ سے پھکیں۔

گھوکھرو خورد 125 گرام، دو چمچ گوکھرو رات کو ایک گلاس گرم پانی میں بھگو دیں صبح اس پانی کو اتنا پکائیں کہ آدھا گلاس پانی رہ جائے۔ چھان کر صبح نہار منہ پئیں۔

روغن سورنجان تلخ کی رات کو سونے سے پہلے ہلکے ہاتھ سے کمر پر مالش کریں۔

معجون سورنجان تلخ آدھا آدھا چمچ کا صبح شام استعمال مفید ہے۔

عظیمی لیبارٹریز کی تیار کردہ قرص مفاصل اور کریم بوٹاویرا کمر درد میں مفید ہے۔

کمر کس چوبیس گرام، اسگندھ چوبیس گرام، مصری اڑتالیس گرام باریک سفوف بنالیں چھ چھ گرام سفوف صبح نہار منہ اور شام نیم گرم دودھ کے ساتھ لیں۔

صبح نہار منہ ہلکی پھلکی ورزش کریں۔ کمر درد کے لیے ایک ورزش آپ کو بتائی جارہی ہے جس کو کچھ عرصے مستقل کرتے رہنے سے انسان کمر درد سے محفوظ رہتا ہے۔

کمر درد کے لیے ورزش کا طریقہ

زمین پر ایک منٹ تک سیدھا لیٹ جائیں اس کے بعد آہستہ آہستہ اٹھیں اور دونوں ہاتھوں کو آگے لے جاتے ہوئے پاؤں کے انگوٹھوں کو ہاتھ لگانے کی کوشش کریں۔ شروع شروع میں تو یہ عمل مشکل ہوگا لیکن آہستہ آہستہ چند روز مشق کرنے کے بعد آپ کے ہاتھ انگوٹھوں تک پہنچ جائیں گے۔ ایک منٹ تک انگوٹھوں کو پکڑ کر بیٹھے رہیں اور پھر ایک منٹ کے لیے سیدھے لیٹ جائیں اس طرح روزانہ پانچ مرتبہ صبح نہار منہ یہ عمل کیا جائے۔

آرام کا صحیح طریقہ

اگر آپ اپنی تھکی ہوئی کمر کو آرام دینا چاہتے ہیں تو تھوڑی دیر کے لیے نیچے فرش پر لیٹ جائیے۔ اس کے لیے آپ کے کمرے یا ڈرائنگ روم کی دری یا قالین بہترین ثابت ہوں گے۔

ہفتہ میں چار گھنٹے ورزش کریں اور ہزاروں جان لیوا بیماریوں سے محفوظ رہیں۔

ہزاروں بیماریوں کی جڑ جان لیوا امراض بلڈ پریشر سے خود کو بچانا ہے تو ہفتے میں کم از کم چار گھنٹے ورزش کو معمول بنالینا سب سے آسان اور کم خرچ نسخہ ہے۔ یہ بات چین میں ہونے والی ایک نئی تحقیق میں سامنے آئی ہے۔ شان ڈونگ یونیورسٹی کی تحقیق کے مطابق ہفتے میں کم از کم چار گھنٹے ورزش سے ہائی بلڈ پریشر کے مرض میں مبتلا ہونے کا خطرہ انیس فیصد تک کم ہوجاتا ہے۔ یہاں تک کہ ایک سے تین گھنٹے تک ہفتہ وار ورزش سے بھی گیارہ فیصد تک خطرہ کم ہوجاتا ہے۔ اس طرح ورزش کا دورانیہ جتنا بڑھائیں گے اس جان لیوا مرض کا خطرہ اسی حد تک کم ہوتا چلا جائے گا۔ ماہرین کے مطابق بلڈ پریشر سے دل اور گردے کے امراض کا خطرہ ہوتا ہے اسی لیے بلڈ پریشر کو کنٹرول میں رکھنا ضروری ہے۔

جسم کے عجائبات

انسانی جسم بظاہر ایک سادہ سی چیز ہے مگر اس کے اندر ایک کائنات چھپی ہوئی ہے۔ یوں تو پورا جسم ایک قدرتی نظام کا پابند ہے مگر ہر عضو کا ایک اپنا باقاعدہ واضح نظام بھی ہے۔ ایک نہایت ہی حیرت انگیز طریقے سے ایک دوسرے کے ساتھ مربوط ہے۔

"جسم کے عجائبات" کے عنوان سے محمد علی سید صاحب کی تحقیقی کتاب سے انسانی جسم کے اعضاء کی کہانی ان کی اپنی زبانی قارئین کی دلچسپی کے لیے ہر ماہ شائع کی جارہی ہے۔

محمد علی سید

آپ جس دن اس دنیا میں آئے اسی دن آپ کی پہلی چیخ سے میرے ایئر کنڈیشنگ پلانٹ آن ہوئے تھے۔ پھر یہ ایک لمحے کو بھی بند نہیں ہوئے۔ یہ پلانٹ انسان کی آخری سانس تک مسلسل چلتے رہتے ہیں۔

(گزشتہ سے پیوستہ)

غذائی چیک پوسٹ

ناک

ناک کی کہانی، خود اس کی زبانی

آنکھوں، ہونٹوں، رخساروں اور زلفوں کی طرح شاعروں نے میرے لیے زیادہ قصیدے نہیں کہے حالانکہ میں شاید ان سب سے زیادہ تعریف کی مستحق تھی۔ میری تعریف کے لیے زیادہ سے زیادہ تین الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں۔ خوبصورت، کھڑی اور ستواں۔ ظاہر بیں انسان حد سے حد صرف میرے ظاہری حسن کی تعریف کر سکا۔ شکل، خوبصورتی یا بدصورتی سے قطع نظر ہر انسان کی ناک ہی اس کے سانسوں کو برقرار رکھتی ہے۔ اگر یہ سانس نہ چلے تو باقی سارے اعضاء دیکھتے ہی دیکھتے ہڈیوں اور گوشت کے قابل تدفین ڈھیر میں تبدیل ہوجائیں۔

آنکھیں اگر آپ کے جسم

کی ساحلی سرحد ہیں تو میں آپ کے جسم کی پہاڑی سرحد ہوں اور ایک پہاڑی کی طرح آپ کی آنکھوں کے درمیان اور ہونٹوں کے بالائی علاقے میں اپنی بے شمار خدمات سرانجام دیتی ہوں۔

میری بہت سی خدمات تو ایسی ہیں کہ آپ کو زندگی بھر ان کا علم ہی نہیں ہوپاتا۔ مثلاً آپ رات میں بائیں کروٹ سے لیٹے سو رہے ہوتے ہیں۔ ایسے میں اگر میں آپ کا خیال نہ رکھوں تو آپ ساری رات ایک ہی کروٹ سے سوتے رہیں اور آپ کا جسم سن ہو کر رہ جائے۔ اگلے دن شاید ہی آپ کالج یا دفتر جانے کے قابل ہو سکیں!

جب آپ کو ایک ہی کروٹ سوتے سوتے دو گھنٹے گزر جاتے ہیں تو میرا بایاں نتھنا جسم کی بائیں سمت خون کی کمی کو محسوس کرکے میرے مرکزی کنٹرول کو اس ''لوڈشیڈنگ'' کی اطلاع فراہم کرتا ہے۔ مرکزی کنٹرول فوراً ہی دماغ کے مخصوص حصے کو خاموش سگنل ارسال کرتا ہے۔ یہ سگنل موصول ہوتے ہی دماغ فوری ایکشن لیتے ہوئے آپ کے متعلقہ پٹھوں کو ہدایت جاری کرتا ہے اور آپ بے خبر سوتے سوتے خود بخود کروٹ بدل لیتے ہیں۔

اگر آپ مجھے ''غذائی چیک پوسٹ'' کہیں تو یہ بھی غلط نہ ہوگا کیونکہ تمام زندگی منہ کے ذریعے جو اشیاء آپ کے معدے میں جاتی ہیں انہیں سب سے پہلے میں ہی چیک کرتی ہوں اگر میں یہ خدمات سرانجام نہ دوں تو آپ سڑا ہوا متعفن کھانا اور بساند بھرا پانی آرام سے استعمال کرسکتے ہیں۔ نتیجہ آپ جانتے ہی ہیں!

آپ کے کھانے پینے کے سارے مزے میری ہی وجہ سے قائم ہیں۔ مزیدار کھانے کی خوشبو جیسے ہی مجھے موصول ہوتی ہے تو میں فوراً ہی آپ کے سالیوری گلینڈز کو اس کی اطلاع فراہم کرتی ہوں۔ سالیوری گلینڈز میری جانب سے سگنل موصول ہوتے ہی کھانا نگلنے اور ہاضمے میں مدد دینے والی رطوبت کی پیداوار شروع کردیتے ہیں۔ یہ رطوبت چند سیکنڈ کے اندر اندر آپ کے منہ زبان، غذا کی پوری گزر گاہ اور معدے تک پھیل جاتی ہے۔ یہ رطوبت زبان پر موجود ننھے منے غذائی اجزاء کو بھی بلا کرلے جاتی ہے جس کی وجہ سے زبان پر موجود ذائقوں کو محسوس کرنے والے ابھاروں کی حساسیت بحال ہوجاتی ہے۔

کھانے کے اس پراسرار زندگی بخش عمل کی ابتداء میرے ہی ذریعے ہوتی ہے۔ نزلے، بخار یا کسی اور سبب سے اگر کسی کی ناک بند ہوجائے اور وہ خوشبوؤں کی صلاحیت کھو بیٹھے تو اس کا ہر کھانا بے مزہ ہوجاتا ہے۔ کچھ کھانے پینے کو دل ہی نہیں چاہتا۔ اگر وہ کچھ کھائے گا بھی تو دوا کی طرح، یہ کیفیت اگر طویل عرصے برقرار رہے تو مریض کا وزن کم ہونا شروع ہوجاتا ہے۔

بظاہر تو آپ اپنے منہ (زبان اور ہونٹوں) سے بولتے ہیں لیکن صحیح طریقے پر بولنا میرے بغیر ممکن نہیں ہے۔ اگر آپ کا خیال اس کے برعکس ہو تو اپنے دونوں نتھنوں کو چٹکی سے بند کرکے کچھ بولنے کی کوشش کیجیے، اپنی آواز کی مضحکہ خیزی کا آپ کو خود اندازہ ہوجائے گا۔

آپ نے ابھی تک مجھے باہر سے دیکھا ہے۔ آج میں آپ کو اندر کا نظارہ کرا رہی ہوں۔ یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ میں آپ کے منہ کی ''چھت'' اور دماغ کے ''فرش'' کے درمیان سینڈوچ بنی ہوئی ہوں۔ میرا عقبی حصہ آپ کے نظام تنفس سے جڑا ہوا ہے۔ ناک کی درمیانی ہڈی (Septum) نے مجھے دو برابر حصوں میں تقسیم کر رکھا ہے یعنی بایاں اور دایاں نتھنا۔ میرا پیچیدہ اور پراسرار مواصلاتی نظام آپ کے تالو کے اوپر موجود ہے۔ یہ غار نما علاقہ ہے۔ اس جگہ کے ارد گرد آٹھ مقامات پر مخصوص ہڈیاں پائی جاتی ہیں۔ یہ ہڈیاں اندر سے کھوکھلی ہیں اور آپ کی دونوں آنکھوں کے اوپر رخساروں میں میرے اور آنکھوں کے درمیان اور میرے عقبی حصے میں واقع ہیں۔ یہ آٹھ سائی نسز Sinuses کہلاتے ہیں۔ یہ آٹھ سائی نسز آپ کی آواز کو سنوارنے اور اس نمی کو حاصل کرنے میں میری مدد کرتے ہیں جس کے ذریعے میں آپ کے سانسوں کو مرطوب بناتی ہوں۔

آپ کی زندگی کا دارومدار سانس لینے کے عمل پر ہے۔ کہتے ہیں جب تک سانس تب تک آس۔ آپ زندگی بھر سانس لیتے رہتے ہیں لیکن دنیا میں آکسیجن کی فراوانی اور اپنے جسم میں موجود نظام تنفس سے بے خبر ہی رہتے ہیں۔ خدانہ کرے کہ کبھی کسی کو اسپتال میں داخل ہونا پڑے اور اسے مصنوعی طریقے پر سانس بحال رکھنے کے عمل کا تجربہ ہو۔ اس وقت انسان کو وقتی طور پر قدرت کے ان انمول تحفوں کی قدروقیمت کا علم ہوتا ہے۔ جو پیدائش سے بھی پہلے قدرت اسے عطا کرتی ہے اور بالکل مفت بے مانگے عطا کرتی ہے۔

میرا سب سے بنیادی کام آپ کو زندہ رکھنا ہے۔ یعنی آپ کے پھیپھڑوں کو مسلسل صاف ستھری، گرم اور مرطوب ہوا کی فراہمی۔ آپ جس دن اس دنیا میں آئے تھے اس دن آپ کی پہلی چیخ کے ساتھ میرے ایئرکنڈیشنگ پلانٹ آن ہوئے تھے۔ پھر یہ ایک لمحے کو بھی بند نہیں ہوئے۔ یہ پلانٹ انسان کی آخری سانس تک مسلسل چلتے رہتے ہیں۔ آپ کو صاف ستھری، گرم، مرطوب ہوا کی فراہمی کے لیے میں روزانہ پانچ سو کیوبک فٹ ہوا کو صاف اور گرم کرتی ہوں۔

آپ کے پھیپھڑوں کو جس ہوا کی ضرورت ہوتی ہے اس کی فراہمی کوئی آسان کام نہیں ہے۔ پھیپھڑوں کو اس سے غرض نہیں کہ آپ سیاچن گلیشیئر کے نیچے خون کو منجمد کردینے والی خشک اور سرد ہواؤں میں کھڑے ہیں۔ انہیں تو ہر وقت 75 سے 80 فیصد مرطوب اور 90 ڈگری فارن ہائیٹ کی گرم ہوا درکار ہوتی ہے۔ پھیپھڑوں کو اس سے بھی مطلب نہیں کہ آپ بھربھری مٹی کے میدان میں ٹہل رہے ہیں۔ انہیں گرد و غبار کے ذرات اور جراثیم سے پاک ہوا ملنا چاہیے۔ آپ اگر گنجان آباد شہر میں ڈیزل کے دھوئیں میں رہنے پر مجبور ہیں تو یہ آپ کے پھیپھڑوں کا مسئلہ نہیں ہے۔ انہیں ہر قیمت پر صاف ستھری ہوا درکار ہوتی ہے۔

(جاری ہے)

توحید و رسالت

پوری نوع انسانی میں ایک باہمی ربط اور تعلق ہے اور یہ ربط اور تعلق انسان کو یقین فراہم کرتا ہے کہ انسان مخلوق ہے، مخلوق سے مراد یہ ہے کہ اس کا کوئی سرپرست ہے جس نے اسے پیدا کیا اور زندگی گزارنے کے لئے وسائل مہیا کئے۔

علمائے دین اور دنیا کے مفکرین کو چاہیے کہ وہ مل کر خالق اور مخلوق کے تعلق کو صحیح طرزوں میں سمجھنے کی کوشش کریں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ قلبی تعلق استوار کرنے کے لئے جدوجہد کریں، یہی وہ یقینی عمل ہے جس سے نوع انسانی کو ایک مرکز پر جمع کیا جاسکتا ہے۔

اس وقت نوع انسانی مستقبل کے خوفناک تصادم کی زد میں ہے۔ دنیا اپنی بقا کی تلاش میں لرز رہی ہے۔

آندھیاں چل رہی ہیں، سمندری طوفان آرہے ہیں، زمین پر موت رقص کررہی ہے۔

انسانیت کی بقا کے ذرائع توحید باری تعالیٰ کے سوا کسی اور نظام میں نہیں مل سکتے۔

ترجمہ: اے لوگو! اپنے پروردگار کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔ جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا اور آسمان کو چھت بنایا اور آسمان سے پانی برسا کر تمہارے کھانے کے لئے پھلوں کو نکالا، پس تم اللہ کے ساتھ شریک نہ بناؤ اور تم جانتے تو ہو۔ (سورۃ البقرہ۔ 21-22)

خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا ''یارسول اللہ ﷺ! کونسا گناہ اللہ کے نزدیک سب سے بڑا ہے؟''......

آپ ﷺ نے فرمایا ''یہ کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرو حالانکہ تمہیں پیدا کرنے والا اللہ ہے''۔

(صحیح بخاری، کتاب الایمان، جلد اوّل صفحہ نمبر 180)

اللہ تعالیٰ کو یکتا اور وحدہٗ لاشریک ماننا، اللہ کے آخری پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی رسالت اور ختمِ نبوت کو زبان اور دل سے قبول کرنا ایک مسلمان کے لئے لازم ہے۔ عقیدۂ توحید و رسالت اور ختم نبوت میں گہرا تعلق ہے اور ان عقائد میں سے کسی ایک کو دوسرے سے جدا نہیں کیا جاسکتا۔

از طرف: ایک بندۂ خدا

قرآنی انسائیکلوپیڈیا

قرآن پاک رشد و ہدایت کا ایسا سرچشمہ ہے جو ابد تک ہر دور اور ہر زمانے میں انسان کی رہنمائی کرتا رہے گا۔ یہ ایک مکمل دستورِ حیات اور ضابطۂ زندگی ہے۔ قرآنی تعلیمات انسان کی انفرادی زندگی کو بھی صراطِ مستقیم دکھاتی ہیں اور معاشرے کو اجتماعی زندگی کے لیے رہنما اصول سے بھی واقف کراتی ہیں۔

بَنِیْ

عربی زبان کے لفظ بَنِیْ، بَنُوْ کے لغوی معنی اولاد اور نسل کے ہیں، اِبن، بُنَیَّ : بیٹا Son، اِبْنَة، بِنْت: بیٹی Daughter، بطور جمع اَبْنَاء، بَنُوْنَ، بَنِیْنَ: بیٹے، بَنَات: بیٹیاں اور بَنِیْ: بچے، اولاد Children اسی لفظ سے مشتق ہیں۔

قرآن مجید میں یہ لفظ اولاد (بَنُوا، بَنِی)، بیٹا (اِبن، بُنَیَّ)، بیٹے (بَنُونَ، بُنَیْنَ، بُنَیَّه، اَبْنَاء)، بیٹی (اَبنَت) اور بیٹیاں (بَنَات) کی صورت میں کل ایک سو باون (152) مرتبہ آیا ہے۔

بنی اور بنوا کے لغوی معنی اولاد اور نسل سے ہیں۔ بنی آدم کے لیے سات (7) مرتبہ آیا ہے۔

بنی آدم سے مراد ساری نسل انسانی ہے، سارے انسان خواہ وہ کسی نسل، کسی قوم، کسی ملک کے ہوں حضرت آدمؑ کی اولاد سے ہیں اور لفظ بنی آدم پوری نسل انسانی کی وحدت اور اس کے باہمی بھائی چارے پر دلالت کرتا ہے۔ انسانی حقوق کے بارے میں اسلام کا تصور بنیادی طور پر بنی نوع انسان کے احترام، وقار اور مساوات پر مبنی ہے۔ اللہ رب العزت نے نوعِ انسانی کو دیگر تمام مخلوق پر فضیلت و تکریم عطا کی ہے اور یہ شرف اور فضل، بحیثیت آدم کی اولاد کے، ہر بنی آدم کو حاصل ہے چاہے مومن ہو یا کافر، کالا ہو یا گورا، عربی ہوں یا عجمی، زمین و آسمان کی تمام چیزیں اللہ

تعالیٰ نے بنی آدم کے لیے مسخر کر دی۔ علاوہ ازیں کائنات کی تمام چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے انسان کی خدمت پر لگا رکھا ہے۔ چاند سورج، ہوا، پانی اور دیگر بیشمار چیزیں ہیں جن سے انسان فیض یاب ہو رہا ہے۔

ترجمہ: "اور بے شک ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی اور ہم نے ان کو خشکی اور تری میں (مختلف سواریوں پر) سوار کیا اور ہم نے انہیں پاکیزہ چیزوں سے رزق عطا کیا اور ہم نے انہیں اکثر مخلوقات پر جنہیں ہم نے پیدا کیا فضیلت دے کر برتر بنا دیا۔" (سورۂ بنی اسرائیل (14): آیت 70)

ایک دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: "اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور ہم نے تمہارے طبقات اور قبیلے بنا دیئے تا کہ ایک دوسرے کو پہچان سکو بے شک اللہ کے نزدیک تو تم سب میں عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہو، بے شک اللہ سب کچھ جانتا باخبر ہے" (سورۂ حجرات (49): آیت 13)

ترجمہ: "اور جب تمہارے پروردگار نے بنی آدم (بَنِي آدَمَ) سے یعنی ان کی پیٹھوں سے انکی اولاد نکالی تو ان سے خود ان کے مقابلے میں اقرار کرا لیا (یعنی ان سے پوچھا کہ) کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟ وہ کہنے لگے کیوں نہیں؟ ہم گواہ ہیں (کہ تو ہمارا پروردگار ہے) یہ اقرار اس لیے کرایا تھا کہ قیامت کے دن کہنے لگو کہ ہم کو تو اس کی خبر ہی نہ تھی۔" (سورۂ اعراف (7): آیت 172)

قرآنِ پاک میں حضرت آدم اور حضرت اسرائیل کے علاوہ کسی فرد کی نسل کو اس کی طرف "بنی" کا لفظ مضاف کر کے نہیں مخاطب کیا ہے۔ بنی آدم سے مراد تو دُنیا بھر کے اِنسان ہیں۔ اِسرائیل، حضرت ابراہیمؑ کے پوتے اور حضرت اسحاقؑ کے بیٹے حضرت یعقوبؑ کا عبرانی لقب تھا، اسرائیل کے معنی ہیں عبد اللہ یا خدا کا بندہ۔ لہٰذا ان کی اولاد بنی اسرائیل کہلائی۔ حضرت یعقوب کے بارہ بیٹے تھے، روبن، شمعون، لاوی، یہوداہ، اشکار، زبولون، دان، یوسف، بنیامین، نفتالی، جاد اور آشر.... اس لیے ابتدا سے بنی اسرئیل بارہ قبیلوں میں بٹے ہوئے تھے اور فلسطین میں مقیم تھے۔ قرآن مجید میں یہ لفظ سب سے زیادہ بنی اسرائیل کی صورت میں (41) مرتبہ آیا ہے اور قرآن کی ایک سورت کا نام ہی سورۂ بنی اسرائیل ہے۔

قرآن کے مخاطب بنی اسرائیل وہ بارہ (12) قبائل ہیں جنہیں حضرت موسیٰ نے فرعون کی غلامی سے آزاد کرا کر فلسطین ہجرت کی۔

مگر صدیوں کی غلامی نے ان میں بزدلی، شرک اور دیگر اخلاقی عوارض پیدا کر دیے تھے۔ چنانچہ قرآن کی کثیر آیات میں بنی اسرائیل کو دی گئی نعمتوں اور ان کی ناشکری اور کفرانِ نعمت کا تذکرہ ہے۔

ترجمہ: "اور خدا نے بنی اسرائیل (بَنِي إِسْرَائِيلَ) سے اقرار لیا۔ اور ان میں ہم نے بارہ سردار مقرر کئے۔ پھر خدا نے فرمایا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اگر تم نماز پڑھتے اور زکوۃ دیتے رہو گے اور میرے پیغمبروں پر ایمان لاؤ گے اور ان کی مدد کرو گے اور خدا کو قرض حسنہ دو گے تو میں تم سے تمہارے گناہ دور کر دوں گا اور تم کو بہشتوں میں داخل کرونگا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں پھر جس نے اس کے بعد تم میں سے کفر کیا وہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا۔" (سورۂ مائدہ (5): آیت 12)

ترجمہ: "اور جب ہم نے بنی اسرائیل (بَنِي إِسْرَائِيلَ) سے عہد لیا کہ خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ اور رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں کے ساتھ بھلائی کرتے رہنا اور لوگوں سے اچھی باتیں کہنا اور نماز پڑھتے اور زکوۃ دیتے رہنا تو چند شخصوں کے سوا تم سب (اس عہد سے) منہ پھیر کر پھر بیٹھے۔" (سورۂ بقرہ (2): آیت 83)

بائبل اور قرآن مجید میں بنی اسرائیل کی جو تاریخ ملتی ہے اس کے مطابق حضرت یعقوب کے بیٹے حضرت یوسف مصر میں ایک بہت بڑے سرکاری عہدے پر متمکن ہوئے تو بیشمار بنی اسرائیل مصر میں جا کر آباد ہو گئے۔ بنی اسرئیل ایک طویل مدت کی آسائش اور حکمرانی کے بعد قبطیوں کی غلامی میں جکڑے گئے تو ان کی رہنمائی اور آزادی کے لیے حضرت موسیٰ تشریف لائے۔

حضرت موسیٰؑ، بنی اسرائیل کو قبطیوں کی غلامی سے آزاد کرا کر واپس فلسطین میں لے آئے۔ مگر صدیوں کی غلامی نے ان میں بزدلی، شرک اور دیگر اخلاقی عوارض پیدا کر دیے تھے۔ چنانچہ یہ لوگوں فلسطین میں قابض مشرکوں سے اپنی آبائی زمین حاصل کرنے سے انکار کرتے رہے۔

بعد میں حضرت موسیٰ کے جانشین یوشع بن نون کے زمانے میں فلسطین فتح ہوا اور یہ لوگ وہاں آباد ہو گئے۔ ایک طویل عرصے تک بنی اسرائیل نے فلسطین پر حکومت کیں۔ جب جب بنی اسرائیل توحید اور نیکی سے وابستہ رہے، امن سے رہے اور انہیں خوشحالی نصیب ہوئی۔ اور جب کبھی انہوں نے بدی کی راہ اختیار کی، انہیں اس کی سزا اس طرح ملی کہ ارد گرد کی اقوام ان پر حملہ آور ہوتی رہیں اور انہیں غلام بناتی رہیں، پھر ان میں اصلاحی تحریکیں شروع ہوتیں اور یہ لوگ اصلاح کی طرف رجوع کرتے جس کے نتیجے میں انہیں غلبہ اور سرفرازی حاصل ہو جاتی۔

ترجمہ: "اور ہم نے بنی اسرائیل (بَنِي إِسْرَائِيلَ) کو رہنے کو عمدہ جگہ دی اور کھانے کو پاکیزہ چیزیں عطا کیں لیکن وہ باوجود علم حاصل ہونے کے اختلاف کرتے رہے۔" (سورۂ یونس (10): آیت 93)

اس کے بعد حضرت داؤد اور حضرت سلیمان کے زمانے میں بنی اسرائیل کو ایک زبردست حکومت عطا کی جس کا شہرہ دنیا بھر میں تھا۔ مگر اس کے بعد ان میں اخلاقی زوال آیا اور ہر طرح کی اخلاقی خرابیاں اور شرک ان میں پھیل گیا۔ انہیں پیغمبروں نے بہت سمجھایا مگر یہ باز نہیں آئے۔ نتیجتاً ان پر محکومی مسلط کر دی گئی۔

ترجمہ: "ہم نے بنی اسرائیل (بَنِي إِسْرَائِيلَ) سے عہد بھی لیا اور ان کی طرف پیغمبر بھی بھیجے (لیکن) جب کوئی پیغمبر ان کے پاس ایسی باتیں لیکر آتا جن کو ان کے دل نہیں چاہتے تھے تو وہ (انبیاء کی) ایک جماعت کو تو جھٹلا دیتے اور ایک جماعت کو قتل کر دیتے تھے۔" (سورۂ مائدہ (5): آیت 70)

ارد گرد کی اقوام نے بنی اسرائیل پر پے در پے حملے کر کے ان کی سلطنت کو بہت کمزور کر دیا۔ آخر کار اس دور کی عظیم سپر پاور عراق کی آشوری سلطنت کے حکمران فلسطین پر چڑھ دوڑے۔ انہوں نے بنی اسرائیل کو بڑے پیمانے پر قتل کیا اور ہزاروں کو غلام بنا کر اپنے ساتھ لے گئے۔ یروشلم کی اینٹ سے اینٹ بجا دی گئی۔ پورا شہر خاک و خون میں

بدل گیا۔ بابل کی حکومت کو زوال آیا تو فارس کے بادشاہ سائرس نے بابل فتح کرلیا۔ سائرس نے یہود کو دوبارہ فلسطین میں آباد ہونے کی اجازت دی۔ یہ لوگ واپس آئے اور انہوں نے بالآخر یہودیہ کی سلطنت دوبارہ قائم کی۔ یروشلم کی از سرِ نو تعمیر کی۔ اس طرح بنی اسرائیل کے دوسرے دور عروج کا آغاز ہوا۔ اسکندر اعظم کی فتوحات اور بنی اسرائیل کی حامی ایرانی حکومت کے زوال کے بعد بنی اسرائیل کو شدید دھچکا لگا۔ بنی اسرائیل کا ایک بڑا حصہ یونانیوں کا آلہ کار بن کر یونانی تہذیب کو اپنے ہاں فروغ دینے لگا۔ یونانی حکمران انٹیوکس نے جابرانہ قوت سے بنی اسرائیل کو ختم کرنے کی کوشش کی۔

اس جبر کے خلاف ان میں مکابی بغاوت کے نام سے ایک زبردست تحریک اٹھی۔ اس تحریک کے زیر اثر یہودیوں نے یونان سے آزادی حاصل کرکے پھر ریاست قائم کرلی جو یہودیہ اور اسرائیل کے علاقوں پر مشتمل تھی۔ سو سال بعد یہودی ریاست پر سلطنت روم کا قبضہ ہوگیا۔ یہودیوں نے بغاوت کی جسے رومی شہنشاہ ٹائٹس نے کچل دیا اور یہودیوں کی عبادت گاہ مسمار کرکے انہیں وہاں سے نکال دیا۔ روم کے بادشاہ ہیڈریاں نے یہودیوں کو شروع میں بیت المقدس آنے کی اجازت دی لیکن بغاوت کرنے پر بیت المقدس کے شہر کو مکمل طور پر تباہ کرکے یہودیوں کو غلاموں کے طور بیچ کر شہر بدر کردیا اور ان کا واپس بیت المقدس آنا ممنوع قرار دے دیا۔

پانچ سو سال بعد فلسطین پر فارس نے قبضہ کیا اور یہودیوں کو فلسطین آنے کی اجازت دے دی مگر کچھ ہی عرصے بعد بازنطینی حکومت غالب آئی اور پھر بغیر جنگ کے بیت المقدس حضرت عمرؓ نے فتح کیا۔ 636 سے 1918 عیسوی تک یعنی 1282 سال فلسطین پر مسلمانوں کی حکومت رہی سوا صلیبی جنگوں کے کچھ عرصہ کے۔ اس وقت تک بنی اسرائیل یعنی یہودیوں کو فلسطین سے باہر ہوئے 1800 سال ہوچکے تھے۔

ترجمہ: "ہم نے اپنی کتاب بنی اسرائیل (بَنِي إِسْرَائِيلَ) کو اس بات پر متنبہ کیا تھا کہ تم دو مرتبہ زمین پر فساد عظیم برپا اور بڑی سرکشی دکھاؤ گے۔ آخر کار جب ان میں سے پہلی سرکشی کا موقع پیش آیا۔ تو ہم نے تمہارے مقابلے میں اپنے ایسے بندے اٹھائے جو نہایت ہی زور آور تھے اور وہ تمہارے ملک میں گھس کر ہر طرف پھیل گئے۔ یہ ایک وعدہ تھا جسے پورا ہو کر رہنا تھا۔ اس کے بعد ہم نے تمہیں ان پر غلبے کا موقع دیا اور تمہیں مال و اولاد سے مدد دی اور تمہاری تعداد پہلے سے بڑھادی۔ دیکھو! جو بھلائی تم نے کی، وہ تمہارے اپنے لئے ہی بھلائی تھی اور جو برائی کی، وہ بھی اپنے لئے ہی تھی۔ پھر جب دوسرے وعدے کا وقت آیا تو ہم نے دوسرے دشمنوں کو تم پر مسلط کیا تاکہ وہ تمہارے چہرے بگاڑ دیں اور مسجد (بیت المقدس) میں اسی طرح گھس جائیں جس طرح پہلے دشمن گھسے تھے اور جس چیز پر ان کا ہاتھ پڑ جائے اسے تباہ کردیں۔ ہوسکتا ہے کہ تمہارا رب تم پر اب رحم کرے، لیکن اگر تم نے پھر اپنی سابقہ روش کا اعادہ کیا تو ہم بھی پھر اپنی سزا کا اعادہ کریں گے اور کفران نعمت کرنے والوں کے لئے ہم نے جہنم کو قید خانہ بنا رکھا ہے۔" (سورۂ بنی اسرائیل (17): آیت 4 تا 8)
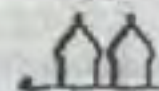
ان صفحات پر روحانی سائنس سے متعلق آپ کے سوالوں کے جوابات محقق نظریہ رنگ و نور الشیخ خواجہ شمس الدین عظیمی پیش کرتے ہیں۔ اپنے سوالات ایک سطر چھوڑ کر صفحے کے ایک جانب خوشخط تحریر کرکے درج ذیل پتے پر ارسال فرمائیں۔ برائے مہربانی جوابی لفافہ ارسال نہ کریں کیونکہ روحانی سوالات کے براہِ راست جوابات نہیں دیے جاتے۔ سوال کے ساتھ اپنا نام اور مکمل پتہ ضرور تحریر کریں۔

روحانی سوال وجواب-1/7,D-1، ناظم آباد۔ کراچی74600

سوال: من (ذات) اور روح اور جسم میں کیا فرق ہے؟.... اگر جسم نہ ہو تو روح کے تقاضے کیا معنی رکھتے ہیں اور اگر روح نہ ہو تو جسم کی حیثیت صفر رہ جاتی ہے۔ یہ کہنا کہ من اور روح کا رشتہ حقیقی رشتہ اور جسم کا رشتہ فانی اور غیر حقیقی رشتہ ہے کس طرح تسلیم کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ ہم پہلے جسم کو جانتے ہیں پھر روح سے واقف ہوتے ہیں اور روح سے جس قدر واقف ہیں اس کی حیثیت محض علمی ہے' مشاہداتی نہیں ہے جبکہ جسم کی حیثیت علمی بھی ہے اور مشاہداتی بھی۔؟

جواب: جسمانی وجود کا انحصار روح پر ہے۔ روح کا انحصار جسمانی وجود پر نہیں ہے اور اس کی مثال یہ ہے کہ روح کے بغیر آدمی کی حیثیت ایک لاش کے علاوہ کچھ نہیں۔ جب تک روح گوشت پوست کے وجود سے تعلق قائم رکھتی ہے۔ گوشت پوست کے وجود میں حرکت موجود رہتی ہے۔ یہ گوشت پوست کا وجود دیکھتا بھی ہے، سنتا بھی ہے، چھوتا بھی ہے، بولتا بھی ہے، تپش اور ٹھنڈک کی لہروں کو محسوس بھی کرتا ہے لیکن اگر روح اس گوشت پوست کے وجود سے اپنا رشتہ توڑ لیتی ہے تو یہ جسمانی وجود نہ سنتا ہے، نہ بولتا ہے، نہ محسوس کرتا ہے۔ روح کی عدم موجودگی میں کسی تیز دھار والے ہتھیار کی مدد سے جسم کا ایک ایک عضو کاٹ دیا جائے، الگ کردیا جائے تو وجود کچھ بھی محسوس نہیں کرتا اور نہ اس کے اندر کوئی قوت مدافعت ہوتی ہے۔

زندگی کے اس عمل سے یہ بات ثابت ہوجاتی ہے کہ انسان کی اصل روح ہے، گوشت پوست کا وجود نہیں ہے۔

اگر کوئی بندہ اپنے من، اپنی روح سے واقف ہے تو وہ اپنا دوست ہے اور اس کے برعکس اگر کوئی بندہ صرف اپنے گوشت پوست کے وجود کو سب کچھ سمجھتا ہے تو وہ اپنا دشمن ہے۔ جس شخص کے اندر روحانی زندگی کا کوئی تصور موجود نہ ہو من اس کا دشمن ہے۔ اگر کوئی بندہ من سے کوئی کثیف کام لینا چاہتا ہے تو من اس کی خدمت کرنے سے انکار نہیں کرتا۔ وہ اسے مادیت اور ٹائم اسپیس کے جال میں جکڑ دیتا ہے اور اگر بندہ من سے روح کا سراغ چاہتا ہے تو من اسے ایک اچھے اور مخلص دوست کی طرح روحانی رشتوں سے متعارف کرا دیتا ہے اور من اسے نہ صرف بتا دیتا ہے بلکہ دکھا بھی دیتا ہے کہ روح پاک ہے۔ جسم کی ساری خوشیاں جسم کی طرح عارضی ہیں اور روح چونکہ خود مستقل خوشی ہے اس لئے روحانی لوگ خوش رہتے ہیں۔ یہ مادی دنیا اور گوشت پوست کے جسم کی دنیا دوئی کی دنیا ہے۔ ابھی ہم سکھی ہیں اور چند لمحوں بعد ہم دکھی ہوتے ہیں۔ جو بات ہمارے لئے عزت کا باعث ہے وہی بات لمحہ بھر بعد ہمارے لئے بے عزتی بن جاتی ہے۔ دوئی کی اس مادی دنیا میں کسی چیز کو سمجھنا اسی وقت ممکن ہے جب ہم سکھ، دکھ، عزت، بے عزتی، سردی اور گرمی کے تضاد کو سمجھ لیں۔ جب تک "میں" مصیب کر کے چکی کے دو پاٹوں میں نہیں پستا "میں" خوشی کو نہیں سمجھتا۔ اس تضاد سے گزرنے کے لئے مادی دنیا کی دوئی سے خود کو آزاد کرنا ہوگا۔ جب کوئی شخص مادی دنیا کی اس دوئی سے گزر کر خودشناسی کے علم کا طالب علم بن جاتا ہے تو ہر چیز کو ایک ہی نظر سے دیکھتا ہے خواہ وہ کنکر ہو، پتھر ہو یا سونا ہو۔ اور جب تک کوئی بندہ خودشناسی کے علم سے ناواقف رہتا ہے اس کا من بے چین اور بے قرار رہتا ہے۔ من کی بے چینی اور بے قراری دور کرنے کے لئے ایک مخصوص طرز فکر کو اپنانا ضروری ہے اور یہ طرز فکر آزاد طرز فکر ہے۔

یہ آزاد طرز فکر دراصل قلندر شعور ہے۔ من سے دوستی کا رشتہ مستحکم کرنے کے لئے قلندر شعور ہمیں راستہ دکھاتا ہے اور وہ راستہ یہ ہے کہ یہاں ہمارا نہ کوئی دشمن ہے نہ کوئی دوست ہے۔ ہم خود ہی اپنے دوست ہیں، خود ہی اپنے دشمن ہیں۔ قلندر شعور جب حرکت میں آجاتا ہے تو بندہ یہ دیکھتا ہے کہ ساری کائنات ایک اسٹیج ہے، ڈرامہ ہے۔ اس اسٹیج پر کوئی باپ ہے، کوئی ماں ہے، کوئی بچہ ہے، کوئی دوست ہے، کوئی دشمن ہے، کوئی گناہگار ہے، کوئی پاکباز ہے۔ جب اسٹیج پر کام کرنے والے کردار اسٹیج سے اتر جاتے ہیں تو سب ایک ہو جاتے ہیں اور ان کے اوپر سے دنیا کی دوئی کا طلسم ٹوٹ جاتا ہے۔

خطباتِ عظیمی

بچہ جب اسکول میں داخل ہوتا ہے تو اس کو ABCD اور 100 تک گنتی یاد کرائی جاتی ہے۔ ABCD کے 28 حروف ہیں۔ تین سال کی عمر کے بچے کو صرف ایک حرف A یاد کرنے میں 40 گھنٹے لگتے ہیں۔ اس کے بعد وہ اس قابل ہوتا ہے کہ قاعدہ شروع ہو سکے۔ پھر مزید دس سال گزارنے کے بعد اس کے اندر اتنا شعور بنتا ہے کہ وہ یہ سمجھنے لگتا ہے کہ رائج علوم کیا ہیں۔ مگر عموماً 99 فیصد بچے میٹرک کرنے کے بعد بھی یہ فیصلہ نہیں کر پاتے کہ ہمیں کیا بننا ہے۔ جب بچہ انٹر کر لیتا ہے تو اس کے اندر صرف یہ ذوق بنتا ہے کہ آگے کیا کرنا ہے۔ یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ جب بچہ میٹرک کرتا ہے تو اس عرصے میں 35 ہزار چھ سو گھنٹے صرف ہوتے ہیں۔

یہ باتیں پوری دنیا کے بچوں میں یکساں ہیں۔ یہاں تک کہ کھانا پینا، سونا جاگنا، ستر پوشی، لباس، رشتہ داری کا تقدس، شادی بیاہ، بچوں کی پیدائش اور ان کی پرورش کرنا یہ سارے تقاضے ہر جگہ ایک جیسے ہی ہیں.... مثلاً آپ امریکہ، مصر یا چین چلے جائیں وہاں یہ سب باتیں یکساں ہیں۔ ماحول کے زیرِ اثر جہالت کہیں کم و بیش ہو سکتی ہے لیکن دنیا بھر میں انسانوں کی نفسیاتی کیفیت ایک ہے۔ ہر آدمی باپ کو باپ، ماں کو ماں، بیٹے کو بیٹا، کپڑے کو کپڑا، پانی کو پانی، نیند کو نیند اور بیداری کو بیداری ہی سمجھتا ہے یہ دوسری بات ہے کہ وہ ان سب چیزوں کو اپنی زبان کی وجہ سے نام کچھ اور دے مگر ساری دنیا میں ایک ہی شعور کام کر رہا ہے"۔

بچہ جب پیدا ہوا تھا تو اس کا شعور بالکل Blank تھا۔ آج کل 20 سال کے شخص کو باشعور کہا جاتا ہے۔ روحانی نقطہ نظر سے آدمی 40 سال میں باشعور ہوتا ہے۔ اگر ہم 20 سال کو شعور کی بلوغت تصور کر لیں تو 20 سال میں اس کا شعور وہی ہے جو ساری دنیا میں رائج ہے۔ آج دنیا کی آبادی 7 ارب بتائی جاتی ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ 20 سال کی عمر تک اس کے شعور کی سطح پر 7 ارب انسانوں کی چھاپ پڑ چکی ہے۔ جس طرح 7 ارب انسان سوچتے ہیں، اسی طرح 20 سال کا فرد بھی سوچ وبچار کرنے لگا۔ یعنی وہ 7 ارب انسانوں کے شعور کا عکس ہے۔ ان چھ ارب انسانوں کا شعور کیا ہے؟.... کھانا پینا، سونا جاگنا، ستر پوشی،

جینا، مرنا، سننا، نماز پڑھنا، روزہ رکھنا اور سونا اور جاگنا سب انفارمیشن اور خیال کے تابع ہے اور سورس آف انفارمیشن "اللہ" ہے۔

دنیا کے تمام انسانوں میں بنیادی تقاضے ایک ہی ہیں۔

عموماً 99 فیصد بچے میٹرک کرنے کے بعد بھی یہ فیصلہ نہیں کر پاتے کہ ہمیں کیا بننا ہے۔

لباس، رشتہ داری، شادی بیاہ، بیوی بچے، ٹائم اسپیس، پابندی، محدودیت!....

فرض کیجئے ایک شیر ہے۔ اُس شیر کے اوپر آپ نے 7 ارب پردے ڈال دیئے۔ اب اگر آپ اصل شیر کو دیکھنا چاہتے ہیں تو کیا کریں گے؟.... آسان سی بات ہے کہ پہلے 7 ارب پردے ہٹائیں گے تو اصل شیر آپ کے سامنے آجائے گا۔ بالکل اسی طرح 7 ارب انسانوں کے عکس نے اصل شعور کو دبا دیا ہے۔

اصل شعور کیا ہے؟....

جب بچہ عالم ارواح سے آیا تھا تو وہ فرشتوں کو دیکھتا تھا۔ بچہ جب آسمانی دنیا سے اس مادی دنیا میں آیا تو آسمانی دنیا کے نقوش مدھم پڑتے پڑتے بالکل ختم ہوگئے۔

پیغمبران علیہم السلام کی سوچ عام انسانوں سے بالکل الگ اور مختلف ہے۔ نبوت ختم ہوچکی ہے لیکن پیغمبران علیہم السلام کے وارثین اولیاء اللہ قیامت تک آتے رہیں گے۔ انبیاء کی سوچ یہ ہے کہ دنیا ایک مسافر خانہ ہے جہاں لوگوں کی آمدورفت لگی ہوئی ہے....

روحانی بندہ کہتا ہے کہ یہ دنیا تو بڑی ظالم اور بے وفا ہے۔ ہم گھر بناتے تو ہمیں گھر ساتھ نہیں لے جانے دیتی۔ بینک بیلنس کی چیک بک بھی یہیں رکھی رہ جاتی ہے۔ اس دنیا کی کتنی ہی نازبرداری کرلو.... سب کی سب دھری کی دھری رہ جاتی ہیں۔ بڑے بڑے محلات، کوٹھیاں، مکانات اور جھونپڑیاں بھی نہیں رہتیں۔

بچہ جب بڑا ہوا تو اپنے گھر بسانے کی فکر پڑگئی۔ والدین نے مدد کی اور شادی ہوگئی۔ اب بیوی کی فکر پڑگئی، یہاں تو یہ حال ہے کہ آدمی کچھ بھی کرلے بیوی کے نخرے ہی پورے نہیں ہوتے، پھر اولاد ہوگئی، اب اولاد کے لئے تفکرات شروع!.... ہمارے ایک قادری العظیمی صاحب تھے.... اللہ اُنہیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے، وہ ایک دوہا سنایا کرتے تھے۔

دھی لے گیا جمائی ، بہو لے گئی پوت
جوانی لے گئی بیوی ، ہم رہ گئے اُوت کے اُوت

یعنی بیٹی کو سینے سے لگا کے خون پسینہ ایک کرکے بڑا کیا تو اُسے داماد صاحب لے گئے۔ بیٹے کے لیے بے ایمانیاں، چوریاں اور جعلسازیاں کیں اور جب بچہ دیکھنے کے قابل ہوا تو اُسے بہو لے گئی۔ بیوی صاحبہ نے ساری زندگی اس بات میں گزار دی کہ میاں یہ لادو وہ لادو.... اب آدمی 60 سال کا ہوگیا تو اُس کو کیا ملا؟.... اگر 60 سال میں زندگی کا اصل مقصد حاصل نہ ہوا تو بھئی آدمی تو نامراد ہی رہ گیا نا....

حضور قلندر بابا نے مجھ سے فرمایا تھا.... اللہ تعالیٰ یہ نہیں پوچھیں گے کہ تم نے اولاد کو کیا کھلایا، پلایا اور پہنایا؟.... اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے بچوں کی روزی متعین کردی ہے وہ تو بچوں کو ملنی ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ پوچھیں گے کہ تم نے اولاد کی تربیت کیسی کی؟.... قانون یہ ہے کہ والدین کو بچوں کی وجہ سے رزق ملتا ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ والدین کی وجہ سے بچوں کو رزق ملتا ہو۔ والدین کا رزق بھی اور بچوں کا رزق بھی!....

حضور قلندر بابا اولیاءؒ نے فرمایا کہ اللہ کا یہ نظام ہے کہ پرندے غول کے غول فضا میں اُڑتے ہیں۔ جب اُن کا بھوک سے بُرا حال ہوجاتا ہے تو وہ زمین پر اترتے ہیں۔ چٹیل میدانوں، پہاڑوں، صحرائوں، جنگلوں اور سڑکوں پر جب وہ پرندے اُترتے ہیں تو اس سے پہلے کہ ان کے پنجے زمین پر لگیں اللہ تعالیٰ اُن کے لئے دانہ پیدا کردیتا ہے....

حضرت بابا تاج الدین ناگپوریؒ شاعری میں داس ملوکا تخلص کیا کرتے تھے۔ داس ملوکا کے اردو میں معنی ہیں اللہ کا غلام!.... بابا تاج الدینؒ نے اسی نکتے کو اپنے ایک دوہے

بقیہ: صفحہ 197 پر ملاحظہ کیجیے

سلسلۂ عظیمیہ کی تعلیمات

پندرہواں حصہ

غیبت:

حسد کے بعد ایک اور ہے غیبت۔ غیبت کے بارے میں حضور علیہ الصلوۃ و السلام کے ایک ارشاد کا مفہوم یہ ہے کہ۔ ”غیبت نہ کی جائے غیبت کرنا بہت برا عمل ہے“۔

لوگوں نے عرض کیا کہ کسی کے بارے میں ہم کوئی بات کررہے ہیں اس کی کسی خامی کا ذکر کررہے ہیں تو کیا یہ بھی غیبت ہوگی۔ حضورؐ نے فرمایا کہ تمہارا اپنے بھائی کے پیٹھ پیچھے آپس میں بیٹھ کر اسکی کسی خامی کا ذکر کرنا غیبت ہے اور اگر وہ خامی اس کے اندر نہیں ہے تو اس کا ذکر بہتان ہے۔

اگر آپ کے کسی بھائی کی بہن کی کوئی خامی آپ کے علم میں آئی ہے تو خلوص کا تقاضہ یہ ہے کہ اسکے پاس جایا جائے اور اسے بڑے ہی اچھے الفاظ میں بہت ادب و احترام کے ساتھ وہ بات بتائی جائے۔

اگر کسی کی خامی آپ کی نظر میں آئی اور کسی کا کوئی عیب آپ کی نظر میں آتا ہے تو اس عیب کو کبھی دوسروں کے سامنے بیان نہ کریں بلکہ اسکی پردہ پوشی کریں۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی تعلیمات کے مطابق لوگوں کو ایک دوسرے کے عیبوں کی پردہ پوشی کرنی چاہیے۔

نبی کریمؐ کا ارشاد ہے کہ! ”جو شخص دنیا میں کسی

سب سلسلہ عظیمیہ کے اراکین کو روحانی علوم کی مبادیات سے آگہی فراہم کرنے کے لیے، قرآن پاک کی آیات میں غوروفکر کی ترغیب دینے اور معلم و مزکیٔ اعظم حضرت محمد ﷺ کے ارشادات کی روشنی میں اپنی شخصیت کی تعمیر کی طرف متوجہ کرنے کے لیے مرکزی مراقبہ ہال کراچی میں قلندر شعور اکیڈمی کے زیرِ اہتمام ستمبر 2010ء سے ہر ماہ ایک خصوصی نشست منعقد ہورہی ہے۔ اس نشست میں ڈاکٹر وقار یوسف عظیمی آن لائن لیکچر دیتے ہیں۔

اس لیکچر میں پاکستان کے ستر سے زاید شہروں سے سینکڑوں خواتین و حضرات شریک ہوتے ہیں۔ پاکستان کے علاوہ مشرق وسطیٰ، برطانیہ، ڈنمارک، امریکہ، کینیڈا میں یہ لیکچر آن لائن ہوتا ہے۔

سلسلہ عظیمیہ کے مرشد حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی نے مئی 2012ء میں یہ ہدایت فرمائی ہے کہ اس آن لائن لیکچر کی تلخیص روحانی ڈائجسٹ کے علم دوست قارئین کے لیے بھی ہر ماہ پیش کی جائے۔

اس لیکچر پر قارئین کے تاثرات بھی ان صفحات میں شائع کیے جاسکتے ہیں۔

کے عیب پوشیدہ رکھے گا اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کے عیبوں کی پردہ پوشی فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ اس وقت تک اپنے " بندے کی مدد کرتے رہتے ہیں جب تک وہ شخص اپنے کسی بھائی کی مدد کرتا رہتا ہے۔"

یعنی خدمت خلق کا پہلو بھی اس میں شامل ہے قرآن پاک میں غیبت کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

"اے ایمان والوں بہت زیادہ گناہ کرنے سے بچو بہت سارے گمان کرنا گناہ ہے اور ایک دوسرے کے حال کا تجسس نہ کرو ایک دوسرے کی ٹوہ میں نہ رہو"۔

قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے۔

"کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرے گا کہ وہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے۔ اس سے تم ضرور نفرت کرو گے"۔

اللہ تعالیٰ کہتا ہے تو غیبت نہ کرو اور اللہ کے آگے تقویٰ اختیار کرو۔ بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔ یہ جو باتیں ہیں ان کا تعلق انسان کی باطنی اصلاح سے ہے اس میں ایک چیز اور ہے معافی اور در گزر۔

معافی اور در گزر:

اگر آپ کو کسی سے کوئی تکلیف پہنچے تو آپ اس تکلیف سے بچاؤ کا پورا اہتمام کریں۔ اپنے لیے اگر اس سے ناراضگی کا اظہار کرنا چاہتے ہیں تو کر دیں۔ ٹھیک ہے آپ کو حق ہے لیکن اس کے خلاف دل میں کوئی بغض نہ رکھیں اسے در گزر سے کام لیں اور معاف کر دیں زندگی میں اگر آگے موقع ملے دو سال، پانچ سال، دس سال پرانی بات کا بدلہ چکانے کا حساب چکانے کی کوشش نہ کریں۔ حضورؐ نے کئی مقامات پر در گزر کرنے کی اور معاف کرنے کی تائید فرمائی ہے۔ معاف کر دینا اس طرح نہیں ہے کہ جب آپ کا بس نہیں چل رہا تو آپ نے معاف کر دیا بلکہ اچھائی کی خاطر معاف کیا جائے اور اگر آئندہ چل کر بدلہ لینے کا موقع ملے تو اس وقت بدلہ نہ لیا جائے۔ جب معاف کر دیا تو معاف کر دیا اور پھر دل میں بغض نہ رکھا جائے ہاں اگر کسی میں کچھ شخصی خرابیاں ہیں اور اس میں کسی کام کی اہلیت نہیں ہے۔ اگر آپ اجتماعی کام کر رہے ہیں تو کوئی کام دیتے وقت کمی کا اظہار غیبت یا غلطی میں نہیں آئے گا۔ آپ سمجھتے ہیں فلاں صاحب فلاں ذمہ داری کے لیے مناسب نہیں ہے تو وہ فیصلہ کرنا ایک بالکل دوسری بات ہے۔ یہ تو ایک ایڈمنسٹریشن کی ضرورت ہے۔

روحانی تربیت کے لیے ایک بات اور یہ بڑی اہم ہو گی کہ آپ کو معاف کرنے کی عادت اپنے اندر ڈالنی ہو گی انسان کو زندگی مختلف لوگوں سے، مختلف رشتوں، مختلف تعلق داروں سے تکلیف پہنچتی ہے لیکن آپ بھی تو دیکھیں کہ کئی مرتبہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ کہیں کسی شخص سے تکلیف پہنچتی ہے تو ہم اسے زندگی بھر یاد رکھتے ہیں اس آدمی سے ہمیں سو راحتیں بھی تو ملی ہوتی ہیں لیکن اگر ایک تکلیف ہمیں اس سے مل جائے تو اس سے ملنے والی سو راحتوں کو فراموش کر دیتے ہیں یہ تو صحیح عمل نہیں ہوا۔ بہتر طرزِ عمل یہ ہو گا کہ در گزر سے کام لیا جائے برائی کا بدلہ برائی سے دے کر ہم اپنے ارد گرد اچھائیاں پروان نہیں چڑھا سکتے۔ قرآن کی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم یہ ہے کہ

"برائی کا بدلہ برائی سے نہ دیا جائے بلکہ اچھائی سے ختم کرنے کی کوشش کی جائے"

(جاری ہے)

❖

دسمبر 1988ء کے شمارے کا سرورق

اس ماہ کے مضامین میں پیرانِ پیر سید عبد القادر جیلانیؒ، اسلام کی سائنسی حقیقت، قبر پر خیر کی دعا، جانوروں کے ذریعہ زلزلہ کی پیشگوئی، نہ قتل کیا نہ سولی چڑھا سکے، کائنات میں مخلوقات، دانت اور صحت، اژدھے کی بد دعا، بھارت میں جہیز، کیلشیم کا خزانہ، پیراسائیکالوجی، برفانی انسان، اسلام کی پہلی محسنہ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ، سفید بال، کاسمیٹکس کی کہانی، بچے کی تربیت، تباہی کا پرندہ، جبکہ سلسلہ وار مضامین میں نور الٰہی، نور نبوت، آواز دوست، تاثرات، قرآن کہکشانی نظام، محفل مراقبہ، مراقبہ کی اقسام، تشریح لوح و قلم، خلائی مہمان، دھند، آپ کے مسائل، اس شمارے سے منتخب تحریر "جانوروں کے ذریعہ زلزلہ کی پیشگوئی" قارئین کے ذوق کے مطالعہ کے لیے پیش کی جارہی ہے۔

جانوروں کے ذریعہ زلزلہ کی پیشگوئی

ادارہ

عرصہ دراز سے خیال کیا جاتا ہے کہ بیشتر جانوروں کو زلزلوں یا ایسی ہی دوسری آفات کی آمد کے بارے میں قبل از وقت احساس ہو جاتا ہے مثلاً 328 سال قبل مسیح جب یونان کے شہر ہیلی کاوس میں زلزلے کے ہاتھوں تباہی و بربادی پھیلی تو اس سے کئی روز قبل اس شہر کے جانوروں نے شہر خالی کر دیا تھا شاید یہی وجہ ہے کہ چین جاپان اکور میسوپوٹانیہ کے لوگ جانوروں کو قدرتی آفات سے آگاہ کرنے والا پیشوا تصور کرتے ہوئے ان کی بے حد عزت کرتے تھے۔ گو کہ پچھلی چند دہائیوں سے جدید سائنسی آلات کے ایجاد ہونے سے زیر زمین حرکات و سکنات کا پتہ لگانے میں خاطر خواہ کامیابیوں کے باعث جانوروں کی مدد سے زلزلوں یا ایسی ہی دوسری آفات کے بارے میں معلومات اکٹھی کرنے یا ان پر انحصار کرنے کا کام خاصا ست پڑ گیا ہے تاہم جدید ترین سائنسی آلات ابھی تک ہمیں شدید ترین زلزلوں طوفانوں یا ایسی دوسری آفات کے بارے میں قبل از وقت موثر آگاہی فراہم کرنے میں ناکام ثابت ہو رہے ہیں۔ زلزلوں سے قبل جانوروں کی حرکات و سکنات کے بارے میں کئی ایک حقائق اٹلی۔ جاپان، چین

اور سوویت یونین کے سائنسی لٹریچر میں چھپ چکے ہیں۔ اس کے علاوہ سوویت یونین میں زلزلہ پیمائی سے متعلق قومی پروگرام میں زلزلوں کی پیشن گوئی کے لیے جانوروں کے لیے باقاعدہ رویہ پر تحقیق کے لیے ایک شعبہ بھی کام کر رہا ہے۔

ماہرین حیاتیات کا کہنا ہے کہ جانوروں کا یہ بے ربط اور بے قاعدہ رویہ عام فہم اور کسی مخصوص حادثے کے بارے میں ان کی نمایاں بے چینی کی واضح علامت تصور کیا جاسکتا ہے۔ ماہرین حیاتیات نے جانوروں کے ان بے قاعدہ رویوں کو دو مختلف حالتوں یا حصوں میں تقسیم کیا ہے۔

1۔ ایک حالت میں یہ جانور اپنے روزمرہ معمولات میں غیر معمولی طور پر بے چینی کا اظہار کرتے ہیں مثلاً بے چینی سے دوڑنا، کانپنا، واویلا کرنا اور چیخنا چلانا وغیرہ۔

ماہرین کا کہنا ہے کہ جانوروں کی یہ حرکات و سکنات درحقیقت کسی غیر معینہ تشویش کی نشاندہی کر رہی ہوتی ہے۔

2۔ دوسری حالت میں جانوروں کا ردعمل یا دوسری قسم کا رویہ پہلے سے کہیں زیادہ بامقصد اور کسی متوقع خطرے کی نشاندہی سے متعلق ہوتا ہے۔ مثلاً اس حالت میں جانور اپنے گھروں یا باڑوں سے دور بھاگتے ہیں۔

ماہرین کا کہنا ہے کہ زلزلہ پیمائی اور اس سے متوقع خطرات کا سراغ لگانے میں مددگار جانوروں کی تقریباً ستر اقسام قابل ذکر ہیں تاہم 1499930۔ اقسام کے دوسرے جانوروں میں یہ خواص موجود ہیں۔ بہرحال اس کی وجہ ان کی جانب ماہرین کی عدم توجہ بھی ہو سکتی ہے۔

جانوروں کی وہ اقسام جو زلزلوں یا ایسی ہی نوعیت کے دوسرے خطرات کے بارے میں موثر آگاہی کا سبب بنتی ہیں ان میں کتے مویشی چوہے اور بلیوں کے نام نمایاں ہیں تاہم بعض سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ یہ جانور اتنے زیادہ ہوشیار یا حساس ہیں کہ وہ اس سلسلے میں مددگار ثابت ہوں۔ ماہرین زلزلہ پیمائی اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ جانوروں کا یہ غیر معمولی رویہ قریب الوقوع زلزلے اس کی شدت کے بارے میں ممکنہ نشاندہی کرنے میں مددگار ثابت ہو سکتا ہے تاہم اس نوع کے سبھی جانور ہی کسی متوقع خطرے پر اپنے ردعمل کا اظہار نہیں کرتے۔ بیشتر جانوروں کو (ماسوائے مچھلی اور چند رینگنے والے جانوروں) کے شاذونادر ہی کسی واقعہ کے بارے میں چوبیس گھنٹے پہلے خبر ہوتی ہو، تاہم کبھی کبھار کسی بڑے متوقع خطرے کے بارے میں جانوروں کی غیر معمولی بے چینی یا شدید ردعمل سے قبل از وقت قدرتی شواہد حل ہو جاتے ہیں۔ تاہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا ہمیشہ جانور کسی ایسے متوقع خطرے کے بارے میں جب کسی ردعمل کا اظہار کرتے ہیں تو کیا واقعی کوئی ایسا حادثہ پیش بھی آتا ہے....؟

ماہرین زلزلہ پیمائی اس مسئلے کو اس طرح دیکھتے ہیں کہ آیا اس نوعیت کی غلطیاں جن کے حوالے سے متعلقہ معلومات شواہد کی تصدیق نہیں ہوتی اور وہ شواہد غلط پیش گوئیاں ثابت ہوتے ہیں کیا مستقبل کی نشاندہی کرنے والے حیاتیاتی حالات پر غالب رہیں گے!

بعض سائنسدان جانوروں کے اس رویے کو غلطیوں سے بھرا قطعی قابل اعتماد حوالوں کے طور پر تسلیم نہیں کرتے۔ مثلاً دو سال قبل سوویت یونین میں واقع ہونے والے ایسے سینکڑوں حادثوں میں سے صرف تیس کے قریب حادثوں کی ان حوالوں سے نشاندہی ہو سکی، دوم، ان حوالوں پر گہری تحقیق کرنے کے باوجود بھی کسی حادثے کے بارے میں سو فیصد پیش گوئی کرنا محال ہوتا ہے اور ان میں دونوں اقسام کی غلطیوں کے امکانات موجود ہوتے ہیں، چونکہ بسا اوقات اس سلسلے میں جن شواہد کا سہارا لیا جاتا ہے وہ بعد ازاں درحقیقت زیر زمین کسی حادثے کی تیاری کا محرک ثابت ہوتے ہیں۔ لہٰذا جانوروں کو اس بارے میں قطعی مورد الزام ٹھہرانا کوئی انصاف نہیں۔

بہرحال سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جانوروں کے اس غیر معمولی اور حیران کن رویے یا کسی مخصوص وقت اور جگہ پر ان کی تشویشناک بے چینی کو مستقبل قریب میں زلزلہ پیمائی یا اس سے متعلق پیش گوئی کے طبعی منظر میں کیا حیثیت دی جاتی ہے۔ چونکہ جغرافیہ دانوں کے بقول زلزلوں کا وقوع پذیر ہونا حشر ارض کا نہایت ہی خفیف بھونچال عمل ہے جو زمین کے انتہائی زیریں حصوں میں ہوا کے دباؤ، اور کشش کے عمل میں تبدیلی زیر زمین پانی کی سطحوں میں حرکت یا زیر زمین انتہائی آوازوں کا پیدا ہونا الیکٹرومیگنیٹک فیلڈ زمین کی بیشی اور زمین کے انتہائی زیریں حصوں سے گیسوں کے پیدا شدہ ہونے کے نتیجے میں وقوع پذیر ہوتا ہے۔

سائنسدانوں کا خیال ہے کہ کسی مخصوص جگہ اور اس کے ماحول کے اثر کے بارے میں جانوروں کا ردعمل حفاظتی نوعیت کا ایک عمل ہوتا ہے جو ایک طویل ترین ارتقائی عمل کے نتیجے میں اس نوعیت کے زلزلوں یا حادثوں کے بارے میں پیدا ہونے والی آوازوں یا اثرات کو عام حالتوں میں آدمی نہیں سن سکتے ہیں اور ان آوازوں کو نہایت ہی حساس آلات کے ذریعے ریکارڈ بھی کیا جاسکتا ہے۔

سوویت ماہرین ایسے تجربات کرنے میں مصروف ہیں جن کی مدد سے برقی لہروں کی بو اور ایسے ہی دوسرے ناگزیر حادثوں کے بارے میں جانوروں کے ردعمل کو زیادہ بہتر طور پر جاننے میں مدد ملے گی اس مقصد کے حصول کے لیے سوویت یونین کے سائنسدانوں نے قزاخستان کی اکیڈمی آف سائنسز کے ایک انسٹی ٹیوٹ برائے زلزلہ پیمائی میں زلزلہ پیمائی کا ایک حیاتیاتی نظام بھی قائم کیا ہے۔ سوویت ماہرین زلزلہ پیمائی اس جدید توسیعی پروگرام کے ذریعے جانوروں پرندوں چیونٹیوں پہاڑوں میں غاروں میں رہنے والے جانوروں اور گلہریوں کی حرکات و سکنات کا مشاہدہ کرکے قبل از وقت زلزلوں کے بارے میں جاننے کی کوشش کریں گے۔ اس کے ساتھ ساتھ ماہرین کی جانب سے طبعی جغرافیائی صورتحال میں پیدا ہونے والی بے ربطگی کو جاننے کے لیے قدرتی ذرائع کی تدریس کا کام بھی جاری ہے۔

ماہرین حیاتیات نے اس ضمن میں زندہ جانوروں پر مختلف برقی رووں بشمول کم ماہیت کی برقی رو کے اثرات سے متعلق بے شمار تجربات کا ڈیٹا مرتب کیا ہے جس کی روشنی میں دودھ دینے والے جانوروں کے دماغ کے حیاتیاتی نظام پر برقی مقناطیسی لہروں کی رفتار کی اثر پذیری 20-1 ....؟(ایچ زیڈ) ہے جو نہایت ہی موثر ہے۔

تاہم حیاتیاتی فزسٹس کا کہنا ہے کہ قدرتی برقی مقناطیسی لہریں بھی جانوروں پر نہایت موثر طریقے سے اثر انداز ہوتی ہیں۔ ماہرین جغرافیائی طبیعات کا کہنا ہے کہ برقی مقناطیسی لہروں کے تضادات یا بے ربطگی کو زلزلہ کی آمد سے قبل دور دراز فاصلوں تک پھیلا کر حادثات کے بارے میں کئی ہفتے قبل انکشاف کیا جاسکتا ہے اور یہ ایک روشن امید ہے جو مستقبل قریب میں بے حد مددگار ثابت ہوگی۔

یہ ہے پاکستان

وادئ سوات کا عروس البلاد
مینگورہ

وادی سوات کا عروس البلاد، مینگورہ خوبصورت اور دل رُبا وادی کے ماتھے پر حسین جھومر کی مانند سجا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ یہ صاف ستھرا شہر اپنی جدید تعمیرات، خوبصورت ہوٹلوں، پُررونق بازاروں، قرب وجوار میں بکھرے حسن فطرت کو اپنے دامن میں سمیٹے منفرد خصوصیات کا حامل ہے۔ یہ خوبصورت شہر پشاور سے 170 کلو میٹر اور راولپنڈی سے 254 کلو میٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ اس تک پہنچنے کا ایک راستہ تو شہر سے ہوتے ہوئے مالا کنڈ کے پر پیچ مگر خوبصورت پہاڑوں سے گزرتا ہے۔ دوسرا راستہ ضلع صوابی سے ہوتا ہوا، امبیلہ اور کڑاکڑ کے سنگلاخ پہاڑوں کے ذریعے سوات کے تاریخی گاؤں بری کوٹ سے آملتا ہے جبکہ تیسرا راستہ ایبٹ آباد سے شاہراہ ریشم پر ہوتا ہوا بشام پہنچاتا ہے اور پھر بشام سے ہوتا ہوا شانگلہ کے خوبصورت علاقے سے گزر کر خوازہ خیلہ کے مقام پر شاہراہ سوات سے جا ملتا ہے۔ مینگورہ، سطح سمندر سے

تقریباً 200، 3 فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔

مینگورہ کو سوات کے سب سے بڑے تجارتی، صنعتی اور اہم مرکزی شہر کی حیثیت حاصل ہے۔ یہ خوبصورت شہر ضلع سوات کا صدر مقام ہے۔ اس شہر پر سوات کے تمام چھوٹے بڑے علاقوں کی روز مرہ ضروریات کا انحصار ہے۔

مینگورہ، قدیم تہذیب و ثقافت اور مقامی و بین الاقوامی مصنوعات کا مرکز ہے۔ سوات آنے والے سیاحوں کے لیے پہلا مرکزی پڑاؤ مینگورہ ہی ہے جہاں سے سیاح وادی سوات کے ہر علاقے کی سیر کے لیے روانہ ہوسکتے ہیں۔

مینگورہ کا قدیم نام "منگ چلی" ہے جس کا کوئی واضح اور متعین مفہوم معلوم نہیں، تاہم اس نام کا ذکر پہلی مرتبہ چین کے بدھ مذہب کے مقدس زائرین ہیون سانگ، فابیان اور سنگ یون نے اپنے سفر ناموں میں کیا ہے۔

ان سیاحوں کی آمد کا سلسلہ 403ء میں شروع ہوا تھا جنہوں نے بعد میں اپنے مشاہدات، سفر ناموں کی شکل میں قلم بند کیے تھے۔

مینگورہ، عہد قدیم میں بدھ مت کا ایک روحانی اور تاریخی شہر رہا ہے جس کا ثبوت یہاں بر آمد ہونے والے بدھ مت کے قدیم آثار سے ملتا ہے۔ مینگورہ میں "بت کڑہ" کے مقام پر بدھ مت کے بہت زیادہ آثار ظاہر ہوئے ہیں جن کی کھدائی پہلی بار اٹلی کے مشہور ماہر آثار قدیمہ (آرکیالوجسٹ) ڈاکٹر ٹوچی نے 1956ء میں کی تھی، اس تلاش میں بدھ مت کے زمانے کی قدیم اشیاء، نوادرات اور سونے کے سکے بر آمد ہوئے۔ ان آثار قدیمہ میں بدھ مت کے عبادت خانے خصوصی طور پر قابل ذکر ہیں۔ یہ علاقہ تقریباً 1800 مربع میٹر پر پھیلا ہوا ہے جو اصل میں اس شہر کی بہت بڑی عبادت گاہ تھا۔ جس میں شاہی محلات کے کچھ آثار بھی پائے گئے ہیں۔

مینگورہ، بلند پہاڑوں سے گھرا ہوا ایک خوبصورت اور صاف ستھرا شہر ہے۔ یہ دریائے سوات کے کنارے آباد ہے۔ اس کے قرب و جوار میں سیاحوں کے لیے بہت سے دلکش اور تفریحی مقامات موجود ہیں جن میں سیدو شریف (جو مینگورہ سے صرف دو کلو میٹر کے فاصلے پر واقع ہے) خصوصی اہمیت رکھتا ہے۔ سیدو شریف سے آگے "مرغزار" کا علاقہ بھی اپنے اچھوتے حسن اور رعنائی کے لیے تعارف کا محتاج نہیں۔ مینگورہ میں مشرق کی طرف مدین، بحرین روڈ پر "فضا گٹ" کے مقام پر ایک خوبصورت پارک واقع ہے۔ جو دلکشی، رعنائی اور فطری مناظر کے لحاظ سے اپنی مثال آپ ہے۔ یہ پارک قدرت کی بے پناہ رنگینیوں کا ہے۔ دریائے سوات کے عین کنارے پر واقع ہونے کی وجہ سے اس کی اہمیت دو چند ہو جاتی ہے کیونکہ اس کی دونوں جانب دریائے سوات سے نکلی ہوئی شفاف ندیاں رواں ہیں جن کے بیچ میں پارک بہت خوبصورت اور پُر کیف منظر پیش کرتا ہے۔ یہاں ہر طرف سبزہ ہی سبزہ ہے اور حسین پھول خوشبو بکھیرتے نظر آتے ہیں۔

فضا گٹ پارک میں ایک بڑی سی قدرتی پہاڑی نما چٹان ہے جس کے اوپر کافی کھلی اور ہموار جگہ ہے۔ اس سے دریائے سوات اور ارد گرد کے مناظر بہت دلربا، پُرور اور نشاط انگیز دکھائی دیتے ہیں۔ یہاں بچوں اور بڑوں کی تفریح طبع کے لیے کئی طرح کی دلچسپیاں فراہم کی گئی ہیں، جس کے باعث یہاں سیاحوں کا تانتا بندھا رہتا ہے۔

مینگورہ کی زیادہ تر آبادی یوسف زئی پشتونوں پر مشتمل ہے جو بے حد محنتی، جفاکش اور حب وطن کے جذبے سے سرشار ہیں۔ یہاں کے بیشتر لوگ اعلیٰ تعلیم یافتہ، مہذب، باشعور اور بہت مہمان نواز ہیں۔ یہاں کے باشندوں کی ایک بڑی خوبی یہ بھی ہے اگر کوئی اجنبی ان سے راستہ معلوم کرنا چاہے تو وہ اسے راستہ بڑی توجہ سے سمجھاتے ہیں۔

مینگورہ میں بت کڑہ کے قریب ایک خوبصورت، دلچسپ اور تاریخی عجائب گھر بھی "سوات میوزم" کے نام سے موجود ہے جو سیدو روڈ پر عدالتوں سے متصل واقع ہے۔ یہ عجائب گھر اپنی منفرد تزئین و آرائش، حسین سبزہ زاروں اور قیمتی نوادرات کے باعث مشہور ہے۔

یہاں، زیادہ تر گندھار تہذیب اور بدھ مت سے متعلق اشیاء رکھی گئی ہیں۔ میوزیم کے ساتھ ہی مہمانوں کے لیے ایک خوبصورت ریسٹ ہاؤس موجود ہے۔

مینگورہ میں کئی چھوٹے بڑے کارخانے کام کر رہے ہیں۔ ان میں ریشم بننے کے کارخانے، آٹے کی ملیں، ادویات کی فیکٹریاں اور فرنیچر کے کئی کارخانے شامل ہیں۔ علاوہ ازیں ریشم کے چند کارخانوں میں اونی کپڑا بھی تیار کیا جاتا ہے۔

مینگورہ پورے مالاکنڈ، ڈویژن کی علمی، ادبی، سیاسی اور جسمانی سرگرمیوں کا مرکز و محور ہے۔ یہاں وقتاً فوقتاً بڑی بڑی ادبی محفلوں اور مشاعروں کا انعقاد ہوتا رہتا ہے جن میں اردو اور پشتو زبانوں کے شاعر، ادیب، صحافی اور دانشور شریک ہو کر اپنی علمی اور ادبی صلاحیتوں کو جلا بخشتے رہتے ہیں۔

مینگورہ میں قیمتی معدنیات بھی پائی جاتی ہیں۔ خاص طور پر یہاں کا زمرد پوری دنیا میں غیر معمولی شہرت کا حامل ہے اور دنیا کے قیمتی ترین زمرد میں شمار کیا جاتا ہے۔

مینگورہ میں کھیل کود کی سہولت کے لیے ایک بہت بڑا "گراسی گراؤنڈ" موجود ہے جس میں کئی کھیلوں کے لیے لازمی سہولتیں اور الگ الگ میدان موجود ہیں۔

مینگورہ ایک قدیم تجارتی مرکز ہے اور اس کی یہ حیثیت صدیوں سے مسلم ہے۔

یہاں کے قرب وجوار کے پہاڑی علاقوں کے مکین تازہ پھل اور سبزیاں مینگورہ کی منڈیوں میں لے آتے ہیں جن میں پہاڑوں کی خطرناک چوٹیوں میں پھوٹنے والی قیمتی جڑی بوٹی "کوجنی" (سیاہ کھمبی) "لاڈورے" اور "کونجے" (منفرد قسم کے پہاڑی ساگ) کافی مشہور ہیں۔ پھلوں میں سیب، ناشپاتی، اخروٹ اور املوک یہاں وافر مقدار میں پیدا ہوتے ہیں۔ مینگورہ کے مین بازار میں ملکی وغیر ملکی کپڑا، الیکٹرونکس کے سامان، زری اور شیشے کے کام کے واسکٹ اور قمیضیں، خوبصورت سواتی ٹوپیاں اور دست کاری کشیدہ کاری کی دیگر نفیس اشیاء سیاحوں کے لیے بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔ زمرد اور دیگر قیمتی پتھروں کی دکانیں بھی بڑی تعداد میں موجود ہیں۔

اگرچہ مینگورہ میں جون، جولائی اور اگست کے مہینوں میں گرمی پڑتی ہے لیکن مینگورہ کے چاروں جانب برف پوش پہاڑ واقع ہیں، اس لیے سرد ہواؤں کی وجہ سے گرمی کا زیادہ احساس نہیں ہوتا اور دریائے سوات کنارے آباد ہونے کی وجہ سے شام ہوتے ہی سرد اور خشک ہواؤں کی وجہ سے موسم بہت خوشگوار ہو جاتا ہے۔

مینگورہ میں عمدہ ہوٹل اور ریسٹورنٹ بھی واقع ہیں۔ خاص طور پر نشاط چوک میں تکہ، کڑاہی اور مرغ کڑاہی کی اشتہا انگیز خوشبو ہر طرف پھیلی ہوتی ہے۔ یہاں لذیذ چپلی کباب بھی ملتے ہیں جس کا ذائقہ بھولنے والا نہیں۔

مینگورہ میں مہنگے اور اوسط درجے کے درجنوں ہوٹل موجود ہیں جن میں سیاحوں کے لیے قیام وطعام اور جدید سہولتیں موجود ہیں۔ مینگورہ میں شام کے وقت نیو مدین روڈ پر بھی بڑی رونق ہوتی ہے، جہاں زیادہ تر کیفے اور ریسٹورنٹ واقع ہیں۔ یہاں کے سیخ کباب، کڑاہی، تکے، کڑاہی چکن، اور روسٹ چکن ذائقہ اور لذت کے لیے خاص شہرت رکھتے ہیں۔

ایک نیا تاج محل

جستہ جستہ

ابوالفرح ہمایوں

آپ یقیناً ایسی صورت حال سے کئی بار دوچار ہوئے ہوں گے کہ جب آپ کسی ڈرائنگ روم میں داخل ہوتے ہیں تو سب پہلے جس چیز پر نظر پڑتی ہے، وہ ایک جاذبِ نظر جوڑے کی دل کش تصویر ہوتی ہے۔ یہ صاحب خانہ کی شادی کی تصویر ہے جو ایک نمایاں مقام پر بڑے اہتمام سے اس لیے آویزاں کی گئی ہے کہ ہر آنے والا موصوف کے [illegible] پر رشک اور حال پر افسوس کر سکے۔ ممکن ہے اس کے ذریعے میزبان یہ پیغام بھی دینا چاہتا ہو کہ:

دیکھ مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو

نیک اور شریف شوہر ایسی تصویر عموماً بیگم صاحبہ کو یہ باور کرانے کے لیے لگاتے ہیں کہ آج بھی ہم آپ کے اتنے ہی گرویدہ ہیں جتنا کہ پہلے دن تھے۔ (یہ پہلا دن شادی سے پہلے کا بھی ہو سکتا ہے۔) بیگم صاحبہ سب کچھ سمجھتی ہیں اور مسکراتے ہوئے شوہر کو تسلّی یا دلاسا دیتی ہیں:

من خوب می شناسم پیرانِ پارسا را

ہم بھی کافی عرصہ سے اِس فکر میں سرگرداں تھے کہ بیگم کی نظروں میں ایک بلند وبالا مقام حاصل کرنے کے لیے کون سا ایسا کارنامہ انجام دیا جائے جو اُن کے شایانِ شان ہو۔ تصویر والی بات ہمارے من کو نہیں بھائی۔ اِس کی وجہ ہمارا احساسِ کمتری بھی ہو سکتا ہے کہ کہیں دیکھنے والے "پہلوئے حور میں لنگور" کی گردان نہ کرنے لگ جائیں۔ بہر حال آپ یقین کریں یا نہ کریں، ہمارا واحد مقصد کوئی ایسا شاندار قصیدہ تیار کرنا تھا جسے سن کر ایک دنیا عشق کرنے لگے۔

مشکلے نیست کہ آساں نہ شود
مرد باید کہ ہراساں نہ شود

اور آخر کار ہم اپنی جستجو میں کامیاب ہو کر رہے۔ ہم نے اپنے ڈرائنگ روم میں ایک زربفت طغرا لٹکا دیا جس پر یہ جاں فزا ترانہ درج تھا۔

"ہمیں اپنی بیوی سے محبت ہے۔"

جو بھی یہ اعلان پڑھتا ہے، اس کے ہونٹوں سے بے اختیار داد وتحسین کے ڈونگرے برسنے لگتے ہیں۔

"اِس قدر بلیغ اور معنی خیز مکالمہ کہاں سے تلاش کر لائے؟"

"واہ بھئی واہ! مان گئے ہم تمہیں۔ اپنی محبت کا

اظہار کتنے دل کش پیرائے میں کیا ہے۔"

"وفاداری اور جاں نثاری کا اِس سے بڑا ثبوت ناممکن ہے۔"

"اِس مختصر اور سادہ سے جملے میں جو پیار پوشیدہ ہے، وہ بھلا تاج محل میں کہاں۔"

غرض یہ کہ اِس قدر دل چسپ اور خوبصورت تبصرے سن کر ہمارا سر فخر سے بلند ہو جاتا۔ دوسری طرف بیگم صاحبہ بھی خوشی سے پھول کر مزید کپّا ہوتی جاتیں۔

لیکن شیطانِ نامراد سے ہماری خوشیاں بھلا کب برداشت ہو سکتی تھیں۔ ہماری بے مثال اظہارِ محبت کا یہ لاجواب طغرا اُسے ایک آنکھ نہ بھایا۔ اُس نے ہماری خوشیوں کو ملیامیٹ کرنے کے لیے ایک انتہائی گھناؤنی چال چلی اور ہمارے دوستوں کے دماغ میں فتور بھرنا شروع کر دیا کہ تمہارا دوست کیسی عظیم غلطی کر رہا ہے۔ اُس کو سمجھاؤ کہ وہ ایسی گھٹیا حرکت سے باز رہے۔ شیطان کی یہ سازش بہت جلد کامیابی سے ہمکنار ہو گئی۔

ایک دن بے قرار صاحب اچانک آن دھمکے۔ پہلے تو بہت بے قرار ہو کر طغرے کو دائیں سے بائیں اور بائیں سے دائیں دو تین بار دیکھا، پھر بڑے ہی غضب ناک انداز میں سر سے پیر تک میرا جائزہ لیا اور نہایت بے قراری سے بولے۔ "یہ "ہمیں" لکھنے کا کیا مقصد ہے؟ ظاہر ہے تم ہی اپنی بیوی سے محبت کرتے ہو۔

"تو پھر ہم کیا کریں؟ کیا محبت کرنا چھوڑ دیں؟" ہم نے انتہائی معصومیت سے پوچھا۔

وہ غرّائے۔ "میں نے ایسا تو نہیں کہا۔ تم بڑے شوق اور لگن کے ساتھ محبت کیے جاؤ، بس "ہمیں" کاٹ دو۔ یہ اضافی ہے"۔

ہم نے ان کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے "ہمیں" کاٹ دیا۔ اب ہمارے من پسند جملے کی مشکل یوں ہو گئی۔ "اپنی بیوی سے محبت ہے۔"

چند روز بعد کاٹھوانی صاحب حملہ آور ہوئے۔ (بے تکلفی میں بعض احباب اُنھیں کاٹھ کا اُلّو بھی کہہ جاتے ہیں)۔ اُنھوں نے یہ طغرا دیکھا اور چراغ پا ہو گئے۔

"بھئی! یہ "اپنی" کیا ہے؟ کیا تم کسی اور کی بیوی سے محبت کرتے ہو؟"

ہم سر سے پیر تک لرز اٹھے، گویا ہماری چوری پکڑی گئی ہو۔ "نہیں.... نہیں تو.... ہم اپنی بیوی کے سوا بھلا کسی اور سے محبت کیوں کرنے لگے۔"

"تو پھر "اپنی" کاٹو فوراً۔" کاٹھوانی صاحب نے حکم صادر کیا۔

ہم نے اُن کی بات پر سر تسلیم خم کرتے ہوئے "اپنی" کاٹ دیا۔ اب جو الفاظ بچے وہ یہ تھے۔ "بیوی سے محبت ہے۔"

پھر ایک دن باری صاحب کی باری آ گئی۔ باری صاحب غزل اور نثر دونوں پر باری باری ہاتھ صاف کرتے رہتے ہیں۔ ہمارے شہکار طغرے پر باری صاحب نے ایک اُچٹی ہوئی نگاہ ڈالی اور ہم پر برس پڑے۔ "یہ تم نے "بیوی" کس مقصد سے لکھ رکھا ہے؟ ظاہر ہے، تم اپنی ہی بیوی سے محبت کا اعلان کر رہے ہو۔ مزید ڈھنڈورا پیٹنے کی کیا ضرورت ہے؟"

ہم نے اُن کا اعتراف درست تسلیم کرتے ہوئے "بیوی" کو نکال باہر کیا۔

اِس کے بعد صرف "سے محبت ہے" باقی رہ گیا۔

سمرقندی صاحب سے ہمارے دیرینہ تعلقات ہیں۔ ایک عرصے تک ہم یہی سمجھتے رہے کہ موصوف کے آباو اجداد کا تعلق سمرقند سے رہا ہو گا۔ لیکن ایک دن اچانک یہ انکشاف ہوا کہ وہ س سے سمرقندی نہیں بلکہ ث سے ثمرقندی ہیں۔ پھلوں سے خاص رغبت ہے۔ مزید ستم یہ کہ ثمر نامی خاتون صنفِ بہتر کی شکل میں ان پر نازل ہو گئیں، جن کو شکر قندی بہت اچھی لگتی تھی۔ چناں چہ میرے دوست (جن کا اصل نام نہ جانے کیا تھا)۔ نے اپنی پسند یعنی پھل، بیگم صاحب کا نام اور ان کا پسندیدہ کھاجا یعنی شکر قندی کا ملیدہ بنا کر اپنے آپ کو ثمرقندی کر لیا۔ بعض یارِ غار ان کو ثمر قندی بھی کہہ جاتے ہیں، جس کا وہ بالکل برا نہیں مانتے۔

تو ہوا یوں کہ ایک دن ثمر قندی صاحب نے ایک بہت بڑی غلطی کی طرف توجہ دلائی۔ کہنے لگے۔ "یار! بات کچھ نامکمل سی لگتی ہے۔ "سے محبت ہے۔" بھلا یہ کیا بات ہوئی؟ گویا خالی جگہ پُر کرنے کو کہاں جا رہا ہو۔ چلو! "سے" کو باہر نکالو۔" ہم نے چپ چاپ "سے" کو مٹا دیا۔ اب رہ گیا "محبت ہے۔"

فریدونی صاحب نے ارشاد فرمایا۔ اِس میں ذرا وضاحت کی ضرورت ہے محبت ہے تو کس سے ہے؟ یا تو جملہ پورا کرو یا "محبت" ختم کرو۔ اُن کے اصرار پر ہم نے "محبت" ختم کر دی۔

اب بے چارہ "ہے" تنہا اور بے یار و مددگار رہ گیا۔ دردمند صاحب نے دیکھا تو وہ درد سے بے چین ہو گئے۔ کہنے لگے۔ "یہ "ہے" کہاں سے پیدا ہو گیا؟ مجھے تو لگتا ہے کہ In/Out قسم کی کوئی چیز ہے۔ یعنی جب تم گھر میں ہو تو "ہے" والا حصّہ باہر دروازے پر لگا دو گے؟"

ہم نے کوئی جواب دینے کے بجائے "ہے" کو غائب کر دیا۔

ہمارا سب کچھ لُٹ گیا اور ہم اپنی متاعِ زندگی سے محروم ہو بیٹھے۔

اب یہ خالی خالی سا گھر ہمیں کاٹنے کو دوڑتا ہے۔ دوسری جانب بیگم صاحبہ بھی یہی کر رہی ہیں۔ بقول اُن کے، ہم نے اپنے نامعقول دوستوں کے بہکاوے میں آ کر دنیا کی سب سے بڑی حماقت کر ڈالی اور اُن کی "بے عزّتی" خراب کر دی۔ ہم نے اُنھیں بارہا سمجھانے کی کوشش کی کہ "حسابِ" زوجین " در دل۔" مگر وہ ایک نہ مانیں۔ اُن کی بس ایک ہی رٹ ہے کہ ایک نیا طغرہ بنواؤ اور پہلے والے نہلے پر دہلا لکھو، یعنی اُس سے بھی زیادہ دل کش کوئی بات۔

ہیں اور بھی دنیا میں ہٹ دھرم بہت اچھے
سنتے ہیں کہ بیگم کا ہے اندازِ بیاں اور

اور ہم اپنی بیگم صاحبہ کا کہا بھلا کہاں ٹال سکتے ہیں؟ آج کل ہم دن رات اِسی تگ و دو میں مشقِ سخن جاری رکھے ہوئے ہیں کہ کہیں سے وہ خاص الخاص بات تلاش کر کے لائیں۔ دیکھیں اس لازوال تخلیق کی آمد کب ہوتی ہے؟

بونگیاں ماریے

اشفاق احمد

آج کچھ ہلکی پھلکی باتیں ہونی چاہئیں اور میں سمجھتا ہوں کہ زندگی ہلکی پھلکی باتوں سے ہی عبارت ہے۔ میرے ذہن میں یہ لہر بار بار اٹھ رہی تھی کہ پاکستان کے اندر ہماری بہت سی مشکل منازل موجود ہیں جن میں بہت بڑا ہاتھ ان اونچے پہاڑوں کا بھی جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کمال مہربانی سے ہم کو عطا کئے ہیں۔ دنیا کا سب سے اونچا پہاڑ کے ٹو پاکستان میں ہے۔ میں اسے سب سے اونچا یوں کہوں گا کہ بہت سے جغرافیہ دان اور ہیئت دان یہ کہتے ہیں کہ ہمالیہ کی چوٹی اتنی اونچی نہیں ہے جتنی کہ کے ٹو کی ہے۔ یہ ہمالیہ سے دو فٹ یا دو فٹ کچھ انچ اونچا ہے۔ کے ٹو کی چوٹی ہمارے پاس ہے، نانگا پربت کی چوٹی ہمارے پاس ہے۔ راکا پوشی کی چوٹی کے ہم مالک ہیں۔

مجھے آپ کی طرح ان چوٹیوں سے بڑی محبت ہے۔ اوپری منزل یا ان چوٹیوں پر پہنچنے کے لیے جب انسان رخت سفر باندھتا ہے تو وہ صرف ایک ہی ذریعہ استعمال نہیں کرتا۔

پہلے انسان جیپ کے ذریعے پہاڑ کے دامن تک پہنچتا ہے پھر آپ کو ٹٹو یا خچر کی ضرورت محسوس ہو گی۔ اس کے بعد ایک مقام ایسا آجائے گا کہ راستہ دشوار گزار ہو جائے گا اور پیدل چلنا پڑے گا۔ پھر ایک جگہ ایسی آئے گی جب آپ کو رسیوں کا استعمال کرنا پڑے گا۔ تب کہیں جا کر آپ اوپر اپنی منزل تک پہنچ جائیں گے۔

زندگی میں صحت جسمانی اور صحت روحانی کو برقرار رکھنے کے لیے انسان ایک ہی طریقہ علاج نہیں اپنا سکتا ہے بلکہ اسے مختلف طریقے اور ذرائع استعمال کرنا پڑتے ہیں۔ ایلو پیتھک علاج ہے، حکمت ہے، ہومیو پیتھک کا طریقہ ہے۔ اس کے علاوہ چائنیز کا طریقہ علاج ہے جس میں وہ صبح سویرے اٹھ کر قدرت سے کرنٹ حاصل کرتے ہیں۔ ہم نے چائنا میں دیکھا کہ وہ صبح باہر کھڑے ہو کر ہاتھ ہلاتے رہتے ہیں اور قدرتی انرجی اپنے اندر سمیٹتے رہتے ہیں اور اپنی بیٹری چارج کرتے ہیں۔ اس قسم کی باتیں اور چیزیں ہمارے ہاں ہمارے بزرگوں، بڑوں اور بابوں نے بھی سوچی ہیں اور ان کی ان باتوں کو جو میرے جیسا آدمی بھی چوری چوری سنتا اور سیکھتا رہا ان میں ایک طریقہ علاج یہ بھی ہے کہ وہ روحانی ادویات کا استعمال رکھتے ہیں۔

خواتین و حضرات! یہ روحانی ادویات کہیں فروخت نہیں ہوتیں۔ کوئی ایسا بازار یا مرکز نہیں ہے جہاں سے جا کر ڈاکٹری نسخہ کی طرح روحانی ادویات خرید سکیں۔ نہ تو یہ گولیوں کی شکل میں ہوتی ہیں نہ یہ ٹنکچر ہوتی ہیں، نہ ان کی ڈرپ لگ سکتی ہے اور نہ ہی یہ ٹیکوں کی صورت میں دستیاب ہوتی ہیں۔ یہ تو کچھ ایسی چیزیں ہیں جن کا کچھ نہ ہونا بھی ہونے کی طرح سے ہے۔

میری اور آپ کی زندگی کا سارا دارومدار اسی پر ہے کہ کوشش اور جدوجہد کرنی ہے اور یہی ہمیں پڑھایا اور سکھایا گیا ہے لیکن چینی فلسفہ تاؤ کے ماننے والے

کہتے ہیں کہ ٹھوس اور نظر میں آنے والی چیز اور جو بظاہر آپ کو مفید نظر آئے وہ در حقیقت مفید نہیں ہوتی مثال کے طور پر آپ لاہور سے اسلام آباد جانا چاہتے ہیں۔ آپ اپنی کار نکالتے ہیں اور اسے سڑک پر تیزی سے بھگاتے ہیں۔ آپ کی یہ کوشش اور تیز بھگانا ایک ساکن چیز سے وابستہ ہے۔ آپ حیران ہوں گے کہ تیزی سے گھومتا ہوا پہیہ ایک نہایت ساکن دھرے کے اوپر کام کرتا ہے اگر وہ دھرا ساکن نہ رہے اور وہ بھی گھومنے لگ جائے تو پھر بات نہیں بنے گی۔ اس کوشش اور جدوجہد میں تیزی سے مصروف پہیے کے پیچھے مکمل طور پر سکون اور خاموشی و استقامت اور حرکت سے مکمل گریز ہے۔ مجھ سے اور آپ سے یہ کوتاہی ہوجاتی ہے کہ ہم تیز چلنے کے چکر میں پیچھے اپنی روح کی خاموشی اور سکون کو توڑ دیتے ہیں۔ ہمارے سیاستدان بھی چلو بھاگو دوڑو کی رٹ لگاتے ہیں اور ”آوے ای آوے اور جاوے ای جاوے“ کے نعرے لگاتے ہیں۔

زندگی اللہ کی بنائی ہوئی ہے اور اس نے زندگی میں حسن رکھا ہے۔ میرے سامنے پڑی چائے کی پیالی کے درودیوار پر اس کا کنڈا یہ مفید نہیں ہے بلکہ اس کا خلا مفید ہے۔ ہم پیالی کے کنارے پر چائے رکھ نہیں پی سکتے۔ اس لیے خلا کی اہمیت اس کی نظر آنے والی بیرونی خوبصورتی سے زیادہ ہے۔ ہم جس گھر میں رہتے ہیں اس گھر کے خلا کے اندر رہتے ہیں۔ کیڑے مکوڑوں کی طرح دیوار میں گھس کر نہیں رہتے۔ دیواریں کسی کام نہیں آتیں بلکہ خلا کام آتا ہے۔ آپ زندگی کے ساتھ شدت کے ساتھ نہ چمٹ جایا کریں اور ہر مفید نظر آنے والی چیز کو بالکل ہی مفید نہ سمجھ لیا کریں۔

میں روحانی دوا کی بات کر رہا تھا جو عام کسی طبیب کے ہاں سے نہیں ملتی یا کسی ملٹی نیشنل لیبارٹری میں تیار نہیں ہوتی۔ یہ دوا ئیں آپ کو خود ہی بنانی پڑتی ہیں اور ان دواؤں کے ساتھ ایسے ہی چلنا پڑتا ہے جیسے بے خیالی میں آپ کسی کھلے رستے سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ ان روحانی ادویات کا نسخہ بھی کسی جگہ سے لکھا ہوا نہیں ملتا ہے۔ یہ آپ کی اپنی ذات کے ساتھ بیٹھ کر اور خود کو ایک طبیب کے سامنے دوزانوں ہو کر بیٹھنے کے انداز میں پوچھنا پڑتا ہے کہ باباجی یہ میری خرابی ہے اور یہ میری الجھن ہے اور پھر آپ ہی کے اندر کا وجودیا طبیب بتائے گا کہ آپ کو کیا کرنا ہے۔ جب آپ خود اپنی ذات سے خامیاں خوبیاں پوچھنے اور سوال وجواب کرنے بیٹھ جاتے ہیں تو مسئلے حل ہونا شروع ہوجاتے ہیں۔

ہمارے نوجوان لڑکے اور لڑکیاں ڈپریشن کے مرض سے پریشان ہیں۔ کروڑوں روپے کی ادویات سے ڈپریشن ختم کرنے کی کوشش کی جاتی ہیں اور یہ مرض ایسا ہے کہ خوفناک شکل اختیار کرتا جارہا ہے اور اچھوت کی بیماری لگتا ہے۔ ہمارے بابے جن کا میں ذکر کرتا ہوں وہ بھی اس Stress یا ڈپریشن کے مرض کا علاج ڈھونڈنے میں لگے ہوئے ہیں تاکہ لوگوں کو اس موذی مرض سے نجات دلائی جائے۔

پرسوں ہی جب میں نے باباجی کے سامنے اپنی یہ مشکل پیش کی تو انہوں نے کہا کہ آپ ڈپریشن کے مریض کو اس بات پر مائل کر سکتے ہیں کہ وہ دن میں ایک آدھ دفعہ ”بونگیاں“ مار لیا کرے یعنی ایسی باتیں کریں جن کا مطلب اور معانی کچھ نہ ہو۔ جب ہم بچپن میں گاؤں میں رہتے تھے اور جوہڑ کے کنارے جاتے تھے اور اس وقت میں چوتھی جماعت میں پڑھتا تھا اس وقت بھی پاپ میوزک یا گانے کے انداز میں یہ تیز تیز گاتے تھے

”مور پاوے پیل
سپ جاوے کھڈ نوں
بگلا بھگت چک لیاوے ڈڈ نوں
تے ڈڈاں دیاں لکھیاں نوں کون موڑدا“

(مور ناچتا ہے جبکہ سانپ اپنے سوراخ یا گڑھے میں جاتا ہے۔ بگلا مینڈک کو خوراک کے لیے اچک کر لے آتا ہے اور اس طرح سب اپنی اپنی فطرت پر قائم ہیں اور مینڈک کی قسمت کے لکھے کو کون ٹال سکتا ہے)

ہم کو زمانے نے اس قدر سنجیدہ اور سخت کر دیا ہے کہ ہم بونگی مارنے سے بھی قاصر ہیں۔ ہمیں اس قدر تشنج میں مبتلا کر دیا ہے کہ ہم بونگی بھی نہیں مار سکتے باقی امور تو دور کی بات ہیں۔ آپ خود اندازہ لگا کر دیکھیں آپ کو چوبیس گھنٹوں میں کوئی وقت ایسا نہیں ملے گا جب آپ نے بونگی مارنے کی کوشش کی ہو۔ لطیفہ اور بات ہے۔ وہ باقاعدہ سوچ سمجھ کر موقع کی مناسبت سے سنایا جاتا ہے جبکہ بونگی کسی بھی وقت ماری جاسکتی ہے۔ روحانی ادویات اس وقت بننی شروع ہوتی ہیں جب آپ کے اندر معصومیت کا ایک ہلکا سا نقطہ موجود ہوتا ہے۔ یہ عام سی چیز چاہے سوچ کر یا زور لگا کر ہی لائی جائے خوب صورت ہے۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں!

بہتر ہے دل کی پاس رہے پاسبان عقل
لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے

عقل کو رسیوں میں جکڑنا اچھا نہیں جب تک عقل کو تھوڑا آزاد کرنا نہیں سیکھیں گے۔ ہماری کیفیت وہی رہے جیسی گزشتہ برسوں میں رہی ہے۔

صوفیائے کرام اور بزرگ کہتے ہیں کہ جب انسان آخرت میں پہنچے گا اور اس وقت ایک لمبی قطار لگی ہوئی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ وہاں موجود ہوں گے وہ آدمی سے کہے گا کہ ”اے بندے میں نے تجھے جو معصومیت دے کر دنیا میں بھیجا تھا وہ واپس دے دے اور جنت میں داخل ہوجا۔“

جس طرح گیٹ پاس ہوتے ہیں۔ اللہ یہ بات ہر شخص سے پوچھے گا لیکن ہم کہیں گے کہ یا اللہ ہم نے تو ایم۔اے، ایل۔ایل بی یا پی ایچ۔ڈی بڑی مشکل سے کیا ہے لیکن ہمارے پاس وہ معصومیت نہیں لیکن خواتین وحضرات! روحانی دوا میں معصومیت وہ اجزائے ترکیبی یا نسخہ ہے جس کا گھوٹا لگے گا تو روحانی دوا تیار ہوگی اور اس نسخے میں بس تھوڑی سی معصومیت درکار ہے۔

اس دوائی کو بنانے کے لیے ڈبے، بوتلیں وغیرہ نہیں چاہئیں بلکہ جب آپ روحانی دوا بنائیں تو سب سے پہلے ایک تھیلی بنائیں جس طرح جب ہم بڈھے لوگ سفر کرتے ہیں تو دواؤں کی ایک تھیلی اپنے پاس رکھتے ہیں۔ بہت سی ہوائی کمپنیاں ایسی ہیں جن کے ٹکٹ پر لکھا ہوتا ہے کہ Check your passport your visa and their validity and your medicine bage.

آپ کو بھی ایک تھیلی تیار کرنی پڑے گی جس کے اندر تین نیلے منکے یا جو بھی آپ کے پسند کا رنگ ہے اس کے منکے اور اعلیٰ درجے کی کوڑیاں، ایک تتلی کا پر۔ اگر تتلی کا پر نہ ملے تو کالے کیکر کا پھل۔ کوئی چھوٹی سی آپ کی پسند کی تصویر۔ چھوٹے سائز میں سورہ رحمٰن اور اس کے اندر ایک کم از کم 31 دانوں یا منکوں والی تسبیح ہونی چاہیے۔ اس تھیلی میں ایک لیمن ڈراپ ہونا چاہیے۔ اس تھیلی میں ایک سیٹی اور ایک پرانا بلب بھی رکھیں۔ پھر آپ لوٹ کر معصومیت کی طرف آئیں

گے۔ یہ میری پسند کی چیزوں پر مبنی تھیلی ہے۔ آپ اپنی پسند پر مبنی چیزیں اپنی تھیلی میں رکھ سکتے ہیں۔ اس پر کوئی پابندی نہیں ہے لیکن یہ تھیلی ہونی ضرور چاہیے کیونکہ ہم معصومیت سے اتنے دور نکل گئے ہیں اور اس قدر سمجھدار ہوگئے ہیں اور چالاک ہوگئے ہیں کہ اللہ نے ہر نعمت ہمیں دے کر پیدا کیا تھا اس سے آج تک فائدہ اٹھا ہی نہیں سکے۔

خداوند تعالیٰ نے کہا تھا کہ ”میں تمہارا ذمہ دار ہوں رزق میں دوں گا۔ عزت و شہرت تمہیں میں دوں گا اور اولاد سے نوازوں گا“ لیکن ہم کہتے ہیں کہ نہیں ہم تو خود بڑے عقلمند آدمی ہیں۔ یہ ساری چیزیں ہم اپنی عقلمندی سے پاسکتے ہیں اور اسی زعم میں تشنج کی زندگی میں مبتلا ہیں۔ میرا چھوٹا پوتا اویس اسکول میں پڑھتا ہے۔ وہ ایک دن اسکول سے آیا تو بڑا پریشان تھا اور گھبرایا ہوا بھی تھا۔ اس نے اپنی ماں سے کہا

”ماما آج اسکول میں کھیلتے ہوئے میری قمیض کا بٹن ٹوٹ گیا ہے۔ میں نے اپنا بٹن تو تلاش کرلیا لیکن مجھے وہ دھاگہ نہیں ملا جس سے یہ لگا ہوا تھا۔“

اب آپ اندازہ کریں کہ ہم اپنے بچوں کو کس انتہا درجے کی اور پریشان کن ذمہ داری سکھارہے ہیں۔ میں نے اسے گود میں اٹھالیا اور کہا کہ بیٹا بٹن جب گرتا ہے تو اس کے ساتھ دھاگہ نہیں گرتا۔ اس کی ماں ہنسنے لگی کہ دیکھو کتنا بے وقوف ہے۔ میں نے کہا نہیں، یہ کتنا بے وقوف نہیں بلکہ کتنا معصوم ہے۔ ہم کتنا بھی بچوں کو سکھا لیں لیکن ان سے قدرتی معصومیت تو جاتے جاتے ہی جائے گی۔

خواتین و حضرات! اس معصومیت کو ہمیں واپس لانا ہے۔ جب تک ہمیں وہ نہیں ملے گی ہم اپنا علاج نہیں کرپائیں گے۔ آپ نے جو تھیلی بنائی ہے اسے آپ نے ہفتے میں دو تین مرتبہ کھول کر بھی دیکھنا ہے۔ اگر اسے نہیں دیکھیں گے تو آپ کی مشکلات دور نہیں ہوں گی۔ یہ معصومیت کی تھیلی آپ کو سکون فراہم کرے گی۔ آپ کی معصومیت لوٹائے گی۔ اونچی منزل تک پہنچنے کے لیے رسی درکار ہوتی ہے۔ صرف پیدل چل کر ماؤنٹ ایورسٹ سر نہیں ہوسکتا۔

میرے خالہ زاد بھائی کی بیٹی جو میری بھتیجی بھی لگتی ہے اس کی شادی تھی اور رخصتی کے وقت ہماری وہ بیٹی سب سے مل رہی تھی اور وہ اپنے باپ سے بھی بڑی محبت سے جھپی ڈال کے ملی۔ پھر اس نے اپنے پرس سے کچھ نکال لیا اور وہ نکالی ہوئی پڑیا سی اپنے والد کو دے دی۔ اس کے بعد جب وہ مجھے ملنے لگی تو میں نے کہا بیٹا تو نے پرس سے نکال کر اپنے باپ کو کیا دیا ہے۔

وہ کہنے لگی تایا کچھ نہیں تھا۔

میں نے کہا میری آنکھوں نے کچھ دیکھا ہے۔

وہ کہنے لگی تایا جان میں نے ابو کا کریڈٹ کارڈ انہیں واپس کیا تھا کیونکہ اب میں نے ایک الو اور پکڑ لیا ہے۔ اس کے پاس بھی کریڈٹ کارڈ ہوگا۔

مجھے اس کا وہ انداز اور معصومیت بڑی پسند آئی۔ اگر میرے جیسا لالچی ہوتا تو کہتا کہ ایک یہ بھی رکھ لیتا ہوں ایک دوسرا ہوگا۔ ابو نے کیا کہنا ہے۔

میں اپنے اور آپ کے لیے یہ تجویز کروں گا کہ ڈپریشن کے مرض کی کسی اور طرح سے گردن نہیں ناپی جاسکتی ہے۔ سوائے اس کے کہ آپ اس کی آنکھ میں آنکھ ڈال کر دو عدد بونگیاں نہ ماریں۔ ان بونگیوں سے ڈپریشن دور بھاگتا ہے۔ سنجیدگی کو اگر گلے کا ہار بنائیں گے تو جان نہیں چھوٹے گی۔

بچوں کا روحانی ڈائجسٹ

علی حسن۔ کراچی

سعدیہ عمران۔ کراچی

محمد باسم۔ کراچی

ثمین فاطمہ۔ کراچی

جادو کا موتی

کسی گاؤں میں ایک شکاری اکیلا ایک چھوٹی سی جھونپڑی میں رہتا تھا۔

ایک دن وہ شکار تلاش کر رہا تھا کہ اسے ایک شکرا نظر آیا جو سانپ پر جھپٹنے ہی والا تھا۔ شکاری کو سانپ پر ترس آ گیا۔ اس نے تیر سے شکرے کو مار گرایا۔

سانپ بھاگتے بھاگتے رک گیا پھن اٹھا کر شکاری کو دیکھا اور پھر بولا "تمہارا بہت بہت شکریہ۔" تم نے مجھ پر جو احساس کیا ہے میں اس کا بدلہ دینا چاہتا ہوں۔ یہ لو۔ یہ جادو کا موتی ہے۔ اسے زبان کے نیچے رکھو گے تو دنیا کے ہر جانور کی بولی کا مطلب سمجھ سکو گے، لیکن ایک بات یاد رکھنا اپنے اس علم کو صرف نیک کاموں میں استعمال کرنا۔

اتنا کہہ کر سانپ غائب ہو گیا۔ اسی وقت شکاری کو ایک پہاڑی کوے کی کائیں کائیں سنائی دی۔ اس نے جادوئی موتی زبان کے نیچے رکھا اور کوے کی کائیں کائیں کی طرف کان لگا دیے کوا کہہ رہا تھا "یہاں قریب ہی ایک جھاڑ میں ایک موٹا تازہ ہرن بیٹھا ہے۔ اگر تم وعدہ کرو کہ اس کی کلیجی مجھے دے دو گے تو میں تمہیں اس تک لے جاؤں گا۔"

کوا شکاری کو اس جھاڑ کے پاس لے گیا، شکاری نے تیر سے ہرن کا شکار کیا اس کی کلیجی کوے کو دی اور گوشت گھر لے گیا۔ پھر وہ کوے کے ساتھ مل کر شکار کرنے لگا۔ دونوں خوش تھے۔ شکاری کو شکار کے لیے زیادہ دوڑ دھوپ کرنی نہیں پڑتی تھی اور پہاڑی کوے کو مفت میں کلیجی مل جاتی تھی۔

ایک دن کوے کو آنے میں دیر ہو گئی تو شکاری اکیلا ہی شکار کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔ کچھ دیر بعد اس نے ایک شکار مارا اور اس کی کلیجی درخت کی شاخ پر رکھ دی کہ کوا آ کر کھا لے گا، لیکن وہ کلیجی کوئی دوسرا پرندہ کھا گیا۔ اتنے میں کوا کائیں کائیں کرتا ہوا آ گیا۔ اسے کلیجی نہیں ملی، تو اس نے شکاری کو خوب برا بھلا کہا۔ شکاری کو غصہ آ گیا۔ اس نے کمان میں تیر لگایا اور کوے پر نشانہ لگایا۔ کوا اچھل کر ایک طرف ہو گیا اور تیر کچھ دور جا کر زمین پر گر پڑا۔

کوا چیخ کر بولا "پہلے تم نے وعدہ خلافی کی اور اب میری جان لینے کی کوشش کی۔ تمہیں اس کی سزا ملے گی۔" یہ کہہ کر اس نے تیر کو چونچ میں دبایا اور گاؤں کی طرف اڑ گیا۔ گاؤں کے پاس ایک نہر تھی اس نہر میں کسی آدمی کی لاش پڑی تھی۔ شاید ڈوب کر مر گیا تھا کوے نے شکاری کا تیر مردے کے جسم میں گھونپ دیا اور جنگل کی طرف اڑ گیا۔ کچھ دیر بعد چند لوگ نہر کے پاس سے گزرے۔ انہوں نے نہر میں لاش دیکھی تو رک گئے لاش میں تیر لگا ہوا تھا۔ یہ تیر شکاری کا تھا۔ انہوں نے پولیس کو خبر کر دی اور پولیس نے شکاری کو قتل کے الزام میں گرفتار کر لیا۔

اب بے چارہ شکاری جیل کی کال کوٹھڑی میں پڑا آہیں بھرتا رہا۔ اس کوٹھڑی میں بس مکھی مچھر تھے یا چوہے جو ادھر ادھر پھرتے تھے۔ شکاری نے سوچا چلو انہی کی باتیں سن کر وقت گزاروں۔ اب وہ صبح ہوتے ہی جادوئی موتی زبان کے نیچے رکھ لیتا اور ان جانوروں کی باتیں سنتا۔ ایک صبح ایک چڑیا دوسری چڑیا سے کہہ رہی تھی۔

"اس ملک کا بادشاہ بہت بے وقوف ہے۔ اس کے غلے کے گودام سے روز رات کو چور چاولوں کی بوریاں چرا کر لے جاتے اگر یہی حال رہا تو چند دنوں میں سارا گودام خالی ہو جائے گا۔"

شکاری نے جیلر کو بلایا اور اسے یہ بات بتائی۔ جیلر نے کوتوال سے بات کی کوتوال نے وزیر کو اطلاع دی اور وزیر نے یہ بات بادشاہ کو بتائی۔

اسی رات بادشاہ کے سپاہیوں نے گودام پر چھاپہ مارا اور چوروں کو رنگے ہاتھوں پکڑ لیا گودام کے چوکیدار چوروں سے ملے ہوئے تھے وہ بھی پکڑے گئے۔

بادشاہ نے خوش ہو کر وزیر کو سو اشرفیاں دیں وزیر نے خوش ہو کر کوتوال کو دس اشرفیاں دیں۔ کوتوال نے خوش ہو کر جیلر کو ایک اشرفی دی۔ شکاری کو پھوٹی کوڑی بھی نہ ملی۔

چند دن بعد شکاری نے دیکھا کہ اس کی کوٹھڑی کی چیونٹیاں باہر بھاگ رہی ہیں۔ ایک چیونٹی کہہ رہی تھی "چلو چلو کسی اونچی جگہ چلو۔ پہاڑوں پر موسلادھار بارشیں ہو رہی ہیں۔ سیلاب آنے والا ہے یہ تمام گاؤں کھیت اور کھلیان بہہ جائیں گے۔"

شکاری نے یہ بات جیلر کو بتائی۔ جیلر نے کوتوال کو بتائی کوتوال نے وزیر سے کہا اور وزیر نے بادشاہ کو بتایا۔

بادشاہ نے اسی وقت گاؤں گاؤں ہرکارے بھیج کر لوگوں کو خبردار کر دیا۔ لوگوں نے جلدی جلدی دریاؤں کے کنارے اونچے کیے اور کنکر پتھر ڈال کر پشتوں کو مضبوط کر دیا اور اس طرح سیلاب کا پانی بغیر کوئی نقصان پہنچائے گزر گیا۔

بادشاہ نے وزیر سے پوچھا "تمہیں یہ باتیں کون بتاتا ہے....؟" وزیر نے کہا کوتوال۔ کوتوال بولا جیلر اور جیلر بولا شکاری جو میری جیل میں قید ہے۔

بادشاہ نے اسی وقت شکاری کو بلایا اور اس سے دریافت کیا کہ تمہیں یہ باتیں کیسے معلوم ہوتی ہیں....؟ شکاری نے سب کچھ سچ سچ بتا دیا۔ بادشاہ بہت خوش ہوا۔ اس نے شکاری کو اپنا وزیر بنا لیا۔

رابیہ اختر۔ اسلام آباد

چڑیا گھر دیکھا

مور چمکتے پَر والے
پنجرے شیر ببر والے
اور موٹا بندر دیکھا
ہم نے چڑیا گھر دیکھا
دیکھا بارہ سنگا بھی
پاڑھا اور چکارا بھی
چیتا بھی بڑھ کر دیکھا
ہم نے چڑیا گھر دیکھا
رنگ برنگی بطخوں کی
دیکھی آنکھ مچولی بھی
پاس ہی اِک لُدھر دیکھا
ہم نے چڑیا گھر دیکھا
دیکھے مرغ جمیکا کے
دو طوطے امریکا کے
اور سُرخاب کا پَر دیکھا
ہم نے چڑیا گھر دیکھا

(مرسلہ: محمد طلحہٰ۔ کراچی)

سنڈریلا اور پیاری پری

عائشہ ناز

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ کسی ملک میں ایک چھوٹی سی لڑکی رہتی تھی۔ لڑکی بہت خوبصورت تھی۔ اس کی والدہ کا انتقال ہو چکا تھا اور اس کے والد نے دوسری شادی کر لی تھی۔ لڑکی کی سوتیلی ماں بہت ظالم تھی۔ اس کی دو بیٹیاں بھی تھیں۔ یہ تینوں مل کر اس بے چاری لڑکی پر بہت ظلم کرتیں۔ تینوں اسے سنڈریلا کے نام سے پکارتی تھیں۔ کچھ ہی دن بعد سب اس کو سنڈریلا کے نام سے بلانے لگے۔ یہاں تک کہ اس کے والد کو بھی اس کا اصل نام یاد نہ رہا اور وہ بھی سنڈریلا ہی کہہ کر بلانے لگا۔ ایک روز ان کے گھر شاہی محل سے دعوت نامہ آیا۔ دراصل بادشاہ اور ملکہ کو شہزادے کے لیے ایک خوبصورت لڑکی کی تلاش تھی۔ انہوں نے ایک بہت بڑی دعوت کا اہتمام کیا اور ملک کی تمام لڑکیوں کو اس میں مدعو کیا تاکہ شہزادہ لڑکیوں کو دیکھ کر اپنی پسند بتا سکے۔

دعوت نامہ دیکھ کر سنڈریلا کی دونوں سوتیلی بہنوں نے اس پر خوب طنز کیا اور کہنے لگیں تم تو اس دعوت میں نہیں جا سکو گی کیونکہ نہ تو تمہارے پاس اچھے کپڑے ہیں اور نہ ہی تم اتنی خوبصورت ہو کہ اس شاندار تقریب میں جا سکو..... ان کی باتیں سن کر سنڈریلا کو بہت دکھ ہوا لیکن وہ خاموشی سے سب کچھ سنتی رہی۔ سنڈریلا نے ان دونوں کی تیاری میں مدد کی۔ انہوں نے خوب میک اپ کیا مگر وہ اتنی خوبصورت نہیں لگ رہی تھیں۔

ان کے جانے کے بعد سنڈریلا اداس اور غمگین بیٹھی تھی کہ ایک پری اس کے پاس آئی اور بولی "میں تمہاری نگہبان پری ہوں۔ تم اداس مت ہو۔ تم ضرور شاہی محل والی دعوت میں جاؤ گی۔ سنڈریلا نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ میرے پاس نہ تو اچھے کپڑے ہیں نہ کوئی سواری۔

پری نے کہا "تم جلدی سے باغیچے سے ایک کدو کو توڑ کر لے آؤ۔"

سنڈریلا ایک بڑا سا کدو توڑ کر لے آئی۔ پری نے جادو کی چھڑی لہرائی تو وہ کدو ایک خوبصورت بگھی میں تبدیل ہو گیا۔ پری نے سنڈریلا کو ایک خوبصورت لڑکی بنا دیا اور وہ جب محل میں پہنچی تو سب نے سنڈریلا کو دیکھ کر اس کے حسن کی تعریف کی۔ یہاں تک کہ سنڈریلا کی دونوں سوتیلی بہنوں نے بھی اسے نہ پہچانا۔ شہزادے نے سنڈریلا کو دیکھتے ہی پسند کر لیا اور اس کے ساتھ بیٹھ کر باتیں کرنے لگا۔ سنڈریلا کو یاد آیا کہ پری نے اس سے کہا تھا کہ بارہ بجنے تک اس کا جادو ختم ہو جائے گا اور بارہ بجنے سے پہلے سنڈریلا کو گھر واپس آنا ہو گا۔ سنڈریلا نے شہزادے سے اجازت چاہی اور باہر کی طرف بھاگی۔ شہزادے نے سنڈریلا کو روکنے کی کوشش کی مگر سنڈریلا نے شہزادے کی بات نہ سنی اور وہاں سے بھاگ گئی۔ بھاگنے کی وجہ سے سنڈریلا کا ایک پاؤں کا جوتا وہیں پر رہ گیا۔ شہزادے کو سنڈریلا کا وہ جوتا مل گیا اس نے بادشاہ سے کہا کہ شادی کرے گا تو اس سے کرے گا۔ اپنے وزیر کو بلایا اور کہا یہ جوتا جسے بھی پورا آئے گا اس سے شہزادے کی شادی کر دی جائے گی۔ وہ جوتا کسی کو بھی پورا نہ آیا۔ ان دونوں بہنوں کو بھی جوتا پورا نہ آیا۔ وہ جوتا سنڈریلا کو پورا آ گیا اور شہزادے نے سنڈریلا سے شادی کر لی اور وہ دونوں ہنسی خوشی سے رہنے لگے۔

❖

ملا نصر الدین کی حاضر جوابی

ملا نصر الدین آفندی کی ذہانت کی کہانیاں، حکایتوں، اخلاقی محاوروں اور لطیفوں کے روپ میں مشرق وسطیٰ اور دیگر ممالک میں کافی دلچسپی سے پڑھی جاتی ہیں۔ ملا نصر الدین کی حاضر جوابی کی کہانیاں آپ نے بہت پڑھی ہوں گی۔ ایک چھوٹی سی کہانی یہ بھی پڑھیے اور دیکھیے کہ ملا نصر الدین اپنے دوست حسن کو کس طرح لاجواب کر دیتے ہیں؟....

برسات کا دن

رنگ بھریں

عجیب وغریب دلچسپ معلومات

دنیا کے تیز رفتار جانور اور پرندے

خرگوش (Rabbit): یہ ایک چھوٹا سا ممالیا جانور ہے جس کی سات مختلف اقسام ہیں۔ یہ دنیا کے تقریباً ہر علاقے میں پایا جاتا ہے۔ اس کی رفتار تقریباً پینتیس میل فی گھنٹہ ہے۔

ببر-شیر-(Lion): پوری دنیا میں جنگل کے بادشاہ کے نام سے مشہور ہے۔ خشکی کا سب سے بڑا جانور ہاتھی بھی اس کے شکار سے محفوظ نہیں۔ ببر شیر کی رفتار تقریباً پچاس میل فی گھنٹہ ہے۔

سیاہ باز (Peregrine falcon): یہ باز پوری دنیا میں پایا جاتا ہے۔ اس کا اصل وطن امریکہ ہے۔ یہ فضا میں ہی شکار کرتا ہے۔ اسے دنیا کا تیز رفتار پرندہ ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔ اس کی رفتار تقریباً 200 میل فی گھنٹہ ہے۔
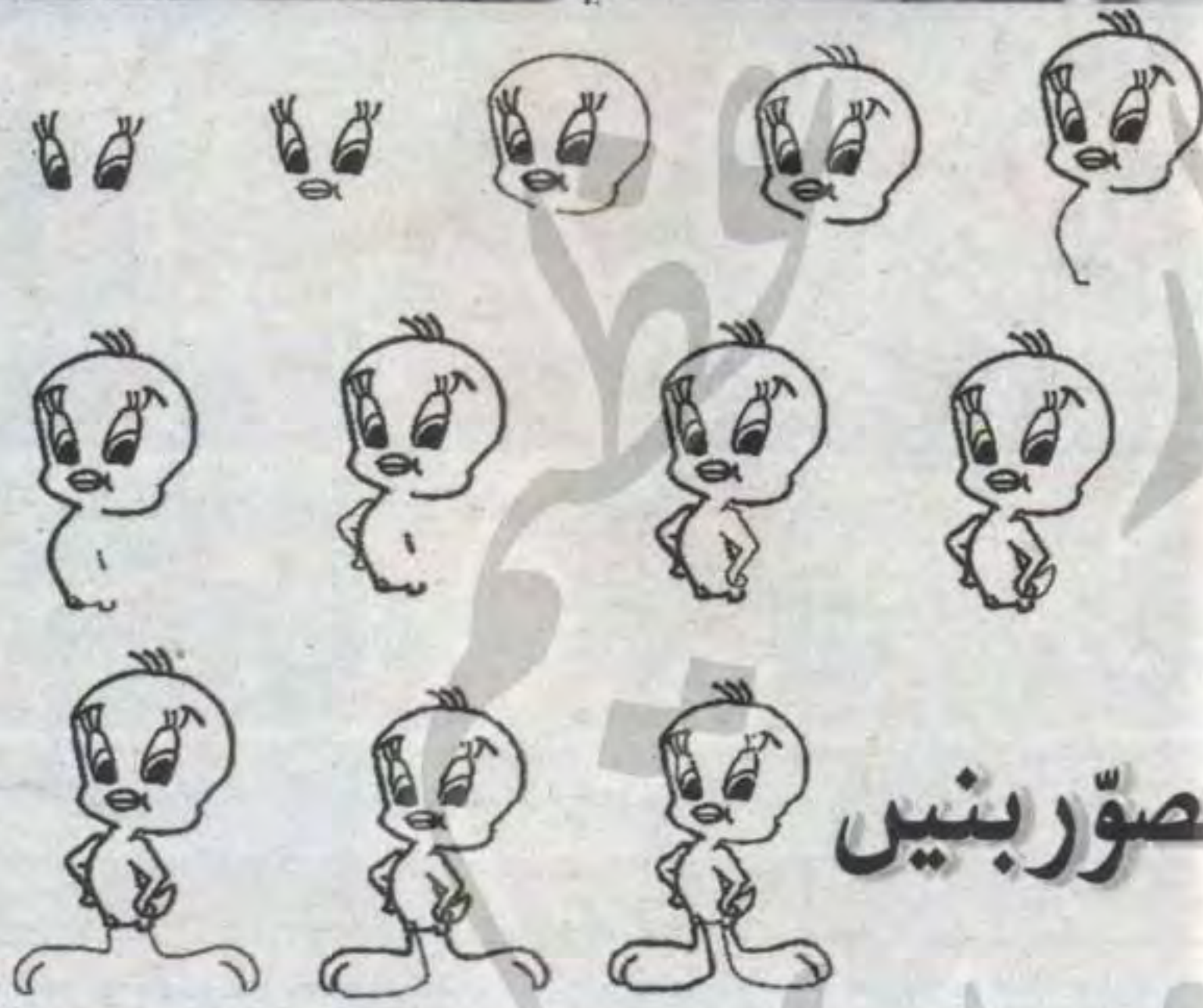
بارہ سنگا (Antelope): یہ شمالی امریکہ کے مغربی اور وسطی جنگلات میں پایا جاتا ہے۔ چار ٹانگوں والے جانوروں میں اس کی رفتار سب سے زیادہ ہے۔ یہ تقریباً اکسٹھ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے بھاگتا ہے۔

سرخ اور سرمئی لومڑی (Grey Fox): یہ لومڑی شمالی امریکہ اور جنوبی کینیڈا میں پائی جاتی ہے۔ عام لومڑی کے مقابلے میں ذرا چھوٹی ہوتی ہے لیکن اس کی تیز رفتاری نے اسے منفرد بنادیا ہے۔ اس کی اوسط رفتار بیالیس میل فی گھنٹہ ہے۔

غزال (Thomson's Gazelle): یہ مشرقی افریقہ میں پایا جاتا ہے۔ دو سینگوں والے اس ہرن کے جسم پر بھورے اور کالے رنگ کی دھاریاں ہوتی ہیں۔ اس کی رفتار پچاس میل فی گھنٹہ ہے۔

شتر مرغ (Ostrich): شتر مرغ کا شمار زمین پر دوڑنے والے بڑے پرندوں میں ہوتا ہے تاہم یہ اڑ نہیں سکتا۔ اس پرندے کا آبائی علاقہ افریقہ ہے۔ بھاری بھر کم جسامت والا یہ پرندہ تقریباً چالیس میل فی گھنٹہ کی رفتار سے دوڑ سکتا ہے۔

+++

مصوّر بنیں

مسکرائیے....

☺.... تین دوست کہیں جارہے تھے کہ اچانک بائیں طرف والے نے بیچ والے دوست سے پوچھ لیا۔
تم بے وقوف ہو یا اُلّو....؟
بیچ والے دوست نے جواب دیا:
دونوں کے بیچ میں چل رہا ہوں۔
(مرسلہ: فیضان علی۔ اسلام آباد)

☺.... مریض جس کے گلے کا آپریشن ہوا تھا نرس سے بولا: کیا آپ ایک گلاس پانی لاسکتی ہیں....؟
نرس: کیا تمہیں پیاس لگی ہے....؟
مریض: نہیں میں تو یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ کہیں میرا گلا لیک تو نہیں کر رہا ہے۔
(مرسلہ: انعم صفدر۔ کراچی)

☺.... باپ (بیٹے سے): میں نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ جب تم بی ایس سی کا امتحان پاس کرلو گے تو میں تمہیں موٹر سائیکل خرید کر دوں گا۔ مگر افسوس تم فیل ہوگئے آخر سارا سال تم نے کیا کیا؟
بیٹا: ابا جان! میں سارا سال موٹر سائیکل چلانا سیکھتا رہا۔
(مرسلہ: کامران فرید۔ حیدر آباد)

☺.... ایک کنجوس رات کو اپنے بچوں سے بولا: جو روٹی نہیں کھائے گا اسے ایک روپیہ ملے گا۔ بچوں نے خوش ہو کر روٹی نہیں کھائی اور روپیہ لے کر بھوکے ہی سوگئے۔ صبح کنجوس باپ نے کہا: جو ایک روپیہ دے گا، ناشتہ اسے ملے گا۔
(مرسلہ: محمد حیدر شاہد۔ راولپنڈی)

☺.... اریبہ (دانتوں کے ڈاکٹر سے): ڈاکٹر صاحب کئی دنوں سے آپ میرا دانت نکال رہے ہیں ہمیشہ غلط دانت نکال دیتے ہیں۔
ڈاکٹر: آج میں بالکل صحیح دانت ہی نکالوں گا، کیونکہ آپ کے منہ میں صرف ایک ہی دانت بچا ہے۔
(مرسلہ: نیہا جبار۔ کراچی)

☺.... دو آدمی گاڑی میں آمنے سامنے بیٹھے تھے۔ کچھ دیر بعد ان میں سے ایک بولا "معاف کیجیے، میں بالکل بہرا ہوگیا ہوں۔ آپ اتنی دیر سے باتیں کر رہے ہیں، مگر مجھے ایک لفظ بھی سنائی نہیں دیا۔"
دوسرے نے کہا "میں باتیں نہیں کر رہا بلکہ چیونگم چبا رہا ہوں۔"
(مرسلہ: ثمینہ اطہر۔ اسلام آباد)

☺.... بے وقوف (دیہاتی سے): یہ سامنے جو گائے نظر آرہی ہے، اس کے سینگ کیوں نہیں ہیں۔
دیہاتی: سینگ نہ ہونے کی بہت سی وجوہات ہوتی ہیں، بعض کے سینگ ٹوٹ جاتے ہیں اور بعض کے ہم کاٹ دیتے ہیں، باقی رہی وہ سامنے والی گائے تو اس کے سینگ اس لیے نہیں ہیں کہ وہ گائے نہیں، گھوڑا ہے۔
(مرسلہ: مہتاب خان۔ کوئٹہ)

☺.... ایک بچے نے اپنے والد سے پوچھا "کیا یہ صحیح ہے کہ بچوں کے مقابلے میں والدین کا علم زیادہ ہوتا ہے....؟"
"بالکل!" باپ نے جواب دیا۔
"اچھا یہ بتایئے کہ انجن کس نے ایجاد کیا تھا....؟" بچے نے پوچھا۔
"جیمس واٹ نے" باپ نے جواب دیا۔
"اگر والدین بچوں سے زیادہ ذہین ہوتے ہیں تو انجن جیمس واٹ کے والدین نے کیوں ایجاد نہیں کیا....؟ بچے نے آنکھیں پٹپٹاتے ہوئے پوچھا۔

☺.... ایک پاگل مینار پر چڑھ کر چھلانگ لگانے لگا، لوگوں نے دیکھا تو اس کو نیچے اتارنے لگے لیکن اس کو کسی کی بات سمجھ ہی نہیں آتی تھی، اتنے میں ایک اور پاگل وہاں آپہنچا جب اس نے اوپر دیکھا تو جیب میں سے قینچی نکال کر بولا "نیچے اترتے ہو یا مینار کو نیچے سے کاٹ دوں۔" یہ سن کر پہلا پاگل چپ چاپ نیچے اتر آیا۔
(مرسلہ: احسن ریاض۔ لاہور)

☺

محفلِ مراقبہ

مرکزی مراقبہ ہال

سرجانی ٹاؤن کراچی میں جذبۂ خدمتِ خلق کے تحت جمعے کے روز خواتین و حضرات کو بلامعاوضہ روحانی علاج کی سہولت مہیا کی جاتی ہے۔ خواتین و حضرات کو جمعے کی صبح 7:45 بجے ملاقات کے لئے نمبر دیئے جاتے ہیں اور ملاقات صبح 8 سے 12 بجے دوپہر تک ہوتی ہے اور ہفتے کی دوپہر 3:45 بجے نمبر دیئے جاتے ہیں اور ملاقات 4 بجے سے شام 7 بجے تک ہوتی ہے۔ ہر ہفتے، بعد نمازِ جمعہ عظیمیہ جامع مسجد سرجانی ٹاؤن میں اجتماعی محفلِ مراقبہ منعقد ہوتی ہے جس میں درود شریف، آیت کریمہ کا ختم اور اجتماعی مراقبہ کے بعد دعا کی جاتی ہے۔ جمعے اور ہفتے کے علاوہ خواتین و حضرات ملاقات کے لئے زحمت نہ کریں۔ محفلِ مراقبہ میں دعا کے لئے اپنا نام، والدہ کا نام اور مقصدِ دعا تحریر کرکے ارسال کیجیے۔ جن خوش نصیبوں کے حق میں اللہ رحیم و کریم نے ہماری دعائیں قبول فرمائی ہیں وہ اپنے گھر میں محفلِ میلاد کا انعقاد کرائیں اور حسبِ استطاعت غریبوں میں کھانا تقسیم کریں۔

کراچی:- آئشہ احمد۔ آمنہ بیگم۔ آمنہ شاکر۔ آمنہ احمد۔ آمنہ طاہر۔ آمنہ خان۔ آئشہ حسن۔ آصف علی۔ آصف محمود۔ احسان اللہ خان۔ احسان ریاض۔ احسن ریاض۔ احمد فیصل۔ اختر حسین۔ ارسلان ضمیر۔ ارسلان خان۔ ارم خالد۔ ارم علی۔ اسماء ارم۔ اسماء شفیق۔ اسمٰعیل فاروقی۔ اشتیاق شاہد۔ اشفاق احمد گوندل۔ اشفاق احمد۔ آصف صدیقی۔ اعجاز اعوان۔ اعظم علی۔ آفتاب احمد۔ آفتاب شاہ۔ افسری بیگم۔ افشین الطاف۔ افضل خان۔ اکبر علی۔ اکرم دلاور۔ امتیاز احمد۔ امتیاز علی۔ امتیاز محسن۔ امیر الدین۔ انجم صدیق۔ انجم شاکر۔ انعم نور۔ انور جہاں۔ انیقہ بانو۔ انیلا رفیق۔ انیلہ حسن۔ انیلہ ریاض۔ ایمن خان۔ ایوب شیخ۔ بختاور بانو۔ بشریٰ آفتاب۔ بشریٰ امجد۔ بشریٰ فیاض۔ بلال حامد بٹ۔ بلال قریشی۔ بلقیس بی بی۔ بلقیس اشتیاق۔ بی بی خدیجہ۔ پرویز انور۔ پروین اختر۔ تابش بشیر۔ تاج الدین۔ تحسین سمیع۔ تحسین فاطمہ۔ تنزیلہ صبا۔ تنویر اختر۔ تہمینہ انور۔ تہمینہ مقصود۔ تیمور خان۔ ثاقب سہروردی۔ ثروت سلطانہ۔ ثروت شہزاد۔ ثریا ارشد۔ ثریا بی بی۔ ثمینہ منظور۔ ثمینہ شمشیر۔ ثوبیہ پرویز۔ جاوید اصغر۔ جاوید جلیل۔ جمشید اقبال۔ جمیلہ بیگم۔ جمیلہ بانو۔ جمیلہ اختر۔ جویریہ سحر۔ جیا محمود۔ حاجی مراد۔ حاجی یعقوب۔ حافظ اشفاق گوندل۔ حافظ جمال۔ حبیب احمد۔ حسن فاروق۔ حسین محمد۔ حفصہ احمد۔ حفیظاں بی بی۔ حمیرا جبین۔ حمیرا رئیس۔ حمیرا شاہنواز۔ حنا شاکر۔ خالدہ جاوید۔ خاور اسلم۔ خضریٰ شاہد۔ خلیق الزمان۔ دانش حسن۔ دانش علی۔ دانش عاصم۔ درخشاں انجم۔ درخشاں مقصود۔ دردانہ بنتِ غازی۔ دلاور غفور۔ ذکیہ رخسانہ۔ ذیشان کمال۔ ذیشان احسن۔ رئیس النساء بیگم۔ راجہ عبدالمالک۔ راجہ علی۔ راحت اخلاق۔ راحیلہ نسرین۔ راشد محمود خان۔ رانی۔ رحمت بی بی۔ رخسانہ بی بی۔ رخسانہ یاسمین۔ رخشندہ ظفر۔ رضوان احمد۔ رضوانہ ناز۔ رضوانہ ناصر۔ رضیہ اقبال۔ رفعت مقصود۔ رفعت عابد۔ رفعت ہما۔ رقیہ فردوس۔ رمشا احمد۔ رمیز یاسر۔ روبینہ اسلم۔ روبینہ اکرم۔ روبینہ ذوالفقار۔ روبینہ یاسمین۔ روبینہ اسلم۔ روزینہ اشرف۔ رونی شاہ۔ ریاض ضمیر۔ ریحان علی۔ ریحانہ خانم۔ ریحانہ ملک۔ ریحانہ ناز۔ ریحانہ یاسمین۔ ریحانہ جاوید۔ زاہد حسین۔ زاہدہ سعید۔ زاہدہ لطیف۔ زاہدہ پرویز۔ زبیدہ ناز۔ زبیدہ علی۔ زرقا خان۔ زرینہ احمد۔ زرین صدیقی۔ زلیخا تبسم۔ زنیرہ خالد۔ ذوالفقار شاہد۔ زینب عادل۔ سائرہ بی بی۔ ساجد اقبال۔ ساجدہ وسیم۔ ساجدہ امین۔ ساجدہ بیگم۔ سارہ عادل۔ سجاد شاہد۔ سحر انور۔ سرشار جہاں۔ سروش کاشف۔ سعد قریشی۔ سعدیہ افتخار۔ سعدیہ ماہین۔ سعدیہ ناز۔ سعید احمد۔ سعیدہ بی بی۔ سکینہ بانو۔ سلطانہ ولی۔ سلطان علی۔ سلمان خان۔ سلمان سعد۔ سلمان علی۔ سلمٰی بیگم۔ سلیم آفاق۔ سلیمان اعظم۔ سمیرا انصاری۔ سمیرا کنول۔ سنبل فاطمہ۔ سنبل ریاض۔ سنیلا اطہر۔ سید احمد علی۔ سید آصف علی۔ سید

لمان علی۔ سید امجد حسین۔ سید توصیف حیدر۔ سید حسن جاوید۔ سید خرم عالم۔ سید راشد علی۔ سید شاہد احمد۔ سید شہاب احمد۔ سید عارف علی۔ سید عرفان جعفری۔ سید عرفان علی۔ سید عظمت علی۔ سید علی سجاد۔ سید فارعہ علی۔ سید فواد احمد۔ سید مرشد حسن۔ سید نعمان علی۔ سیدہ قمر النساء۔ سیدہ یاسمین۔ شائستہ ارم۔ شازیہ تیمور۔ شازیہ سعید۔ شازیہ عادل۔ شازیہ عامر۔ شازیہ مقبول۔ شازیہ نور۔ شان عباس۔ شاہد انور۔ شاہد بشیر۔ شاہدہ بیگم۔ شاہدہ پروین۔ شاہدہ عاشق۔ شاہدہ محمود۔ شاہدہ نسرین۔ شاہدہ۔ شبانہ کنول۔ شبانہ ناز۔ شبانہ سلیم۔ شبنم مجید۔ شرف الدین۔ شعیب خان۔ شعیب ماجد۔ شکیل خان۔ شکیلہ پروین۔ شکیلہ طاہر۔ شمس الدین۔ شمس النساء۔ شمشاد۔ شمشیر انور۔ شمیم احمد صدیقی۔ شمیم سعیدہ۔ شوکت حسین۔ شہریار۔ شہزاد عبدالرحمن۔ شہزاد مختار۔ شہناز غنی۔ شیخ کامران عزیز۔ شیخ کامران عزیز۔ شیر علی خان۔ شیریں۔ صائمہ ایوب۔ صائمہ راشد۔ صائمہ زرین۔ صائمہ صدف۔ صائمہ ناظم۔ صائمہ نورین۔ صابرہ بیگم۔ صبا پرویز۔ صبا حیدر۔ صدف حسن۔ صدف زبیر۔ صلاح الدین۔ صنوبر اقبال۔ صوفیہ بانو۔ طارق سعید۔ طارق مجید۔ طارق سلیم۔ طارق محمود۔ طارق وسیم۔ طاہرہ احمد۔ طاہرہ التحسین۔ طاہرہ بیگم۔ طلعت ریاض۔ طلعت حبیب۔ طیبہ طاہر۔ ظفر اقبال۔ ظہیر الحسن شاہ۔ عائشہ عابد۔ عائشہ ناصر۔ عائشہ واجد۔ عابد عباس۔ عارف علی۔ عارفہ بیگم۔ عارفہ تبسم۔ عارفہ سلطانہ۔ عاشق علی۔ عاصم رضا۔ عاصم قریشی۔ عاطف سلمان۔ عالیہ شاہد۔ عامر احسن۔ عامر خان۔ عامر مرزا۔ عبدالرحمان۔ عبدالرزاق۔ عبدالعلیم۔ عبدالغفار۔ عبدالواجد۔ عبدالولی۔ عتیق الرحمن۔ عثمان طیب۔ عدیلہ ندیم۔ عرفان جعفری۔ عرفان منیر۔ عروج راشد۔ عشرت شاہد۔ عصمت معراج۔ عطیہ حامد۔ عظمیٰ پروین۔ عظمیٰ توصیف۔ عظمیٰ عزیز۔ عظمیٰ عمران۔ عظمیٰ کامران۔ علی احمد۔ علی اظہر۔ علیم الدین۔ عمِ کلثوم۔ عمران خان۔ عمران عباس۔ عنایت بیگم۔ عنبرین صدیقی۔ عینی زاہد۔ غزالہ پروین۔ غزالہ فاروق۔ غضنفر علی۔ غلام اکبر۔ غلام دستگیر۔ غلام سول۔ غلام صفدر۔ غلام علی۔ غیور حسین۔ فائزہ تنزیر۔ فائزہ یوسف۔ فائزہ احمد۔ فائزہ علی۔ فاطمہ بیگم۔ فاطمہ عادل۔ فراز حسین۔ فرح راشد۔ فرح سلطانہ۔ فرح عالم۔ فرح فاطمہ۔ فرح ناز۔ فرحان علی۔ فرحانہ فرحان۔ فرحت حسین۔ فرحت ناز۔ فرحت جبین۔ فرخ جبیں۔ فرخ جمال۔ فردوس شاہ۔ فرزانہ انعام۔ فرزانہ۔ فریحہ جمیل۔ فرید حسین۔ فریدہ بانو۔ فریدہ جمال۔ فضل معبود۔ فقیر حسین۔ فواد عالم۔ فوزیہ شبنم۔ فہمیدہ جلیل۔ فہیم بلوچ۔ فہیم نعیم۔ فیصل شیخ۔ فیصل عامر۔ فیضان علی خان۔ قاسم محمود۔ قاضی شیر محمد۔ قرۃ العین۔ قیصر سلطانہ۔ کاشف۔ کامران اعجاز۔ کرن جاوید۔ کریم جمال۔ کلثوم انور۔ کلثوم بانو۔ کنول ریاض۔ کوثر اقبال۔ لائبہ

عادل۔ لبنیٰ اشفاق۔ لبنیٰ نور۔ ماجد عزیزی۔ ساجد محمود۔ ماجدہ نال۔ ماریہ محمود۔ ماہ نور علی۔ مجاہد حسین۔ مجیب احمد۔ محبوب عالم۔ محسن سکندر۔ محمد ابراہیم۔ محمد احسن۔ محمد احمد۔ محمد اسلم۔ محمد اسمٰعیل۔ محمد آصف۔ محمد اطہر۔ محمد آفتاب۔ محمد افضل خان۔ محمد افضل شاہد۔ محمد افضل علی۔ محمد اکرم۔ محمد امین۔ محمد انس۔ محمد انور الدین۔ محمد اویس۔ محمد بدالغفور۔ محمد پرویز۔ محمد جنید۔ محمد حسن شاہ۔ محمد حسن عظیم۔ محمد حسین علی۔ محمد حنیف۔ محمد خالد خان۔ محمد رضوان۔ محمد رفیق۔ محمد زبیر خان۔ محمد ساجد لطیف۔ محمد سراج۔ محمد سرور شاکر۔ محمد سلطان۔ محمد سلیم خان۔ محمد سلیمان۔ محمد شاہد۔ محمد شفیق۔ محمد ظفر۔ محمد عارف۔ محمد عامر۔ محمد عثمان۔ محمد فیروز۔ محمد علی۔ محمد عمر۔ محمد عمران۔ محمد غیب خان۔ محمد ناصر۔ محمد نبیل مصطفیٰ۔ محمد ندیم خان۔ محمد کلیم۔ محمد نعیم۔ محمد نوید احمد۔ محمد ہاشمی۔ محمد یاسر۔ محمد یوسف۔ محمد یونس۔ محمد اعظم۔ محمد حنیف۔ محمد عبدالغفور۔ محمود عالم۔ محمود یاسر۔ مدثر عالم۔ مراد خان۔ مرزا زاہد بابر۔ مرزا عمیر حفیظ۔ مریم نبیل۔ مسز ادریس۔ مسز کاظمی۔ مسعود احمد۔ مسعود کمال۔ مشتاق احمد۔ مصدق خان۔ مصطفیٰ مظہر۔ مصطفیٰ علی۔ مطلوب حسین۔ معتزم حیدر۔ مقبول عالم۔ مقصود احمد۔ مقصود عالم۔ ملیحہ احمد۔ ملیحہ خان۔ ملیحہ سعید۔ ممتاز اظہر۔ منصور۔ منظور عالم۔ منور بابر۔ منور سلطانہ۔ منیبہ ہاشمی۔ منیزہ سلیم۔ موسیٰ خان۔ مہر النساء۔ مہرین اشہد۔ میر جبین۔ میر ظہیر الدین۔ میمونہ طاہر۔ نازش افروز۔ نازش جمال۔ ناصر عزیز۔ ناہید اکرم۔ نبی طاہر۔ نبیل خان۔ نبیلہ تبسم۔ نجمہ عرفان۔ ندا ظہور۔ ندیم راشد۔ نزہت آراء۔ نسرین اختر۔ نسرین خاور۔ نسرین جاوید۔ نسرین حیدر۔ ناصر فہد۔ نسیم احمد۔ نسیم اختر۔ نسیم صنوبر۔ نسیم مسعود۔ نصرت ارشد۔ نصرین الدین۔ نعمان خان۔ نعیم بلوچ۔ نعیمہ عظیم۔ نعیمہ وحید۔ نغمہ ریاض۔ نفیس احمد۔ نکہت سیما۔ ناہید آفریدی۔ نمرہ کنول۔ نمرہ نواز۔ نواز شاہ۔ نور الحق۔ نور جہاں۔ نوشین۔ نوید احمد۔ نوید سعید۔ نوید فیض۔ نوید فیصل۔ نہال احمد صدیقی۔ واجد حنفی۔ واصف حسین۔ وجیح الدین۔ وجیہہ خان۔ وحید انور۔ ڈاکٹر فہمیدہ۔ ہما نفیس۔ ہمایوں خورشید۔ ہمایوں عظیم۔ یاسمین۔ یاسمین۔ یوسف۔

حیدر آباد:

-اجمل۔ احمد سعید۔ احمد کبیر۔ احمد نسیم۔ احمد۔ احمد علی۔ اختر محمد۔ ارجمند۔ ارسلان۔ ارشاد۔ ارشد علی۔ ارم۔ اسد۔ اسماء۔ اسرار حسین۔ آصف قریشی۔ آصف۔ اعظم۔ افتخار احمد۔ التحسین۔ اقبال علی۔ اقبال۔ اقراء۔ اکبر بھائی۔ امبرین۔ امجد محمود۔ امیر بیگم۔ امیر۔ آمینہ۔ انجم سعید۔ انیلا۔ بدر علی۔ بشریٰ شاہد۔ بشریٰ سعید۔ بشریٰ ریاض۔ بہاؤالدین۔ تابندہ۔ تجمل حسین۔ تصور جمیل۔ تنویر۔ توصیف۔ ثاقب۔ ثروت۔ ثریا بانو۔ ثمینہ نور۔ ثمینہ۔ ثناء فاطمہ۔ ثناء فیصل۔ ثناء گل۔ ثناء نور۔ ثناء۔ جان محمد۔ جاوید۔ جعفر۔

جنید۔ جہانزیب۔ حارث۔ حافظ نسیم۔ حافظ۔ حبیب عالم۔ حسین بخش۔ حسین۔ حسین۔ حسینہ۔ حفظ عارف۔ حنظہ۔ حمید۔ حمیرا۔ حیدر علی احمد۔ حیدر۔ خادم علی۔ خالدہ۔ خرم شہزاد۔ خرم۔ خلیل۔ خواجہ رابعہ۔ دانش۔ درخشاں۔ دلاور حسین۔ دلشاد۔ رابعہ۔ راحت فاطمہ۔ راحیلہ۔ راشدہ۔ رحمان۔ رحمت۔ رحیم۔ رخسانہ احمد۔ رسول بخش۔ رضا علی۔ رضوانہ طاہر۔ رضیہ مجید۔ رفیق شکور۔ روبینہ غوری۔ روبینہ اشرف۔ ریاست علی۔ ریاست خان۔ ریحانہ علی۔ زاہد محمود۔ زرینہ عاشر۔ زوبیہ جبین۔ زہرہ حیدر۔ ساجدہ شفیق۔ سجاد احمد۔ سدرہ کاظمی۔ سدرہ شاہد۔ سعدیہ مصور۔ سلمان رفیع۔ سلمان فاطمہ۔ سلمیٰ احمد۔ سمیع اللہ۔ سمیع غفور۔ سونیا علی۔ سید امجد علی شاہ۔ سید کاشف۔ سید محمد منور۔ سیدہ عبرین بانو۔ سیما اکبر۔ سیما۔ شائستہ رضا۔ شاہ زیب۔ شاہد جمال۔ شاہدہ نسرین۔ شاہدہ بانو۔ شرمین کنول۔ شگفتہ عابد۔ شمائلہ فاروق۔ شمس الدین۔ شمع حیدر۔ شمیم جہاں۔ شہزاد خالد۔ شہناز خالد۔ صائمہ مجید۔ صادق وحید۔ صباء علی۔ صدف نفیس۔ صغیر حسن۔ صفیہ اختر۔ صفیہ بیگم۔ صنوبر شفیق۔ ضمیرہ بیگم۔ ضیاء خالد۔ طارق جمیل۔ طاہر محمود۔ طاہر احمد۔ طاہرہ طفیل۔ عارف جمیل۔ عاصمہ بی بی۔ عامر اسد۔ عامر سمیع۔ عامر ضیاء۔ عامر اسد۔ عبد الغفور۔ عبداللہ۔ عبدالعلیم غوری۔ عبدالغفور۔ عبدالغنی۔ عبدالکریم۔ عبدالوحید۔ عبرین۔ علی اکبر۔ علی حماد۔ علی رضوان۔ علی نواز۔ علیشا زاہد۔ عمران خان۔ غلام علی۔ غلام فاطمہ۔ فاطمہ علی۔ فرحان احمد۔ فرحان طاہر۔ فرخندہ حامد۔ فرزانہ جمشید۔ فرقان علی۔ فرقان حنیف۔ فضیلہ شہباز۔ فلک محمد۔ فہیم اختر۔ کلیم اللہ۔ کنزہ محمود۔ کنول مجید۔ کنول علی۔ کوثر پروین۔ کوثر ضمیر۔ کوثر شاہد۔ کوثر شہناز۔ گل رخ۔ گلزار مجید۔ لائبہ قمر۔ لاریب فیاض۔ لبنیٰ رضا۔ ماریہ انعم۔ ماریہ کاشف۔ ماریہ فاضل۔ متین احمد۔ متین علی۔ محمد محسن۔ محمد ارشد۔ محمد اسلم۔ محمد اعظم۔ محمد لمان اللہ۔ محمد امجد۔ محمد انور۔ محمد جاوید۔ محمد جمیل۔ محمد جنید۔ محمد جواد۔ محمد حیات۔ محمد دانش۔ محمد زبیر۔ محمد شاہد۔ محمد شعیب۔ محمد طارق۔ محمد علی۔ محمد علیم۔ محمد عمار۔ محمد عمران۔ محمد فیصل۔ محمد گل۔ محمود حسین۔ مشتاق احمد۔ مصطفیٰ حیدر۔ مطلوب الحق۔ مقصود حسن۔ منصور رضیہ۔ منصور مرزا۔ منور سلطانہ۔ منیر خالد۔ مہوش خان آفریدی۔ ناصر نعمان۔ ناہید اختر۔ نجمہ اکبر۔ نزہت حسین۔ نسرین جمال۔ نسیم احمد۔ نعیم احمد۔ نفیسہ بیگم۔ نور العین۔ نور النساء۔ نور جہاں۔ نور محمد۔ نور نظر۔ نورین اختر۔ نورین۔ نوشابہ قیوم۔ نوشین اظہر۔ نوید اقبال۔ نیاز احمد۔ واثق علی۔ واصف علی۔ وحید علی۔ ہاجرہ بی بی۔ ہارون اشرف۔ ہما نفیس۔ ہمزہ طاہر۔ یاسر عرفان۔ یاسمین کوثر۔ یاقوت شاہزیب۔ یعقوب ابراہیم۔ نورین نعمان۔ نوید طاہر۔ نویدہ طاہر۔ ولید خالد۔ ڈاکٹر لبنیٰ۔ ہمنہ شاہد۔

لاہور:

-ابوبکر۔ احمد اقبال۔ احمد حسن۔ اسلم شاہد۔ ارشد۔ احمد علی۔ ارم۔ اسد۔ اسما جاوید۔ اسماء۔ اشتیاق۔ اشرف۔ اصغر۔ آصف۔ آصفہ۔ اعجاز احمد۔ اقبال۔ اکرام اللہ۔ آمنہ بی بی۔ آمنہ۔ انعم رضا۔ انیلہ بٹ۔ باجی اقبال۔ بشریٰ۔ بلال صابر۔ پاکیزہ۔ پروین۔ تنویر۔ ثمن۔ ثمینہ۔ ثناء۔ ثوبیہ۔ جاوید۔ جاوید۔ جہانگیر۔ حنا عمر۔ حیدر علی۔ خالدہ۔ خلیل احمد۔ داؤد۔ دعا فاطمہ۔ دل نواز۔ ذیشان۔ راحیل احمد۔ رضوان۔ رفعت۔ رقیہ۔ رمل اشرف۔ روبینہ۔ زاہد حسین۔ زاہد محمود۔ زاہد۔ زاہدہ بیگم۔ زاہدہ۔ زینت۔ سائرہ بانو۔ سائرہ۔ ساجدہ بیگم۔ سبحان جاوید۔ سدرہ۔ سعدیہ۔ سلمان۔ سلمیٰ اشفاق۔ سمرا۔ سمیرا۔ سہیل احمد۔ سید واصف علی۔ شائستہ جبین۔ شاذیہ۔ شاہد رحمان۔ شاہد رسول۔ شاہد محبوب۔ شاہدہ۔ شبانہ۔ شبیر حسین۔ شکیل۔ شگفتہ۔ شمائلہ۔ صائمہ۔ سحر۔ ضمیر الحق۔ طائرہ۔ طارق لطیف۔ طفیل۔ ظفر احمد۔ ظہور۔ عائشہ۔ عابدہ بیگم۔ عاشر۔ عاشق حسین۔ عاصم۔ عامر محمود۔ عباس۔ عثمان۔ عرفا۔ عرفان عظیمی۔ عرفان۔ عرفان۔ عرفان۔ عروسہ۔ علی۔ عمر۔ عمران افضل۔ عمران۔ غزالہ۔ غلام عباس۔ غلام محمد۔ فائزہ۔ فاروق احمد۔ فاطمہ۔ فریدہ جاوید۔ فہد قدوسیہ۔ قرۃ العین۔ کائنات۔ کامران۔ کامران۔ کنزل۔ مائدہ۔ مبارک علی۔ مبشرہ۔ محمد احمد۔ محمد ارشاد خان۔ محمد اسلم۔ محمد اصغر۔ محمد بابر۔ محمد راشد۔ محمد زبیر۔ محمد شہزاد۔ محمد عرفان۔ محمد علی۔ محمد عمر۔ محمد عمران۔ محمد مجاہد۔ محمد نور۔ محمد وقاص۔ مدثر بٹ۔ مدثر حسین۔ مریم۔ مظہر اقبال۔ ملک عاصم سعید۔ ملک وحید۔ منظور احمد۔ منیر احمد۔ مہرین ناصر۔ مہک۔ مہناز۔ مہوش۔ میاں مشتاق احمد۔ نجمہ۔ نسرین۔ نصرت۔ نعمان۔ نعیم احمد۔ نعیم علی۔ نعیم۔ نورین۔ نوید احمد۔ نوید حسین۔ نیلم۔ وسیم اسلم۔ وقاص۔ یحییٰ۔ یوسف۔

راولپنڈی/اسلام آباد:

- آصف جاوید۔ آصف خان۔ آصف عباس۔ اویس محمد ملک۔ باجی نگہت پروین۔ بشیر بیگم۔ بلاول حسین۔ بنتِ حوا۔ بہروز حیدر۔ بینش حسن۔ بینش عامر۔ تاج۔ تنویر اقبال۔ ثریا۔ ثوبیہ۔ تبسم۔ حافظ مہناز۔ حسن اختر۔ حمیدہ۔ حمیرا۔ خالد محمود اعوان۔ خالدہ بی بی۔ خالدہ بیگم۔ خورشید بی بی۔ خورشید بی بی۔ یوسف۔ خورشید بیگم۔ دانیال۔ محمد ذوالفقار۔ ذیشان محمد ملک۔ راحیمہ بی بی۔ رافع۔ راؤ محمد اقبال۔ رحمت بی بی۔ رحیم جان۔ رضیہ بیگم۔ اجمل۔ رقیہ بی بی۔ اشرف روبینہ۔ ریحانہ بی بی۔ ریحانہ۔ زبیدہ بی بی۔ زبیدہ۔ زینب بی بی۔ سائرہ۔ سبط الحسن۔ سبین۔ سحرش شہزاد۔ سرداراں بانو۔ سرداراں بی بی۔ سرور جان۔ سعدیہ۔ سکندر اعوان۔ سکندر خان۔ سکینہ بی بی۔ سلطانہ بیگم۔ سلمان حیدر۔ سنیہ حیدر۔ شازیہ۔ شانزہ کنول۔ شائستہ۔ شاہداں بی بی۔ شبانہ رشید۔ شبانہ۔ شبیر۔ شبیہہ کمال۔ شرجیل۔ شفقت۔ شگفتہ ناز۔ شمسہ بی بی۔ شمسہ حسن۔ شمیم اختر۔

شمیم۔ شہناز بلوچ۔ شیداں بی بی۔ صائمہ ملک۔ صائمہ کاشف۔ صدیقہ بیگم۔ صفورہ بیگم۔ صفیہ بیگم۔ طاہر سعید۔ طاہر محمود۔ ظہیر عباس بٹ۔ عابدہ پروین۔ عاشق حسین بٹ۔ عاصمہ طاہر۔ عامر حسین بٹ۔ عامر حسین قریشی۔ عائشہ اقبال۔ عائشہ حسن۔ عائشہ مسعود۔ عبد القادر۔ عبدالرزاق۔ عبدالعزیز۔ عبدالقدیر۔ عبدالمعید۔ عبیدہ اللہ۔ عدنان۔ عذرا سلطانہ۔ عذرا۔ عصمت حسین۔ علی حسن۔ عمران جاوید۔ عمران۔ فاطمہ تبسم۔ فائزہ مجاہد۔ فائزہ۔ فتح بی بی۔ فرح اقبال۔ فرحت یاسمین۔ فوزیہ اشرف۔ فیروزہ بی بی۔ قدسیہ۔ قمر عباس بٹ۔ قمر فاروق۔ قیصرہ بی بی۔ کاشف جاوید۔ کاشف۔ کامران جاوید۔ گل فرین۔ ماہ رخ۔ مبارک النبی۔ محمد اذکار۔ محمد اشرف۔ محمد افضل۔ محمد اقبال۔ محمد ذیشان۔ محمد رفیق۔ محمد شہباز۔ محمد عابد۔ محمد عاصم۔ محمد علی بٹ۔ محمد عمر۔ محمد فراحت۔ محمد مختار۔ محمد نذیر۔ محمد یعقوب۔ محمد یوسف۔ محمودہ بیگم۔ مختار ملک۔ مسرت۔ مسعودہ۔ مسعود احمد گل۔ مصباح۔ مظفر بی بی۔ مظفر بیگم۔ ممتاز بیگم۔ منیر احمد۔ موحد۔ مومنہ احمد۔ مہوش شاہد۔ نائلہ طاہر۔ ناصر خان۔ ناہید حمید۔ نجیب۔ ندیم احمد۔ ندیم حمید۔ نسرین بی بی۔ نسرینہ۔ نسیم اختر۔ نسیم بیگم۔ نصرت بی بی۔ نصرت پروین۔ نصرت کمال۔ نعمان حسن۔ نعیم احمد۔ نعیم حمید۔ نقاش حسن۔ نگہت ملک۔ نور جہاں۔ نوشابہ خان۔ نوید حمید۔ نوشین بی بی۔

فیصل آباد:- آسیہ سرفراز۔ آفتاب جمال۔ اللہ بخش۔ احمد حسین۔ احمد سلمان۔ احمد مسعود۔ ارشد فیاض۔ ارم خوشنود۔ ارم شاہین۔ اریبہ اسد۔ اسماء مسعود۔ افشاں صادق۔ اقراء اختر۔ ام حبیبہ۔ ام کلثوم۔ انجم بلال۔ انجم سرفراز۔ انجم۔ انور خان۔ انور مقصود۔ باسط عزیز۔ بشریٰ جاوید۔ بشریٰ شیخ۔ پروین اختر۔ تحریم شیخ۔ تنویر احمد۔ جابر حفیظ۔ جاوید اقبال۔ جمیل اختر۔ حاجی عزیز۔ حریم شیخ۔ حمیرا یاسمین۔ خالد محمود۔ خالد محمود۔ خرم سرفراز۔ خوشنود احمد۔ ذکیہ۔ ذوالفقار علی۔ ذیشان فاروقی۔ رئیسہ خاتون۔ راج بیگم۔ راحت حسین۔ راشد گل۔ راشد منیر۔ رضوان احمد۔ رضوان۔ رفعت شاہین۔ رقیہ شاہین۔ روبینہ شاہین۔ زاہد وسیم۔ زاہدہ یاسمین۔ زرافشاں۔ زرین تاج۔ زیب النساء۔ ساجد جاوید۔ ساجد حسین۔ ساجد علی۔ ساجد منیر۔ سرفراز اللہ خان۔ سرفراز خان۔ سعد حسین۔ سعدیہ کنول۔ سعید۔ شازیہ اعظم۔ شازیہ۔ شاہ میر۔ شاہد اقبال۔ شاہدہ یاسمین۔ شیراز عطاری۔ صفیہ۔ طارق محمود۔ طارق۔ عابدہ صادق۔ عاشر رفیق۔ عاطف اسماعیل۔ عامر اقبال۔ عباس فارقی۔ عبدالرزاق۔ عبدالرشید۔ عبدالسلام۔ عبدالمالک۔ عدنان۔ عدیل اختر۔ عذرا مقصود۔ عذرا۔ عرفات احمد۔ عرفان فاروقی۔ عظمیٰ نیاز۔ علی عمران۔ عمران۔ عنبر ارم۔ عنبرین اسلم۔ فدا۔ فرخ زوہیب۔ فیصل خوشنود۔ گلاب دین۔ گلزار بی بی۔ گلفرین ظہور۔ گلنار عظیم۔ لبنیٰ شاہین۔ محسن۔ محمد اختر۔ محمد ارشاد۔ محمد اسلم۔ محمد آصف۔ محمد افضل۔ محمد اقبال۔ محمد شفیع۔ محمد شفیق۔ محمد شکیل۔ محمد صادق۔ محمد عثمان۔ محمد عزیز۔ محمد عظیم۔ محمد مسکین۔ محمد نعمان۔ محمد نواز۔ مدثر احمد۔ مریم جان۔ مسرت جہاں۔ مصباح۔ ملک عابد۔ مہرین شیخ۔ مہرین فاطمہ۔ میاں محمد۔ نازیہ حکیم۔ نازیہ کنول۔ نصیر احمد۔ نصیر الدین۔ نعمان۔ نکہت جبیں۔ نگہت طاہرہ۔ نور خانم۔ نور البشر۔ نورین فاطمہ۔ نوشین اسلم۔ نوید اسلم۔ نوید حسین۔ نویدہ۔ وقار احمد۔ وقار عدیل۔ یاسمین اختر۔

ایبٹ آباد:- اسلم پرویز۔ برکت بی بی۔ صلاح الدین۔ ایمن صلاح الدین۔ ام حبیبہ۔ بلقیس بانو۔ جاوید علی۔ حسنہ افروز۔ حنیفہ۔ خدیجہ فاروق۔ دردانہ۔ ذوالفقار۔ ذیشان محمد خان۔ راحت سلطانہ۔ رخسانہ۔ رئیسہ بیگم۔ ریحانہ۔ زاہدہ حبیب۔ زاہدہ خاتون۔ ساجد علی۔ سرور جان۔ سعدیہ۔ سعید احمد خان۔ سعیدہ۔ سفینہ شیخ۔ سکینہ خانم۔ سلیم شہزاد۔ سیف احمد۔ شازیہ سعید۔ شازیہ۔ شایان۔ شاہد احمد۔ شبانہ سعید۔ شبانہ۔ شمائلہ۔ شہناز اختر۔ طاہرہ۔ عابد جان۔ عارف۔ عبدالرشید۔ عبد السلام۔ عبد المتین۔ عبدالحمید۔ عبدالعزیز۔ عبدالہادی۔ عدنان محمد خان۔ عدنان۔ عرفان مجید۔ عرفان۔ عصمت النساء۔ عفت۔ عقیلہ خواجہ۔ غزالہ نعمان۔ غلام رسول۔ غلام مصطفی۔ غلام نبی۔ فرح۔ فرزانہ نصیر۔ فوزیہ۔ فہمیدہ۔ فہیم النساء۔ قمر النساء۔ قیصر سلطانہ۔ کامران مجید۔ کمال الدین۔ گوہر جہاں۔ ماجد علی۔ ماریہ۔ محسن ہاشم۔ محفوظ الحسن۔ محمد جہانگیر۔ محمد خواجہ شہاب الدین۔ محمد سجاد۔ محمد سراج الدین۔ محمد صدیق۔ محمد عثمان غنی۔ محمد عمر فاروق۔ محمد وسیم۔ محمد فاضل خواجہ۔ محمد کامل۔

ملتان:- آپا منظور النساء۔ ارسلان۔ ارشد۔ ارم۔ اسد۔ اسلم۔ آصف۔ افروز۔ اقبال۔ امام الدین۔ امان اللہ۔ آمنہ۔ امیر گل۔ امیر۔ انیلا۔ بشیر۔ ثمینہ۔ جان محمد۔ جعفر۔ حاجی غلام رسول۔ حافظ قربان۔ حسن بخش۔ حسن علی۔ حسین علی۔ حلیم۔ حماد۔ خدیجہ۔ دانش نیاز۔ دلنواز۔ دین محمد۔ ذوالفقار۔ رابعہ رضوانہ۔ راحیلہ۔ رخسانہ۔ رضیہ۔ رمضان۔ روشن۔ ریحانہ۔ ریشم۔ ساجد۔ سبحان بیگم۔ سجاد حسین۔ سجاد علی۔ سعید۔ سکندر۔ سلیم خان۔ سلیم۔ سلیمان۔ سمیر۔ سمیع اللہ۔ سمیع۔ سوحیل۔ سونیا۔ شائستہ۔ شازیہ۔ شاہد علی۔ شاہنواز۔ شبیر۔ شمائلہ۔ شمشاد۔ شہناز۔ صبور۔ صدوری۔ الطاف۔ عائشہ۔ عابد جتوئی۔ عابدہ۔ عامر۔ عبدالغنی۔ عبدالقدیر۔ عبدالمالک۔ عثمان۔ عطاء اللہ۔ علی گوہر۔ عمار۔ غزل۔ غوث بخش۔ فاضل۔ فاطمہ۔ فرزانہ۔ ارشد۔ قرۃ العین۔ کائنات۔ گل شیر۔ ماریہ۔ مبارک علی۔ مجتبیٰ شاہ۔ محسن عباسی۔ ملک طاہر۔ منظور احمد۔ منظور۔ منور۔ مہران۔ میرزادی۔ نازیہ۔ ناہید۔ نعیم۔ نواب خاتون۔ نور محمد۔ نوید۔ نیاز محمد خان۔ نیک محمد۔ وحید۔ وزیران۔ وقار۔ ہدایت خاتون۔ ہیر۔ یاسمین۔

گجرات:- آغا شاہد۔ ارشاد بی بی۔ امتیاز۔ بابر صدیق۔ بلقیس اختر۔ تنویر المصطفیٰ۔ تنویر حسین۔ جاوید اقبال۔ جاوید اقبال۔ جاوید۔ جمال بی بی۔ حافظ محمد اصغر۔ حسین بی بی۔ حکیم محمد ارشد۔ خورشید بی بی۔ داؤد احمد۔ رابعہ بی بی۔ راشد محمود۔ رضوان صاحب۔ رضیہ بیگم۔ رفعت زاہد۔ زرینہ اختر۔ سائرہ۔ ساجدہ۔ سارہ۔ سرداراں بی بی۔ سعید اختر۔ سعیدہ بانو۔ سکینہ بی بی۔ سلیم احمد۔ شاہ بیگم۔ شاہد صدیق۔ شریف بی بی۔ شمائلہ جبین۔ شمیم ہارون۔ شہناز کوثر۔ شہناز۔ صفدر حسین۔ صفیہ بیگم۔ صفیہ۔ طاہر اصغر۔ طیبہ عنصر۔ ظفر اقبال۔ ظہیر اقبال۔ عالیہ بانو۔ عارفہ جبین۔ عامر شاہ۔ عبدالغفار۔ عنبرین۔ غلام فاطمہ۔ فیاض حسین۔ قمر سلطانہ۔ کاشف مجاہد۔ مبشر حسین۔ محمد اشرف۔ محمد شفیق۔ محمد عامر۔ محمد کاشف۔ محمد نواز۔ محمد یوسف۔ محمد یونس بٹ۔ مدیحہ شاہانہ فاروق۔ مرزا بشیر احمد۔ مسز پروین۔ مقبول احمد۔ مقصودہ۔ ملک محمد انوار۔ منظور بی بی۔ نایاب۔ نجمہ النساء۔ ندیم اختر۔ نذیر بی بی۔ نفیسہ بی بی۔ نگہت بی بی۔ نوید اختر۔ ڈاکٹر سلیم۔ ڈاکٹر غلام ربانی۔ ڈاکٹر مریز۔ ہارون جلیل۔ یاسر اقبال۔

پشاور:- آسیہ قریشی۔ آسیہ ندیم۔ آصف صدیق۔ آفتاب احمد قریشی۔ آمنہ اشرف۔ آمنہ نصیر۔ آمنہ کبیر۔ ابدال خان۔ ادیبہ فردوس۔ ارشاد بیگم۔ اصغر علی۔ افتخار احمد قریشی۔ امیر النساء۔ انور بی بی۔ اویس بابر۔ بشیر احمد۔ بشیر فاخر۔ تنزیلہ عزیز۔ تنویر احمد۔ ثمینہ پرویز۔ ثناء اصغر۔ ثناء ستار۔ جمیلہ بی بی۔ چوہدری بابر حسین۔ حامد۔ حسن تقویم۔ حسن۔ حسینہ بی بی۔ خالدہ بی بی۔ دلشاد احمد۔ ذوالفقار علی۔ رابیل جاوید۔ راشدہ۔ رباب سلیم۔ ربیعہ منور۔ رشیدہ بی بی۔ رضیہ بی بی۔ ریحان اویس۔ زبیر۔ زین ندیم۔ زینت فردوس۔ ساجدہ بی بی۔ ساجدہ خاتون۔ ساجدہ محمود۔ ساجدہ۔ سجاد حسین۔ سدرہ گل۔ سعدیہ سلیم۔ سعدیہ کوثر۔ سعید اختر۔ سعید انور۔ سعیدہ بلوچ۔ سلمیٰ شوکت۔ سمیرا حمید۔ سمیرا عابد۔ سمیع شیراز۔ شاہد صدیق۔ شاہدہ بی بی۔ شبانہ بی بی۔ شعیب ثاقب۔ شفاعت حسین بھٹی۔ شفقت اللہ۔ شوکت جاوید۔ شہزاد حسین۔ صائمہ مریم۔ طیبہ عنصر۔ ظفر اقبال ہاشمی۔ ظہور احمد چشتی۔ عائشہ اشرف۔ عابدہ بی بی۔ عاصمہ شفیق۔ عاقب ستار۔ عباس۔ عبدالحسیب خان۔ عبدالحفیظ۔ عبدالستار خان۔ عبدالمجید۔ عروبا غضنفر۔ علی احمد۔ علی رضا۔ عمیر سلطان۔ عمیر قیصر۔ غلام عباس۔ فائزہ نذیر احمد۔ الفت بی بی۔ قیصر امین۔ قیصر ندیم۔ کلثوم نذیر۔ کلیم اللہ۔ کنیز فاطمہ۔ کوثر بانو۔ کومل بشیر۔ لطیف اسمٰعیل۔ مبارک علی۔ محمد احمد۔ محمد ادریس۔ محمد ارشد۔ محمد اشرف۔ محمد اصغر۔ محمد آصف چشتی۔ محمد اقبال۔ محمد برہان۔ محمد بلال۔ محمد حبیب۔ محمد خورشید۔ محمد رزاق۔ محمد رشید۔ محمد رمضان۔ محمد زمان۔ محمد سلیم۔ محمد سلیم۔ محمد شاہد۔ محمد شریف۔ محمد شفیق۔ محمد صدیق۔ محمد طاہر علی۔ محمد عظیم۔ محمد عنصر۔ محمد کامران۔ محمد لطیف۔ محمد نواز چشتی۔ مریم جاوید۔ معصومہ حمید۔ منظور بی بی۔ مہوش کلیم۔ مہوش لیاقت۔ میاں افضل احمد حبیبی۔ نابعہ ظفر۔ نجمہ پروین۔ ندیم اختر۔ نذہت نذیر۔ نصیر احمد۔ نعمان رزاق۔ نفیس ستار۔ نورالعین۔ نوید اختر۔ ڈاکٹر یاسر۔ یاسر ندیم۔

سیالکوٹ:- آمنہ۔ ابرار خان۔ اجمل بٹ۔ اجمل رسول۔ احمد حسین عابد۔ ارشاد بی بی۔ ارشاد بیگم۔ اسامہ تیمور بن سعید۔ اسلم۔ اسماء قمر۔ اقبال بیگم۔ اقبال۔ امجد عباس۔ امینہ بیگم۔ امینہ۔ انیقا عمیر۔ انیلہ جاوید۔ اویس۔ بشارت۔ بلال۔ بیگم اسلم۔ تسنیم۔ تنزیلہ۔ تنویر عباس۔ ثاقب۔ ثریا بیگم۔ ثمینہ کوثر۔ ثمینہ۔ جمشید ریاض۔ جمیلہ۔

قرآن پاک اللہ کا کلام ہے۔ اللہ کے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر پر بذریعہ وحی نازل ہونے والے قرآن پاک کی عظمت و تقدس ہر کلام سے بڑھ کر ہے۔ قرآنی آیات کا احترام ہر مسلمان کے لیے لازم ہے۔ قرآن کی عظمت و تقدس، قرآن کا ادب و احترام ہمارے ایمان کا حصہ ہے اور قرآن کے احترام کے منافی کسی عمل کا ہم تصور بھی نہیں کرسکتے۔

روحانی ڈائجسٹ کے شمارہ نومبر 2013ء میں صفحہ نمبر 146 اور 147 کے مندرجات سہواً آمنے سامنے طبع ہوگئے ہیں۔

اس سہو پر متعلقہ فرد اور ادارۂ روحانی ڈائجسٹ کے اراکین اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ اور استغفار کرتے ہیں۔

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا

اس سہو پر ہم قارئین سے اور سب مسلمانوں سے بھی معذرت خواہ ہیں۔

جواد۔ چوہدری ریاض۔ چوہدری غلام نبی۔ چوہدری فرخ۔ چوہدری فرخ۔ چوہدری لیاقت۔ چوہدری محمد اکرم۔ حافظ نعمان۔ حسن علی۔ حلیمہ۔ حنا خانم۔ حنا جمیل۔ حنان۔ خالد۔ رحیم۔ رخسانہ۔ رخشندہ اعجاز۔ رضوانہ بی بی۔ رضیہ بیگم۔ رقیہ حامد۔ رمنہ۔ روبینہ۔ روزینہ۔ روبینہ روحی۔ زرینہ۔ زینت۔ ساجد۔ ساجدہ۔ ستارہ جبیں۔ سجاد۔ سدرہ۔ سرفراز۔ سعدیہ پروین۔ سعیدہ۔ سفینہ۔ سلمٰی ظفر۔ سنی۔ شازیہ۔ شاہد اقبال۔ شاہد۔ شاہدہ پروین۔ شریف۔ شگفتہ پروین۔ شمائلہ۔ شمشیر۔ شمیم۔ شہباز بیگم۔ شہباز۔ شہداد خان۔ شہلا۔ شہناز۔ صائمہ خانم۔ صائمہ فیصل۔ صائمہ۔ صبا۔ صباء اکبر۔ طاہر محمود۔ طاہرہ محمود۔ طاہرہ اصغر۔ طور فاطمہ۔ طیبہ۔ صائمہ۔ عائشہ۔ عائقہ۔ عارف۔ عاصم علی۔ عاصفہ حیدر۔ عبدالقدوس۔ عبداللہ۔ عبدالرحمن۔ عبید انور۔ عتیق الرحمن۔ عرشیہ عمیر۔ عشرت۔ عطیہ نعمان۔ علی حسنین۔ علی۔ علیشہ۔ غزالہ۔ غلام شبیر۔ فائقہ۔ فاطمہ۔ فرخ عماد۔ فرخ قاسم۔ فرزانہ۔ فضل بی بی۔ فوزیہ۔ فہیم۔ فیروزہ بی بی۔ فیصل حیات۔ قصرہ بانو۔ قمر النساء۔ کاشف جاوید۔ کاشف حیات۔ کامران اعجاز۔ کامران واجد۔ کلثوم بی بی۔ کوثر رباب۔ کومل ریاض۔ کومل شاہ۔ کومل علی۔ گلشن ضمیر۔ لطیف خان۔ اللہ دتہ۔ اللہ رکھا۔ مبشر علی نصرت جمیل۔ متی الرحمن۔ مجاہد ظفر۔ مجید مجاہد۔ محسن خان۔ محمد اسلم راحت۔ محمد اکرم۔ محمد حنیف۔ محمد رفیق۔ محمد ظفر اقبال۔ محمد نعیم۔ محمد وسیم۔ محمد یٰسین حامد۔ محمد یٰسین۔ مدثر فرید۔ مریم۔ مزمل فرید۔ مصطفٰی چوہدری۔ ملک جبار۔ ممتاز۔ منان۔ مہوش۔ نادیہ۔ ناہید اختر۔ نجمہ۔ نسرین۔ نسیم۔ نصرت۔ نعمان طارق۔ نعیم۔

چنیوٹ: - اجالا ریاض۔ اجالا قمر۔ احتشام۔ احمد بخش۔ احمد حسن۔ احمد ممتاز۔ ارشد۔ ارشد۔ اسلم نواب۔ اشتیاق۔ اشتیاق قیصر۔ اشتیاق محمود۔ اشتیاق حماد۔ اصغر علی۔ اطہر۔ اعجاز حسین۔ افنان۔ اقبال اسلم۔ اکرام۔ امجد علی۔ امداد حسین۔ امیر علی۔ امیر علی۔ انعام۔ انور یامین۔ انور۔ بابا فضل دین۔ بابا محمد بخش۔ بابر سلطان۔ بانو۔ بہادر علی۔ بہاول شیر۔ بیگم عابد امام۔ بیگم عابد امام۔ بیگم محمد اسلم۔ بیگم محمد حنیف۔ پروفیسر الیاس۔ پروفیسر سلیم اختر۔ پروفیسر لیم اختر۔ پروفیسر شہباز۔ پروفیسر طالب حسین۔ پروفیسر غوث اختر۔ پروفیسر محمد ایوب۔ پروفیسر الیاس۔ پروین باجی۔ تنویر علی۔ جاوید رفیق۔ جعفر علی۔ چاچا محمد حیات۔ چوہدری شاہد۔ چوہدری فقیر محمد اعجاز۔ حاجی خاور۔ حاجی سلیم احمد۔ حاجی شوکت۔ حافظ شکیل۔ حافظ محمد افضل عالیہ۔ حسن رضا۔ حنا رضا۔ حیدر رضا۔ خالد پرویز۔ خالد سراج۔ خالد محمود۔ خالدہ اطہر۔ خالدہ اظہار۔ خدیجہ بی بی۔ ذوالفقار حیدر۔ ذوالفقار علی۔ رئیس۔ راحت اکبر۔ راشد عبداللہ۔ ربیعہ۔ رضا۔ رضوان صغیر۔ رضیہ سعید۔ روبینہ طارق۔ زاہد قاسمی۔ زاہد نور۔ زاہد علی۔ زاہد جاوید۔

ساجد اللہ۔ ساجد علی۔ سعدیہ۔ سعید اظہر۔ سعید ارحم۔ سلیم اختر۔ سید صابر علی شاہ۔ سید عابد امام۔ سید عارف رضا۔ شاہد منیر۔ شاہد۔ شبنم رانی۔ شبیر حیدر۔ شبیر خاور علی۔ شکیلہ۔ شوکت نیاز۔ شوکت تیمور۔ شیخ نواز۔ صفدر علی۔ صفدر علی۔ صفیہ بیگم۔ صفیہ جاوید۔ طارق سراج۔ طارق محمود۔ طارق ولایت بیگ۔ طاہرہ۔ عابد امام۔ عابد علی۔ عارف۔ عاشق علی۔ عبدالحفیظ۔ عبدالرؤف۔ عبدالسلام۔ عامر خان۔ عبید علی۔ عبید محسن۔ عدیل عارف۔ عذرا محمد گلزار۔ عرفان چیمہ۔ عزیز۔ علی رضا۔ علی رضا۔ عمر۔ غوث اختر۔ فرحت جہاں۔ فرحت بی بی۔ فریدہ جلال۔ فریدہ اوصاف۔ فقیر محمد اعجاز۔ فوزیہ زاہد۔ فہد۔ فہیم حسن۔ فیصل۔ قاضی توقیر۔ قاضی ظفر۔ قاضی ظفر۔ قاضی عادل عباس۔ قاضی مسعود عباس۔ قاضی مشرف۔ قاضی نادر۔ قاضی نادر۔ کاشف عظیم۔ کاشف کلیم۔ کرن نبیل۔ کرنل نذر حسین۔ لالہ رخ۔ محمد ابراہیم۔ محمد ارشاد۔ محمد ارشد۔ محمد اسحاق۔ محمد اسلم شاہد۔ محمد اسلم بیگ۔ محمد افضل۔ محمد اقبال۔ محمد اقبال۔ محمد انور کمال۔ محمد انور۔ محمد بخش۔ محمد حسین۔ محمد رضا فریدی۔ محمد رضوان۔ محمد زاہد۔ محمد سعید اظہر۔ محمد شاہد سمیر۔ محمد شہزاد۔ محمد صادق۔

اٹ[illegible]: - آصف۔ آفتاب احمد۔ آفتاب جمال۔ آفتاب حسین۔ آفتاب۔ احسان الدین۔ احمر شاہ۔ ارشد عمران۔ ارم خوشنود۔ اریبہ نوید۔ افشاں۔ انجم بلال۔ انور مقصود۔ اویس مریم۔ ایمن شاہد۔ بشیر احمد۔ بیگم عبدالرازق۔ پروین اختر۔ تنویر احمد۔ تنویر نذیر۔ جویریہ شاہین۔ حاجی خوشنود احمد۔ حاجی عبدالرزاق۔ حاجی عبدالعزیز۔ احمد نواز۔ حمید احمد۔ حمیرا یاسمین۔ رئیسہ خوشنود۔ راج بیگم۔ روبینہ نصیر۔ زاہدہ یاسمین۔ زاہدہ وسیم۔ سجاد۔ سعید احمد۔ سعید خان۔ سعیدہ بی بی۔ سہیل خوشنود۔ شازیہ۔ شاہد محمود۔ شاہدہ یاسمین۔ شبنم وسیم۔ شکیل احمد۔ شمع بی بی۔ شہباز۔ شیراز اجمل۔ صائمہ شیراز۔ صادق۔ صغراں بی بی۔ طارق سعید۔ طارق محمود۔ طیبہ۔ عابد علی شاہ۔ عابدہ صادق۔ عباد الدین۔ عباس علی فاروقی۔ عبدالرشید۔ عبدالوحید۔ عذرا بی بی۔ عذرا مقصود۔ عظمت سلطان۔ عظیم صدیقی۔ عنبرین اسلم۔ فیصل سلطان۔ فیصل خوشنود۔ کاشف عظیم۔ گلناز عظیم۔ اللہ بخش۔ ماہین۔ مبارک علی۔ مبشر عالم۔ محمد احمد سلمان۔ محمد ارسلان۔ محمد اسلم ملک۔ محمد آصف صادق۔ محمد اعظم۔ محمد انور جاوید۔ محمد حسین۔ محمد سلیم۔ محمد سلیم حیدر۔ محمد صادق۔ محمد فرحان شاہد۔ محمد قیوم۔ محمد مسکین۔ محمد نعمان صادق۔ محمد عثمان صادق۔ محمود عالم۔ محمود۔ مدثر عالم۔ مدیحہ وقار۔ مریم مشتاق۔ مریم عمیر۔ مصباح وقاص۔ ملک گلاب دین۔ نادر اعجاز۔ نادیہ انور۔ نازیہ بی بی۔ ناصر اویس۔ ندیم اویس۔ نسیم فردوس۔ نصیر الدین۔ نفیس احمد۔ نگہت عباس۔

*

بقیہ: ازدواجی زندگی کی تلخیوں کا اثر

کے قریب بتاتے ہیں، کا کہنا ہے کہ میرے ایک دوست کی تین نسلیں ان ہی ازدواجی تلخیوں کی نظر ہو گئی نہ تو ان کے بچوں میں تعلیم آئی اور نہ ہی تہذیب۔

ایک ماہر نفسیات کا کہنا ہے کہ جب تم سخت گیر اور بے حسی کے عادی ہو، تو ظاہر ہے کہ تمہارا دل تمہارے بس میں نہیں۔ جو آپ اپنے بس میں نہیں وہ اپنے بچوں کی کیسے بہتر تربیت کر سکتا ہے۔

بقیہ: جیتی جاگتی زندگی

بھی موقع نہ ملا۔ ڈائری لکھی تو یوں لگا جیسے ایک غم خوار کو پالیا مگر ایسے وقت میں جب رخت سفر باندھ رہا ہوں مجھے غیروں سے گلا نہیں مگر افسوس تھا تو صرف اتنا میری اولاد میری نہ تھی۔ میں لاوارث ہوں۔ مجھے موت کا زہر میرے خون کے رشتوں نے دیا افشاں کو موت کے حوالے کر دیا شاید میرا نصیب ایسا ہی تھا۔

بقیہ: عقل حیران ہے۔

جیتی رہو بیٹا.... نجانے تم مجھے یوں اپنی اپنی سی لگی خدا تمہیں خوش رکھے۔ خدا حافظ!

کے ایک ٹیلی ویژن چینل Daserste کے ٹاک شو بیکمین Beckmann میں یوری گیلر نے اپنے کمالات کا اظہار کر کے ثابت کر دیا کہ برسوں بعد بھی اس کی صلاحیت میں کوئی فرق نہیں آیا۔

دنیا میں صرف یوری گیلر ہی نہیں اور بھی کئی ایسے لوگ دنیا میں موجود ہے جو اپنی خداداد صلاحیتوں کے ذریعہ کسی چیز کو چھوئے بغیر موڑ دیتے ہیں یا پھر ہوا میں معلق کر دیتے ہیں ان میں سابقہ سوویت یونین کی نینا کلاجینا Nina Kulagina، کیلفورنیا (امریکہ) کے ٹیڈ اوونز Ted Owens، لندن (انگلینڈ) کی اسٹیلا سی Stella C اور کیمبرج (انگلینڈ) کے میتھیو مینگ Matthew Manning کے نام مشہور ہیں۔

میں کیا خوب بیان فرمایا ہے۔

بقیہ: خطباتِ عظیمی

اجگر کریں نہ چاکری پنچھی کریں نہ کام
داس ملوکا کہہ گئے سب کے داتا رام

یعنی اجگر یعنی چوپائے کسی فیکٹری میں کام نہیں کرتے، پنچھی یا پرندے کسی مارکیٹ میں دکانیں نہیں سجاتے۔ سب کو اللہ تعالیٰ روزی فراہم کرتا ہے۔

تو یہ بات واضح ہو گئی کہ کھانا پینا، سونا جاگنا، ستر پوشی، لباس، رشتہ داری کا تقدس، شادی بیاہ اور معاش کی جدوجہد.... زندگی کا اصل مقصد نہیں ہے اور نہ زندگی کا دارومدار ان پر ہے بلکہ زندگی کا دارومدار انفارمیشن پر ہے۔

دنیا انفارمیشن کا سورس نہیں ہے!....
سورس آف انفارمیشن اللہ ہے!....

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اے پیغمبر ﷺ آپ فرما دیجئے کہ میری نماز، میرا جینا، مرنا سوچنا، کھانا پینا سب اللہ کے لئے ہے"....

جب بندہ اس قانون سے واقف ہو جاتا ہے تو اُسے معلوم ہو جاتا ہے کہ چونکہ اِس دنیا میں آنے میں میرا ذاتی عمل دخل نہیں ہے۔ اس لئے میں یہاں اللہ کا بھیجا ہوا مہمان ہوں۔ اللہ کا بھیجا ہوا ایک مسافر ہوں۔ اللہ نے مجھے یہاں بھیجا اور دنیا میں آنے والے ہر انسان یا ہر مخلوق کے لیے رزق کے لیے اور ان کے آرام و آسائش کے لیے اس دنیا کو مزین و آراستہ کیا۔

انعامی مقابلوں کے نتائج

اکتوبر 2013ء کے درست جوابات

1. سورۂ اخلاص قرآن کے "تیسویں" سپارے میں ہے۔
2. پیغمبروں کی سرزمین "فلسطین" کو کہا جاتا ہے۔
3. دنیا کا سب سے بڑا جزیرہ "گرین لینڈ" ہے۔
4. عبداللہ شاہ غازیؒ کا عرس ذی الحج کی "20" تاریخ کو منایا جاتا ہے۔
5. مشہور شعری مجموعہ خوشبو "پروین شاکر" کی تصنیف ہے۔
6. سب سے زیادہ مسجدیں "ترکی" میں ہیں۔
7. دنیا میں سب سے عام پایا جانے والا پرندہ "کوا" ہے۔
8. فٹ بال ٹیم میں کھیلنے والے کھلاڑیوں کی تعداد "11" ہوتی ہے۔

اکتوبر 2013ء کے شمارے میں شائع ہونے والے سوالات کے جوابات خواتین و حضرات کی بڑی تعداد نے ارسال کیے۔ قرعہ اندازی کے ذریعے جناب حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب کے آٹو گراف کے ساتھ اُن کی ایک کتاب حاصل کرنے والی خوش قسمت میں "**مس شبانہ بنتِ محمد ہارون۔ کراچی**" قرار پائی ہیں۔ ادارہ روحانی ڈائجسٹ "مس شبانہ ہارون" کو انعام حاصل کرنے پر مبارکباد پیش کرتا ہے۔

آٹھ درست جوابات بھیجنے والوں کے نام:۔

کراچی: اریبہ نور۔ تیمور حامد۔ جواد علی۔ ردا غیاث۔ ریاض سلیم۔ زرین شاہ۔ سیدہ علیا مسرور۔ شائستہ رضوان۔ طاہرہ احمد۔ طوبیٰ دانش۔ عائشہ زاہد۔ فیصل خان۔ فوزیہ افضل۔ فاطمہ علی۔ محمد عماد۔ میمونہ خان۔ محمد فیضان۔ محمود شہباز۔ محمد سلیم خان۔ محمد حیدر۔ نمرا حنیف۔ نیہا جبار۔ نازش رضا۔ **حیدر آباد:** قمر جہاں۔ مسعود علی۔ **لاہور:** خاور جنید۔ عمر سرفراز۔ فرحان احمد۔ محمد عمادر ضا۔ نوید خان۔ **اسلام آباد:** سمیرا جواد۔ علی شاہد۔ **سکھر:** انعم داؤد۔ فرزانہ حمید۔ حامد سلیم۔ **گوجرانوالہ:** زید ندیم۔ خاور علی۔ حسنین علی۔ **پشاور:** باسط علی۔ شہیر علی۔ محمد شمیم خان۔ طاہرہ خان۔ **جہلم:** محمد اطہر۔ محمد ندیم۔ ماریہ حمید۔ نوید جہاں۔ نیلم خان۔ واجد فیاض۔ وسیم جاوید۔

سات درست جوابات بھیجنے والوں کے نام:۔

کراچی: زینب رضا۔ خلیل احمد۔ شاہد خان۔ ذیشان علی۔ شاہ میر۔ ظفر علی۔ ماہم حماد۔ ناصر جمال۔ نور احمد۔ **راولپنڈی:** بشیر احمد میر۔ محمد شاہد مسعود۔ ماریہ اسلم۔ **ایبٹ آباد:** شائل خان۔ شمیم نواز۔ **اسلام آباد:** احمر شاہ۔ انیس احمد۔ محمد طاہر۔ ماجد ناظم۔ میمونہ سلیم۔ مہوش شہزاد۔

عنوان "سیرتِ طیبہ ﷺ کی رہنمائی میں سلسلہ عظیمیہ کی تعلیمات"

26 جنوری 2014ء بروز اتوار۔ بمقام مرکزی مراقبہ ہال۔ کراچی

سلسلہ عظیمیہ کے امام حضور قلندر بابا اولیاءؒ کے چونتیسویں یوم وصال کے موقع پر انشاء اللہ مرکزی مراقبہ ہال میں روحانی ورکشاپ منعقد ہوگی۔

جس میں شرکاء مندرجہ ذیل عنوانات پر غور و فکر کریں گے:

☆ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا مشن

☆ **الیوم اکملت لکم دینکم**

☆ اسوۂ حسنہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رہنمائی میں سلسلہ عظیمیہ کی تعلیمات

ورکشاپ کا موضوع:	سیرتِ طیبہ ﷺ کی رہنمائی میں سلسلہ عظیمیہ کی تعلیمات
مطالعاتی حوالہ:	کتاب بارانِ رحمت ﷺ، کتاب محمد رسول اللہ ﷺ (جلد اول) اور کتابچہ سلسلہ عظیمیہ کی تعلیمات کا مطالعہ مفید ہوگا۔
رجسٹریشن کا آغاز:	01 دسمبر 2013ء بروز اتوار، رجسٹریشن فیس: 1200/- روپے
نوٹ:	نشستوں کی تعداد محدود ہے۔ رجسٹریشن جلد از جلد کروائیں۔

نوٹ: 11 سے 16 سال تک کی عمر / سیکنڈری اسکول کے طالبعلموں کے لئے بھی نشستیں مخصوص کی گئیں ہیں۔

ورکشاپ میں شرکت کے خواہش مند خواتین و حضرات کی سہولت کیلئے عرض ہے کہ ناموں کے اندراج اور فیس جمع کرنے کیلئے اپنے شہر میں قائم مراقبہ ہال کے نگراں سے رابطہ کریں۔

آرگنائزر روحانی ورکشاپ

مرکزی مراقبہ ہال، سیکٹر 4C سرجانی ٹاؤن، کراچی پوسٹ کوڈ 75850۔ فون نمبر: 36912786(021)،
فیکس نمبر: 36910786(021) ای میل: markazi_muraqaba_hall@yahoo.com،
http://groups.yahoo.com/group/RoohaniTarbiyatiWorkshop/

والدین کا حکم مانوں یا...!!

☆☆☆

سوال: آج سے آٹھ سال پہلے میں مڈل ایسٹ میں ایک امیر کے محل میں ہیڈ مالی کے طور پر خدمات انجام دے رہا تھا۔ میری محنت سے میرا امیر بہت خوش تھا۔ اس نے اپنی بیوی کے خدمت کے لیے لائی ہوئی ایک سری لنکن مسلمان لڑکی سے میری شادی کی تجویز دی۔ میں نے اس بارے میں اپنے گھر پاکستان میں بتادیا جس پر گھر والوں نے کوئی جواب نہیں دیا اور خاموشی اختیار کرلی۔ اس خاموشی کو رضامندی سمجھتے ہوئے میں نے شادی کرلی۔

ہم دونوں بہت خوش تھے ۔اس شادی سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک بیٹے اور دو بیٹیوں سے نوازا۔ اپنی شادی کی تصویریں اور بعد میں اپنے بچوں کی تصویریں میں اپنے والدین کو بھجواتا رہا۔ بچوں کی پیدائش پر میرے والدین نے مبارک باددی اور تحائف بھی بھجوائے۔

وہاں اچھے اسکولوں کی فیس بہت زیادہ ہے اس لیے میں چھ ماہ پہلے اس نیت سے پاکستان آیا کہ اپنے بچوں کو اسکول میں داخل کروادیا جائے۔

میرے گھر والوں نے میری بیوی کو دیکھا تو بہت ہنگامہ کیا اور اسے بہت برا بھلا کہا۔ میری بیوی کے گہرے رنگ کو بھی انہوں نے طنز کا نشانہ بنایا۔ وہ تو بچاری ہماری زبان نہیں سمجھتی اس لیے میری عزت رہ گئی لیکن گھر والوں کے برتاؤ سے وہ جان گئی کہ اس کا یہاں آنا انہیں ناگوار گزرا ہے۔

میں نے اپنے گھر والوں کو سمجھانے کی بہت کوشش کی لیکن ان کی بس ایک ہی ضد تھی کہ اس لڑکی کو طلاق دے دو۔ میرے گھر والوں نے کہا کہ تمہارے بچے ہمارے ساتھ رہ سکتے ہیں لیکن یہ عورت ہمارے ساتھ نہیں رہے گی.....

میں ایک مکان کرایہ پر لے کر اپنے بیوی بچوں کے ساتھ وہاں شفٹ ہوگیا۔ بچوں کو اسکول میں داخل کروادیا۔ میں نے واپسی کا ارادہ کیا تو میری اہلیہ نے کہا کہ

میرے چلے جانے کے بعد کوئی انہیں اور بچوں کو نقصان نہ پہنچائے۔

اب میری سمجھ میں نہیں آرہا کہ کیا کروں۔ والدین کا حکم مانوں یا اپنی بیوی اور بچوں کو دیکھوں۔

جواب: بہتر ہوگا کہ آپ اپنی بیگم اور بچوں کو یہاں نہ چھوڑیں، انہیں اپنے ساتھ ہی رکھیں۔ آپ کی اہلیہ کے لیے یہ ملک اور معاشرہ اجنبی ہے اور آپ کے بچے ابھی بہت چھوٹے ہیں۔ بیگم اور بچوں کے لیے آپ کا ساتھ ضروری ہے۔

دعا ہے کہ آپ کو اتنے وسائل عطا ہوں کہ آپ وہاں رہتے ہوئے اپنے بچوں کی اچھی تعلیم کا بندوبست کر سکیں۔

آپ اور آپ کی بیگم وضو بے وضو کثرت سے اللہ تعالیٰ کے اسماء یاحی یاقیوم کا ورد کرتے رہیں۔

ہر جمعرات کم از کم گیارہ درہم خیرات کر دیا کریں یا تین مستحق افراد کو کھانا کھلا دیا کریں۔

انویسٹر اپنی رقم مانگ رہے ہیں

☆☆☆

سوال: میرے میاں نے دس سال پہلے اپنے دو دوستوں کے ساتھ مل کر کاروبار شروع کیا۔ تھوڑے عرصے میں ہی کاروبار بہت اچھا چلنے لگا۔ اس دوران کاروبار کے لیے مزید انویسٹمنٹ کی ضرورت پڑی۔ میرے میاں نے اپنے بھائیوں، کزن اور محلہ کے کچھ لوگوں سے رقم لے کر کاروبار میں لگادی۔ اس رقم کے عوض وہ کچھ منافع بھی ان لوگوں کو دیتے تھے۔

پچھلے دو تین سالوں میں کاروبار زوال پذیر ہونے لگا۔ پاٹنر بھی یہاں کام میں دلچسپی لینے کے بجائے بیرون ملک میں کاروبار سیٹ کرنے میں لگا ہوا ہے۔

ادھر کاروبار میں نقصان کے سبب منافع ختم ہوگیا ہے۔ اب جن لوگوں سے میرے میاں نے رقم لے کر کاروبار میں لگائی تھی۔ انہوں نے شور مچانا شروع کر دیا کہ ہماری رقم منافع کے ساتھ واپس کرو۔

کاروبار کے تمام کاغذات میرے شوہر کے نام ہیں اس لیے ادارے کے لین دین کے قانونی طور پر وہی جوابدہ اور ذمہ دار ہیں۔ قرض بھی کافی چڑھ گیا ہے۔

آپ مہربانی فرما کر کوئی دعا بتائیں کہ میاں کے لیے راستے کھل جائیں اور قرض داروں کے قرض ادا ہو جائیں۔

جواب: رات سونے سے پہلے 101 مرتبہ سورہ الطلاق (65) کی آیت 2 کا آخری حصہ اور تیسری آیت

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ○ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۚ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ۚ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ۚ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ○

گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر پورے یقین اور بھروسے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی درخواست پیش کریں۔ یہ عمل کم از کم چالیس روز یا نوے روز تک جاری رکھیں۔

آپ اور آپ کے شوہر وضو بے وضو کثرت سے یَارَزَّاقُ کا ورد کرتے رہیں۔

حسب استطاعت صدقہ خیرات کرتی رہیں۔

اذیت دینے والا شوہر

☆☆☆

سوال: میری شادی کو دس سال ہوگئے ہیں۔ میرے شوہر بہت عجیب عادتوں کے مالک ہیں۔ لوگوں کے خلاف اپنے دل میں کینہ رکھتے ہیں۔ لوگوں کی برسوں پرانی کہی باتوں کو نکال کر لڑنا شروع کر دیتے ہیں۔ کسی کی کوئی بات بری لگ جائے اگرچہ وہ بات بری

عظیمی ریکی سینٹر............ تاثرات

(مہران خان۔ کراچی)

گزشتہ دو سال سے دمے کے مرض نے کافی پریشان کیا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ کمر درد، پیٹ، پنڈلیوں، جوڑوں اور پنجوں میں بھی شدید تکلیف رہا کرتی تھی۔ نیند اور بھوک کی کمی سے چڑ چڑا اور کمزور ہو رہا تھا۔ کافی علاج کروایا۔ پیسہ اور وقت بھی ضائع کیا مگر افاقہ نہ ہوا۔ پھر میں نے عظیمی ریکی سینٹر سے رابطہ کیا۔ ریکی کے چند سیشن لینے سے دمے کے مرض میں کافی افاقہ ہوا ہے۔ نیند اور بھوک بہتر ہونے سے کمزوری اور چڑچڑا پن بھی دور ہوا ہے، کمر، پیٹ پنڈلیوں، جوڑوں اور پنجوں میں بھی تکلیف پہلے سے کافی کم ہے۔ ریکی کے سیشن اب بھی چل رہے ہیں۔ اُمید ہے کہ جلد مکمل صحتیاب ہو جاؤں گا۔

نہ ہو تب بھی اس شخص سے قطع تعلق کر لیتے ہیں۔ لوگوں کے سامنے تو بہت اچھی طرح ملتے ہیں لیکن ان کے پیٹھ پیچھے ان کی برائیاں کرتے ہیں۔

میرے شوہر بہت غرور کرتے ہیں۔ یہ اپنے خاندان کو اچھا اور دوسرے خاندان والوں کو برا کہتے ہیں۔ میری کوئی اچھی بات انہیں پسند نہیں۔ میری ٹوہ میں لگے رہتے ہیں۔ اگر میری کسی بات پر ناراض ہو جائیں تو اپنی ماں بہنوں کے ساتھ خوب شیئر کرتے ہیں۔

ہم دونوں اس طرح زندگی گزار رہے ہیں جس طرح دو اجنبی گزارتے ہیں۔ بچے بھی اب یہ باتیں سیکھ رہے ہیں۔ میں فطرتاً صلح جو ہوں لیکن اب برداشت ختم ہو رہی ہے۔

جواب: رات سونے سے پہلے ایک سو ایک مرتبہ سورہ انعام (6) کی آیت نمبر 54

وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۙ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○

گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر اپنے شوہر کا تصور کر کے دم کر دیں اور اللہ سے دعا کریں۔

یہ عمل کم از کم چالیس یا زیادہ سے زیادہ نوے روز تک جاری رکھیں۔ ناغہ کے دن شمار کر کے بعد میں پورے کر لیں۔

آسیب زدہ گھر

☆☆☆

سوال: میرے شوہر کے تین بھائی ہیں۔ سب نے مل کر ایک بڑا پلاٹ خرید کر اس پر تعمیر شروع کی۔ اس مکان کی تعمیر ماہ دو ماہ بعد بغیر کسی وجہ کے رک جاتی تھی۔ اللہ اللہ کر کے مکان کی تعمیر ہوئی اور تینوں بھائی معہ اپنے خاندان اپنے اپنے پورشن میں شفٹ ہوگئے۔

اس مکان میں آنے کے دو تین دن بعد ایک چھوٹی سی بات پر تینوں بھائیوں میں لڑائی ہوگئی حالانکہ پچھلے دس سالوں سے یہ بھائی آپس میں کبھی نہیں لڑے تھے۔

اس واقعے کے چند ہفتوں بعد ایک رات میرے جیٹھ کی نئی گاڑی میں خود بخود آگ لگ گئی۔

مکان میں اکثر زور زور سے دروازے بند کرنے کی آوازیں آتی ہیں۔ کبھی کبھی کمرے کی لائٹ بھی خود بخود بند ہو جاتی ہے۔

ہم نے دو تین بڑے عالموں کو گھر لا کر دکھایا۔

ہے۔ ان سب کا یہ ہی کہنا ہے کہ اس گھر میں آسیبی اثرات ہیں۔ گھر کے تمام بچے بیمار رہنے لگے ہیں اور بڑوں کا گھر میں دل نہیں لگتا۔ گھر میں وحشت محسوس ہوتی ہے۔

جواب: صبح وشام سات مرتبہ سورہ فلق، سات مرتبہ سورہ الناس، تین مرتبہ آیت الکرسی پڑھ کر پانی پر دم کرکے سب گھر والوں کو پلائیں اور تھوڑا پانی گھر کے چاروں کونوں میں چھڑک دیں۔

رات سونے سے پہلے اکتالیس مرتبہ

اَعُوذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِن غَضَبِهٖ وَشَرِّ عِبَادِهٖ وَمِن هَمَزَاتِ الشَّیٰطِینِ وَاَن یَحضُرُونِ

سات سات مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر گھر کے چاروں کونوں کی طرف رخ کرکے دم کردیں اور تین بار دستک دے دیں۔ یہ عمل ایک ماہ تک جاری رکھیں۔

صدقہ کا اہتمام کریں۔ منگل کے دن سے شروع کرکے لگاتار سات روز تک صبح کے وقت صدقہ کردیا کریں۔

دوماہ تک لوبان کی دھونی دیں۔ پہلے تین ہفتوں تک روزانہ بلاناغہ اور پھر ہفتے میں دودن مقرر کرکے دھونی دیا کریں۔

سب گھر والے صبح، شام ایک ایک ٹیبل اسپون شہد پئیں۔

بیٹیوں کی شادی

☆☆☆

سوال: میرے شوہر سرکاری ملازم تھے۔ میری چار بیٹیاں ہیں، بیٹا نہیں ہے۔ شوہر نے وقت سے پہلے ہی ریٹائرمنٹ لے لی اور جو پیسے ملے ان سے بڑی بیٹیوں کی شادی کردی۔ بیٹیوں کی شادی کے ایک سال بعد میرے شوہر کا انتقال ہوگیا۔ ان کے بعد ہمارے برے دن شروع ہوگئے۔

میری دونوں چھوٹی بیٹیوں کی بات ان کی خالہ اور پھوپھی کے گھر طے تھی۔ شوہر کے انتقال کے بعد غریبی کا سامنا ہوا تو ان دونوں نے ایک ایک کرکے بات ختم کردی۔ دوسرے رشتہ داروں نے بھی ملنا جلنا کم کردیا۔

بڑی بیٹیاں دوسرے شہر میں رہتی ہیں۔ زیادہ تر ان سے فون پر ہی بات ہوتی ہے۔ جس کوارٹر میں ہم رہتے ہیں اس کا آدھا پورشن میں نے کرایہ پر دیا ہوا ہے جس سے ہمارا گزارا ہوتا ہے۔

میں اپنی ان دونوں بیٹیوں کی شادی کی طرف سے بہت پریشان ہوں۔ ان کے لیے کوئی مناسب رشتہ نہیں آرہا ہے۔

جواب: عشاء کی نماز کے بعد 101 مرتبہ سورہ بروج (85) کی آیات 14 تا 16:

وَهُوَ الْغَفُورُ الْوَدُودُO ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيدُO فَعَّالٌ لِمَا يُرِيدُO

گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر اچھی جگہ رشتہ طے ہونے، خیر وعافیت کے ساتھ شادی اور خوش اور مطمئن ازدواجی زندگی کے لیے دعا کریں۔

وضو بے وضو یَاحَفِیظُ یَاسَلَامُ کا ورد کرتی رہیں۔

ضدی اور غصیلا بیٹا

☆☆☆

سوال: میری شادی کو سات سال ہوگئے ہیں۔ میرے دو بیٹے ہیں۔ بڑا بیٹا تو سیدھا سادہ ہے لیکن چھوٹا بیٹا بہت شرارتی، ضدی اور غصے والا ہے۔ بات بات پر اپنے بڑے بھائی سے لڑتا ہے اور اسے مارنے اور کاٹنے سے بھی گریز نہیں کرتا۔

چند دن پہلے میں کسی کام سے پڑوس میں گئی تھی۔ وہاں باتوں باتوں میں کچھ دیر ہوگئی۔ واپس آئی تو کمرے سے بڑے بیٹے کی چیخوں کی آوازیں آرہی تھیں، میں اندر گئی تو دیکھا کہ چھوٹا بھائی اپنے بڑے بھائی کو ڈنڈے سے ماررہا ہے۔

جواب: جب آپ کا یہ بیٹا گہری نیند میں ہو تو اس کے سرہانے اتنی آواز سے کہ آنکھ نہ کھلے اکیس مرتبہ سورہ شوریٰ (42) کی آیت نمبر 28:

وَهُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهُ ۚ وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيدُO

گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر دم کردیا کریں اور دعا کریں۔ یہ عمل کم از کم ایک ماہ تک جاری رکھیں۔

صبح نہار منہ اکیس مرتبہ اسم الٰہی یَا وَدُودُ تین تین مرتبہ پڑھ کر پانی پر دم کرکے پلائیں۔ یہ عمل کم از کم اکیس روز تک جاری رکھیں۔

حمل ضائع ہوجاتے ہیں

☆☆☆

سوال: میری شادی سات سال پہلے اپنے کزن سے ہوئی تھی۔ اس وقت میری عمر تیس سال ہے۔ شادی کے چار ماہ بعد مجھے حمل ٹھہرا تھا جو دو ماہ دس دن بعد میرے گرنے سے ضائع ہوگیا تھا۔ دوبارہ حمل ٹھہرا لیکن یہ حمل بھی تین ماہ پورے ہونے سے پہلے ہی ضائع ہوگیا۔ اس کے آٹھ ماہ بعد ڈیڑھ ماہ کا حمل ضائع ہوا۔

ہم نے کئی ڈاکٹروں اور حکیموں کو دکھایا، ہر ایک نے کئی کئی ماہ کے کورس کروائے لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا۔

اب پتہ نہیں کیا وجہ ہے کہ مجھے حمل نہیں ٹھہر رہا ہے۔

جواب: مناسب طبی علاج کے ساتھ ساتھ بطور روحانی علاج:

رات سونے سے پہلے اکتالیس مرتبہ سورہ مومنون (23) کی آیت 12 تا 14:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِنْ طِينٍO ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَكِينٍO ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا ثُمَّ أَنْشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ ۚ فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَO

گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر پانی پر دم کرکے پئیں اور اپنے اوپر دم بھی کرلیں۔ یہ عمل نوے روز تک جاری رکھیں۔

چلتے پھرتے وضو بے وضو کثرت سے یَا مُصَوِّرُ کا ورد کرتی رہا کریں۔

حسب استطاعت صدقہ کردیں۔

دارچینی سے شوگر کنٹرول

☆☆☆

سوال: میری عمر بیالیس سال ہے۔ دوماہ پہلے میں نے صبح نہار منہ گھر پر شوگر چیک کی۔ اس وقت میری شوگر 108 تھی۔ میں نے اپنے محلے کی ایک کلینک میں ڈاکٹر صاحب کو یہ بات بتائی تو انہوں نے کہا کہ فی الحال کسی دوائی کی ضرورت نہیں ہے البتہ شکر بالکل استعمال نہ کی جائے اور تین ہفتے بعد دوبارہ شوگر چیک کی جائے۔ شکر کے مکمل پرہیز کے تین ہفتے بعد میری شوگر صبح نہار منہ 110 اور شام کے وقت 180 آئی۔

شکر کا پرہیز جاری ہے۔

تین سال پہلے میری خالہ کو شوگر کی شکایت ہوئی

تھی۔ انہوں نے آپ سے رابطہ کیا تھا۔ آپ نے انہیں پرہیز کے ساتھ ساتھ رنگ اور روشنی سے علاج اور کچھ جڑی بوٹیوں کے استعمال کا مشورہ دیا تھا۔ آپ کے مشورے پر عمل کرنے سے میری خالہ کی شوگر نارمل رہتی ہے۔

میرے والدین میں سے کسی کو شوگر نہیں ہے البتہ میری نانی کو شوگر تھی۔ میری خالہ اور دو ماموں بھی شوگر کے مریض ہیں۔

آپ سے گزارش ہے کہ شوگر کنٹرول کرنے کے لیے کچھ بتائیں۔

جواب: بلڈ شوگر طبعی مقدار میں ہو لیکن بالائی سطح کو چھو رہی ہو تو شوگر کنٹرول میں رکھنے کے لیے شکر اور شکر آمیز اشیاء کا استعمال چھوڑ دینا چاہیے۔ پیدل چلنا اور دیگر جسمانی ورزشیں بھی شوگر کنٹرول کرنے میں بہت معاون ہیں۔

ایسی صورت میں قدرتی اجزاء میں دار چینی، گڑمار بوٹی، میتھی دانہ، کلونجی اور بعض دیگر مفردات کا استعمال بھی مفید پایا گیا ہے۔

بعض حضرات وخواتین کو تو صرف دار چینی استعمال کرنے سے بھی بہت فائدہ ہوا ہے۔

دار چینی لے کر اچھی طرح دھو کر اسے گرائنڈ کرلیں دار چینی کا یہ سفوف چائے کی چمچی کے ایک چوتھائی سے کچھ کم مقدار میں صبح نہار منہ لی جائے۔ ناشتہ پندرہ بیس منٹ بعد کیا جائے۔

کلر تھراپی کے اصولوں کے مطابق بینگنی شعاعوں میں تیار کردہ پانی ایک ایک پیالی صبح اور شام پئیں۔

بطور روحانی علاج چلتے پھرتے وضو بے وضو کثرت سے اسمائے الٰہیہ یَا شَافِیُ یَا کَافِیُ ورد کرتے رہیں۔

معالج کے مشورے کے مطابق پرہیز اور ورزشیں جاری رکھیں۔ انشاء اللہ افاقہ ہوگا۔

بہکی بہکی باتیں....

☆☆☆

سوال: میرا ایک ہی بیٹا ہے۔ اس کی عمر ستائیس سال ہے۔ تین سال پہلے اس کی ایک ملٹی نیشنل کمپنی میں اچھی پوسٹ پر جاب لگی۔

میرا یہ بیٹا بہت ہی خوش مزاج اور دوستوں کی محفلوں کی جان تھا۔ اپنے گھر کی ذمہ داریاں بھی اچھی طرح نبھا رہا تھا۔

پچھلے چھ ماہ سے اسے نجانے کیا ہو گیا ہے۔ عجیب بہکی بہکی باتیں کرنے لگا ہے۔

کبھی ساری ساری رات نہیں سوتا، کبھی مایوسی کی باتیں کرتا ہے اور روتا ہے۔ کبھی سب کو مار دینے کی دھمکیاں دیتا ہے۔ اس میں ایک عجیب بے چینی سی ہے جو اسے کسی پل قرار نہیں لینے دیتی۔

ہم نے اسے کئی نفسیاتی ڈاکٹروں کو دکھایا۔ کئی جگہ سے اس کا علاج ہوا لیکن اس کی حالت بدستور خراب ہی رہی۔ ابھی بھی اس کا علاج چل رہا ہے۔ سمجھ نہیں آتا کہ اسے کیا ہو گیا ہے۔

جواب: ڈاکٹر علاج کے ساتھ ساتھ بطور روحانی علاج:

صبح اور شام کے وقت اکیس اکیس مرتبہ:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِیْمُ الْکَرِیْمُ

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَتَبَارَکَ اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

تین تین مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر ایک ایک ٹیبل اسپون شہد پر دم کر کے پلائیں اور اس پر دم بھی

کر دیں۔ یہ عمل کم از کم چالیس روز تک جاری رکھیں۔

پیٹ کم ہو جائے

☆☆☆

سوال: میری عمر پینتیس سال ہے۔ میرے چار بچے ہیں۔ دو سال پہلے میرا آپریشن ہوا تھا اور رحم نکال دیا گیا تھا۔ اس کے بعد آہستہ آہستہ میرا پیٹ بڑھنا شروع ہوا۔

گزشتہ چھ ماہ میں میرا پیٹ کافی باہر نکل آیا ہے۔ جب لوگ ٹوکتے ہیں تو مجھے بہت برا لگتا ہے۔

میں اپنا وزن اور بڑھا ہوا پیٹ کم کرنے کے لیے ہربل ٹیبلیٹ مہزلین استعمال کر سکتی ہوں۔ مجھے یہ دواء کتنی عرصے تک استعمال کرنی ہوگی۔ اگر کوئی پرہیز ہو تو وہ بھی ضرور بتائیں۔

جواب: وزن کم کرنے کے لیے برسوں سے استعمال ہونے والی عظیمی لیبارٹریز کی تیار کردہ ہربل ٹیبلیٹ مہزلین بہت مفید و موثر ہے۔ آپ بھی ہربل ٹیبلیٹ مہزلین استعمال کر سکتی ہیں۔

صبح نہار منہ اور شام کے وقت دو دو گولی مہزلین پانی کے ساتھ لیں۔ کھانوں میں شکر، مٹھائیاں، سوفٹ ڈرنکس، آئسکریم وغیرہ نہ لیں۔ کھانے کھانے کے فوراً بعد پانی نہ پئیں۔

ہربل ٹیبلیٹ مہزلین کی ہوم ڈیلیوری کے لیے درج ذیل فون نمبر پر آرڈر بک کروایا جاسکتا ہے۔

021-36604127

جوڑوں کا درد

☆☆☆

سوال: میرے والد کی عمر پینسٹھ سال ہے۔ وہ گزشتہ سات سال سے جوڑوں کی تکلیف میں مبتلا ہیں۔

علاج مسلسل چل رہا ہے۔ سردیوں میں مرض میں شدت اضافہ ہو جاتا ہے۔ ان کے دونوں گھٹنوں میں سوجن آگئی ہے۔ درد کی وجہ سے کہیں آنا جانا بھی کم ہو گیا ہے۔

ازراہ مہربانی! میرے والد صاحب کے لیے کوئی گھریلو نسخہ تجویز فرمادیں۔

جواب: جوڑوں کے درد کے لئے قدرتی اجزاء پر مشتمل ایک مفید نسخہ نوٹ کرلیں۔

چوب چینی تراشیدہ 14 گرام، عشبہ مغربی 7 گرام، سورنجان، افتیمون، گل سرخ، صندل سفید، ہر ایک ساڑھے تین گرام، بسفائج 7 گرام اور سنائے مکی 5 گرام۔

ان تمام اجزاء کو گرائنڈ کرکے باریک سفوف بنالیں۔

اس سفوف کا صبح شام 6،6 گرام پانی کے ساتھ استعمال جوڑوں کے درد میں مفید ہے۔

ہربل کریم بوٹا ویرا ہاتھ اور پیروں کے جوڑوں پر لگائیں۔

نزلہ اور کھانسی

☆☆☆

سوال: کافی عرصہ سے مجھے نزلہ اور کھانسی کی شکایت ہے۔ کھانسی لگتی ہے تو رکنے کا نام نہیں لیتی۔ موسم کی تبدیلی کے ساتھ اس شکایت میں اضافہ ہو گیا ہے۔ برائے کرم میرے لیے کوئی آسان سا گھریلو نسخہ تجویز فرمادیں۔

جواب: گیہوں کی بھوسی یعنی گیہوں کے دانوں کا چھلکا لے لیں۔ یہ چھلکا گندم پیستے ہوئے چکی کی چھلنی سے حاصل کیا جاتا ہے۔

گندم کی بھوسی دو ٹیبل اسپون کی مقدار میں لے کر ایک گلاس پانی میں جوش دیں۔ اس جوشاندہ میں

ذائقہ کے لیے تھوڑی سی شکر بھی ملا سکتے ہیں۔

یہ جوشاندہ نیم گرم صبح نہار منہ اور رات سوتے وقت پئیں۔ ہر مرتبہ استعمال کے لیے تازہ جوشاندہ تیار کیا جائے۔

کھانسی کی شکایت میں عظیمی لیبارٹریز کا تیارہ کردہ شربت ہربی سعال بھی مفید ہے۔

اطباء کے مطابق نزلہ کھانسی میں دودھ، دہی، کیلا، برف ملے یا فریج کے ٹھنڈے پانی اور کھٹی چیزوں سے پرہیز کرنا چاہیے۔

پڑھائی سے بے زاری

☆☆☆

سوال: ہمارے دو بیٹے اور ایک بیٹی ہے۔ میرے شوہر بیرون ملک ہیں۔ دونوں بیٹوں کو پڑھائی سے کوئی رغبت نہیں ہے جبکہ بیٹی پڑھائی میں بہت دلچسپی لیتی ہے۔ اپنی بہن کے ساتھ بھی ان کا رویہ اچھا نہیں ہے۔ جب بیٹی اچھے نمبروں سے پاس ہوتی ہے تو ان کا بہن کو تنگ کرنا بڑھ جاتا ہے۔ میں ڈانٹ ڈپٹ کر کے انہیں پڑھنے تو بٹھا دیتی ہوں لیکن وہ پڑھائی کے دوران مسلسل شرارتیں اور ایک دوسرے سے چھیڑ چھاڑ کرتے ہیں۔

جواب: عشاء کی نماز کے بعد 101 مرتبہ

یَا اُولِی الْاَلْبَاب

گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر ایک گلاس پانی پر دم کر کے دونوں بیٹوں کو پلائیں اور پڑھائی میں دل لگنے کے لیے دعا کریں۔ یہ عمل ایک ماہ تک جاری رکھیں۔

غصہ والا افسر

☆☆☆

سوال: میں جس دفتر میں کام کرتا ہوں وہاں گزشتہ سال نئے افسر کی تقرری ہوئی ہے۔ وہ صاحب غصے کے بہت تیز ہیں۔ مجھے اس ادارے میں کام کرتے ہوئے آٹھ سال ہو گئے ہیں۔

نئے افسر نے چارج سنبھالتے ہی دفتر میں اپنے کئی ماتحتوں کو تنگ کرنا شروع کر دیا۔ چھ ماہ میں ہمارے سینئرز کے ساتھ تو ان کا رویہ کچھ درست ہو گیا لیکن میرے ساتھ ان کا رویہ مزید خراب ہو گیا۔

نئے افسر کی کا یہ امتیازی سلوک اور ہتک آمیز رویہ مجھے شدید تکلیف اور بعض مرتبہ خوف میں بھی مبتلا کر دیتا ہے کہ کہیں وہ غصے میں آ کر میری ملازمت ہی ختم نہ کروا دیں۔

جواب: رات سونے سے پہلے اکتالیس مرتبہ سورہ الفرقان (25) کی آیت نمبر 63

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ○

گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر تصور کر کے دم کر دیں اور ان کے رویے میں نرمی و شفقت سے پیش آنے کی توفیق کی دعا کریں۔ یہ عمل کم از کم ڈیڑھ ماہ تک جاری رکھیں۔

چلتے پھرتے وضو بے وضو کثرت سے اللہ تعالیٰ کے اسماء یَا عَزِیْزُ یَا کَرِیْمُ کا ورد کرتے رہا کریں۔

بھائی شک کرتا ہے

☆☆☆

سوال: ہم تین بہنیں اور ایک بھائی ہے۔ ہم بہنوں میں بھائی بڑا ہے۔ پانچ سال پہلے والد کے انتقال کے بعد ہمارے بڑے بھائی نے اپنی ذمہ داریاں نہ نبھائیں۔ ہماری والدہ گھر گھر جا کر بچوں کو پڑھاتی رہیں۔ میں نے بھی اپنے گھر میں محلے کے بچوں کو ٹیوشن پڑھا کر اپنے تعلیمی اخراجات برداشت کئے۔ اپنی تعلیم مکمل ہونے کے بعد میں نے ایک جگہ ملازمت کر لی ہے۔

چھوٹی بہنیں ابھی پڑھ رہی ہیں۔

ہمارا بھائی بہت شکی طبیعت کا مالک ہے۔ ہمارا گھر سے باہر نکلنا اسے پسند نہیں۔ وہ طرح طرح کی باتیں بنا کر مجھے پریشان کرتا ہے اور کہتا ہے کہ امی کا ٹیوشن پڑھانا کافی ہے تم جاب کرنا چھوڑ دو۔ اس کا اپنا یہ حال ہے کہ سارا دن گھر پر رہتا ہے یا باہر دوستوں میں گھومتا رہتا ہے۔

جواب: سب کاموں سے فارغ ہونے کے بعد رات سونے سے پہلے اکتالیس مرتبہ سورہ نحل (16) کی آیت نمبر 119:

ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِیْنَ عَمِلُوا السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْٓا اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○

گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر اپنے بھائی کا تصور کر کے دم کر دیں اور اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کریں۔ یہ عمل کم از کم چالیس روز تک جاری رکھیں۔ رہ جانے دن شمار کر کے بعد میں پورے کر لیں۔

ملازمت میں ترقی

☆☆☆

سوال: میں اٹھارہ سال سے ایک ادارے میں ملازمت کر رہا ہوں۔ ان اٹھارہ برسوں میں صرف دو بار میری ترقی ہوئی ہے جبکہ میرے دوسرے ساتھیوں کی چار اور پانچ بار ترقی ہو چکی ہے۔ حتیٰ کہ دو تین مجھ سے جونیئر بھی اب میرے افسر بن گئے ہیں۔

میں اپنا کام بہت محنت و لگن سے کرتا ہوں۔ ہمارے ادارے کی ہائیر مینجمنٹ میں بھی میری تعریف کی جاتی ہے لیکن پتا نہیں کیا وجہ ہے کہ جب ترقی کا معاملہ آتا تو اگلی بار پر ٹرخا دیا جاتا ہے۔

جواب: عشاء کی نماز کے بعد 101 مرتبہ سورہ ابراہیم (14) کی آیت 12

وَمَا لَنَآ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَی اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا ۭ وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰی مَآ اٰذَیْتُمُوْنَا ۭ وَعَلَی اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ○

گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کیجئے۔ یہ عمل کم از کم چالیس روز یا نوے روز تک جاری رکھیں۔

چلتے پھرتے وضو بے وضو کثرت سے اللہ کے اسم یَا عَزِیْزُ کا ورد کرتے رہیں۔

خوداعتمادی

☆☆☆

سوال: میں انٹر فرسٹ ائیر کا طالب علم ہوں۔ پڑھنے میں تیز ہونے کے باوجود مجھ میں خود اعتمادی کی شدید کمی ہے۔ اگر کلاس میں ٹیچر مجھ سے کوئی سوال پوچھ لیں تو جواب آنے کے باوجود میری آواز گھٹ جاتی ہے اور میں گھبرا جاتا ہوں جبکہ اسی سوال کا جواب میں ریٹرن میں بہت اچھا دیتا ہوں۔

جواب: صبح شام اکیس اکیس مرتبہ سورہ الانعام (6) کی آیت نمبر 63

قُلْ مَنْ یُّنَجِّیْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْیَةً ۚ لَىِٕنْ اَنْجٰىنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِیْنَ ○

تین تین مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر اپنے اوپر دم کر لیں اور اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کریں۔ یہ عمل کم از کم ایک ماہ تک جاری رکھیں۔

چلتے پھرتے وضو بے وضو کثرت سے یاحی یاقیوم کا ورد کرتے رہیں۔

رنگ صاف نہیں ہے

خالدہ احمد۔ نعیمہ عباسی۔ عمرانہ فضل

جواب: رنگت نکھارنے کے لیے ایک دیسی نسخہ نوٹ کرلیں۔

کھٹائی (امچور) 3 گرام ، ہلدی 12 گرام نہایت باریک پسی ہوئی، جو کا آٹا حسب ضرورت، عرق گلاب۔

آدھا لیٹر دودھ کو جوش دے کر اس میں کھٹائی ڈال دیں۔

دودھ پھٹ جائے گا، اس پھٹے ہوئے دودھ کو کپڑے میں چھان کر کھویا بنالیں۔ اس کھوئے میں جو کا آٹا اور پسی ہوئی ہلدی ملادیں۔ ان تینوں چیزوں کو یکجا کر کے اس میں گلاب کا عرق چند قطرے ملاکر کھلے منہ کی شیشی میں بھر کر رکھ لیں۔

روزانہ رات کو چہرہ اچھی طرح دھونے کے بعد یہ ابٹن چہرے پر مل لیں۔ آدھے گھنٹہ اور چہرہ نیم گرم پانی سے دھوئیں۔

نسوانی حسن میں کمی

☆☆☆

سوال: میری بیٹی کی عمر پچیس سال ہے۔ اس میں نسوانی حسن کی کمی ہے۔

میری دوست نے مجھے بتایا ہے کہ آپ کے ادارے نے نسوانی حسن کے لیے سفوف اور روغن تیار کیا ہے۔ کیا روغن اور سفوف بذریعہ ڈاک منگوایا جاسکتا ہے۔

جواب: یہ سفوف اور روغن اور عظیمی کی دیگر مصنوعات بذریعہ ڈاک منگوانے کے لیے

فون نمبر 3604127-021

پر رابطہ کر کے اپنا آرڈر نوٹ کروایا جاسکتا ہے۔

دمہ کی تکلیف

☆☆☆

سوال: میری عمر ساٹھ سال ہے۔ مجھے گزشتہ پندرہ سال سے دمہ کی شکایت ہے۔ میں نے کئی جگہ سے علاج کروایا ہے۔ علاج سے تکلیف میں وقتی کمی ہوجاتی ہے۔

ڈاکٹروں نے سانس کی تنگی کے وقت اسپرے استعمال کرنے کے لیے دیا ہے۔ جو دن میں تین مرتبہ تک استعمال کیا جاسکتا ہے۔ سردی میں خشک ہوا چلتی ہے تو ہر گھنٹہ بعد سانس گھٹتا محسوس ہوتا ہے۔ سینے میں خشک بلغم بھرا رہتا ہے۔

جواب: ڈاکٹری علاج اور ضروری پرہیز کے ساتھ بطور روحانی علاج صبح شام اکیس اکیس مرتبہ "یَافَارِقُ" پڑھ کر ایک ایک پیالی نارنجی شعاعوں میں تیار کردہ پانی پر دم کر کے پئیں۔ نارنجی شعاعوں میں تیار کردہ تیل سینے پر ہلکے ہاتھ سے مالش کریں۔

دمہ کی تکلیف میں ادرک بھی مفید ہے۔

ایک ٹیبل اسپون ادرک کا رس نیم گرم رات سونے سے پہلے پئیں۔ کاکڑا سنگی 25 گرام، فلفل دراز 25 گرام لے کر باریک سفوف بنالیں اور آدھی آدھی چمچی صبح شام پانی کے ساتھ استعمال کریں۔